نئی اردو قواعد

عصمت جاوید

نئی اردو قواعد

عصمت جاوید

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔ 110025

پہلی اشاعت	:	1981
تیسری طباعت	:	2010
تعداد	:	550
قیمت	:	-/75 روپے
سلسلۂ مطبوعات	:	1345

Nai Urdu Qawaid

by

Ismat Javed

ISBN :978-81-7587-365-0

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی110025

فون نمبر: 49539000، فیکس: 49539099

ای۔میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in

طابع: جے۔کے۔آفسیٹ پرنٹرز، بازار مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-110006

اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق نطق اور شعور کا ہے۔ ان دو خداداد صلاحیتوں نے انسان کو نہ صرف اشرف المخلوقات کا درجہ دیا بلکہ اسے کائنات کے ان اسرار و رموز سے بھی آشنا کیا جو اسے ذہنی اور روحانی ترقی کی معراج تک لے جا سکتے تھے۔ حیات و کائنات کے مخفی عوامل سے آگہی کا نام ہی علم ہے۔ علم کی دو اساسی شاخیں ہیں باطنی علوم اور ظاہری علوم۔ باطنی علوم کا تعلق انسان کی داخلی دنیا اور اس دنیا کی تہذیب و تطہیر سے رہا ہے۔ مقدس پیغمبروں کے علاوہ، خدارسیدہ بزرگوں، سچے صوفیوں اور سنتوں اور فکر رسا رکھنے والے شاعروں نے انسان کے باطن کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے جو کوششیں کی ہیں وہ سب اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ظاہری علوم کا تعلق انسان کی خارجی دنیا اور اس کی تشکیل و تعمیر سے ہے۔ تاریخ اور فلسفہ، سیاست اور اقتصاد، سماج اور سائنس وغیرہ علم کے ایسے ہی شعبے ہیں۔ علوم داخلی ہوں یا خارجی ان کے تحفظ و ترویج میں بنیادی کردار لفظ نے ادا کیا ہے۔ بولا ہوا لفظ ہو یا لکھا ہوا لفظ، ایک نسل سے دوسری نسل تک علم کی منتقلی کا سب سے موثر وسیلہ رہا ہے۔ لکھے ہوئے لفظ کی عمر بولے ہوئے لفظ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لیے انسان نے تحریر کا فن ایجاد کیا اور جب آگے چل کر چھپائی کا فن ایجاد ہوا تو لفظ کی زندگی اور اس کے حلقۂ اثر میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

کتابیں لفظوں کا ذخیرہ ہیں اور اسی نسبت سے مختلف علوم و فنون کا سرچشمہ۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اردو میں اچھی کتابیں طبع کرنا اور انھیں کم سے کم قیمت پر علم و ادب کے شائقین تک پہنچانا ہے۔ اردو پورے ملک میں سمجھی جانے والی، بولی جانے والی اور

پڑھی جانے والی زبان ہے بلکہ اس کے سمجھنے، بولنے اور پڑھنے والے اب ساری دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ کونسل کی کوشش ہے کہ عوام اور خواص میں یکساں مقبول اس ہردلعزیز زبان میں اچھی نصابی اور غیر نصابی کتابیں تیار کرائی جائیں اور انھیں بہتر سے بہتر انداز میں شائع کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کونسل نے مختلف النوع موضوعات پر طبع زاد کتابوں کے ساتھ ساتھ تنقیدیں اور دوسری زبانوں کی معیاری کتابوں کے تراجم کی اشاعت پر بھی پوری توجہ صرف کی ہے۔

یہ امر ہمارے لیے موجب اطمینان ہے کہ ترقی اردو بیورو نے اور اپنی تشکیل کے بعد قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے مختلف علوم وفنون کی جو کتابیں شائع کی ہیں، اردو قارئین نے ان کی بھرپور پذیرائی کی ہے۔ کونسل نے ایک مرتب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے، یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو امید ہے کہ ایک اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔

اہل علم سے میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ اگر کتاب میں انھیں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو خامی رہ گئی ہو وہ اگلی اشاعت میں دور کردی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ بھٹ

ڈائرکٹر

ترتیب

دیباچہ

ایک عرصے سے میری یہ دلی خواہش تھی کہ اُردو میں ایک ایسی توضیحی قواعد لکھی جائے
جس میں ہماری زبان کی توضیع لسانیات کی روشنی میں کی گئی ہو۔ دیگر علوم کی طرح قواعد کی ایجاد کا
سہرا بھی یُونان کے سر ہے۔ ابتدا میں قواعد 'علم زبان' (فلالوجی) کا ایک حصّہ ہونے کی حیثیت سے فنِ
خطابت، مطالعہ ادبیات اور فلسفہ و منطق کی ایک شاخ تھی۔ لیکن لسانیات کی ترقّی کے ساتھ ساتھ
یہ اسی کا حصّہ بنتی گئی اور آج وہ لسانیات کا ایک جزولاینفک ہے۔ یُورپ میں ساختی قواعد اور تبادلی
قواعد نے فنِ قواعد نویسی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا اور آج قواعد 'آرٹ' کے دائرے سے نکل کر
'سائنس' میں قدم رکھ چکی ہے۔ ہمارے یہاں اُردو قواعد پر درسی کتابوں کی کمی نہیں لیکن اُن
میں اکثر عربی قواعد کے نمونے پر لکھی گئی ہیں اور ان میں اکثر ایسی قواعدی اصطلاحیں
استعمال کی گئی ہیں جو عربی قواعد کے لیے موزوں ہیں ــــ پلیٹس کی قواعد
جو انگریزی زبان میں ہے :۔

A GRAMMAR OF HINDUSTANI OR URDU

اور مولوی عبدالحق کی 'قواعد اُردو' اس اعتبار سے اہم ہیں کہ ان میں عربی قواعد کو نمونہ نہیں بنایا گیا ہے
لیکن اب یہ قواعدیں بھی پُرانی ہو چکیں اور ان میں وہ تمام کمزوریاں موجود ہیں جو ایک روایتی قواعد
میں ہو سکتی ہیں۔ مولوی صاحب کی قواعدِ اُردو کو منظرِ عام پر آئے ہوئے نصف صدی سے زائد کا
عرصہ گزر چکا ہے۔ اس کے بعد جو بھی درسی قواعدیں شائع ہوئیں ان میں اسی قواعد کا تتبّع کیا گیا ہے۔
میں چاہتا تھا کہ اس جمود کو توڑا جائے، چنانچہ میں نے تین سال کے طویل عرصے میں یہ کام
مکمل کر لیا۔ منصوبہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل نیا تھا۔ راستہ بھی دشوار گزار تھا اور جہاں تک

اُردو کا تعلق ہے خود ہمارے لسانیاتی ادب میں قواعد نویسی کے سلسلے میں بہت کم لکھا گیا تھا اس لیے جب پہلی بار میں نے یہ کام مکمل کر لیا تو میں خود اس سے مطمئن نہیں تھا۔ اِس لیے اِسے دوبارہ لکھا پھر بھی مطمئن نہیں ہوا تو تیسری بار اس پر نظرِثانی کی، اور اب یہ اپنی موجودہ شکل میں آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

اِس قواعد میں آپ کو اُردو میں پہلی بار نئے مباحث ملیں گے۔ پتہ نہیں میں اُن سے کہاں تک عہدہ برآ ہو سکا ہوں البتہ اگر انھیں بزورِ کوئی اتنا بھی اعتراف کر لے کہ

ع جس طرف دیکھا نہ تھا اب تک ادھر دیکھا تو ہے

تو میں اسے بھی اپنا کارنامہ سمجھوں گا۔ میں نے لسانی اصطلاحات کے اُردو ترجمے کے سلسلے میں ترقی اُردو بورڈ کی مجوزہ اصطلاحات کو پیشِ نظر رکھا ہے اور اِن اصطلاحات کی اُردو انگریزی اور انگریزی اُردو فرہنگیں بھی مرتب کر کے کتاب کے آخر میں شامل کر دی ہیں۔ جس اردو اصطلاح کا ترجمہ فرہنگ میں شامل ہے اس پر چھوٹا دائرہ (ہ) بنا دیا گیا ہے۔

آخر میں ترقی اُردو بورڈ کے اربابِ بست وکشاد کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر بورڈ اسے اپنے اشاعتی پروگرام میں شامل نہ کرتا تو یہ کتاب اپنی موجودہ شکل میں آپ کے ہاتھوں میں نہ ہوتی۔

یہ کتاب قواعد پر حرفِ آخر نہیں ہے۔ اگر کوئی سرپھرا اس کام کو آگے بڑھائے تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت اکارت نہیں گئی۔

گماں مبر کہ بپایاں رسید کارِ مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک ست

عِصمت جاوید

ابتدائیہ

اُردو پڑھے لکھے طبقے میں یہ غلط فہمی افسوس ناک حد تک عام ہے کہ اہلِ زبان کے لیے اپنی ہی زبان کی قواعد کا مطالعہ تضیعِ اوقات کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کسی زبان کی قواعد کا مطالعہ صرف ان لوگوں کے لیے ضروری ہے جو یہ زبان سیکھنا چاہتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ، طلبہ کو اپنی زبان میں صحیح جملے لکھنے کی مشق کرانے کے لیے قواعد کا علم جس قدر ضروری ہو بس اسی سے کام لیتے ہوئے انھیں چند اصطلاحیں بتا دینا کافی ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ مولوی عبد الحق قواعد اُردو کے مقدمے میں لکھتے ہیں :۔

"مجھے خوب یاد ہے کہ کئی سال کا عرصہ ہوا کہ میرے ایک دوست نے ایک جلسے میں تذکرۃً میری کتاب صرف ونحو اُردو کے متعلق کہا کہ انجمن اردو (حیدر آباد دکن) اِسے چھپوا دے تو بہت اچھا ہو۔ اِس پر ہمارے ایک عالم دوست نے فرمایا کہ صَرف ونحو کی کتابیں بچّوں کے لیے ہوتی ہیں۔ انجمن کی طرف سے ایسی کتابوں کا طبع ہونا ٹھیک نہیں۔" (۱)

اِس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولوی صاحب لکھتے ہیں :۔

"مجھے اس میں کلام ہے کہ صَرف ونحو کی کتابیں بچّوں کے لیے مخصوص ہیں بلکہ میری رائے میں انھیں اپنی زبان کی صرف ونحو پڑھانا مضر ہے۔ البتّہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایک زندہ اور جدید زبان کے لیے گریمر (صَرف ونحو) کی چنداں ضرورت

(۱) قواعدِ اُردو اورنگ آباد ایڈیشن 1936ء ص 4

نہیں ہوتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آخر گرامر کی ضرورت پڑی کیوں؟ جب ہم دُنیا کی مختلف
زبانوں پر نظر ڈالتے ہیں اور ان کے ادب کی تاریخ بغور پڑھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے
کہ ابتدا میں گرامر کی ضرورت اُس وقت واقع ہوئی جب کہ ایک زبان والوں نے
دوسری زبان کے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اوّل اوّل خود اہلِ زبان کو بھی اس کی
ضرورت محسوس نہیں ہوئی مثل دوسرے علوم وفنون کی ضرورت نے اسے بھی ایجاد کیا
اور زبان کے سب سے پہلے عملی نحوی وہ لوگ تھے جنھوں نے سب سے اول عملی طور پر
زبانوں کی تعلیم دی صرف ونحو کے قواعد کی تدوین انہیں معلم السنہ کا کام تھا۔" (1)

اس کے بعد مولوی عبدالحق نے تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ کس طرح یونانی، عربی، فارسی اور
اُردو پر قواعد کی کتابیں غیر زبان والوں نے لکھیں۔ اس سے واضح ہے کہ مولوی صاحب بھی یہی
سمجھتے تھے کہ قواعد کی افادیت صرف غیر زبان والوں کے لیے ہے، خود اہلِ زبان کے لیے نہیں۔ چونکہ
چند اہلِ اُردو نے بھی اُردو قواعد کی کتابیں لکھی ہیں اس لیے اس کی توجیہ کرتے ہوئے مولوی
صاحب فرماتے ہیں:۔

"صَرف و نحو کی ابتدا یا اُس کے متعلق جدوجہد ہمیشہ غیر قوم والوں کی طرف سے
ہوئی کیونکہ اہلِ زبان اس سے مستغنی ہوتے ہیں۔ یہی حال اُردو زبان کا ہوا۔ اس
کی صرف ونحو اور لغت کی طرف اوّل اوّل اہلِ یورپ نے بضرورت توجہ کی۔ اس کے
بعد جب اہلِ ملک نے یہ دیکھا کہ اِن لوگوں کو اُردو پڑھنے کا شوق ہے تو ان کی دیکھا
دیکھی یا ان کے فائدے کی غرض سے خود بھی کتابیں لکھنی شروع کیں۔ بعد ازاں جب
یہ زبان مدارس میں پڑھائی جانے لگی تو صرف طلبہ کے لیے کتابیں لکھی جانے لگیں۔
چنانچہ آج تک جس قدر کتابیں لکھی گئیں ان کی اصل غرض یہی تھی۔" (2)

مولوی صاحب نے بھی اپنی تصنیف "قواعدِ اُردو" اہلِ زبان کے لیے نہیں لکھی اور نہ اسکول کے
طلبہ کے لیے بلکہ اس کی اصلی غرض وغایت یہ تھی کہ غیر اُردو علاقوں میں اُردو زبان بگڑنے نہ پائے
اور سارے ملک میں اُردو کے معیاری لہجے کا تتبع کیا جائے۔ فرماتے ہیں:۔

---

(1) قواعدِ اردو، اورنگ آباد ایڈیشن 1936ء ص 4

(2) قواعدِ اردو ص 15 16

"اُردو زبان اب ملک کی عام اور مقبول زبان ہوگئی ہے اور ملک میں اکثر جگہ بولی جاتی ہے اور ہر جگہ سمجھی جاتی ہے۔ مُلک کی دوسری زبانیں خاص خاص خطوں میں محدود اور مخصوص ہیں۔ نیز اس زبان کو کچھ ایسے مقامات کے لوگ بھی پڑھتے اور سیکھتے ہیں جن کی یہ مادری زبان نہیں۔ اِس لیے یہ ضرورت واقع ہوئی کہ اِس زبان کے قواعد منضبط کیے جائیں اور مستند کتابیں لغت پر لکھی جائیں تاکہ زبان بگڑنے سے محفوظ رہے۔ میں نے اس کتاب کے لکھنے میں اس خیال کو مدِ نظر رکھا ہے اور صرف طلبۂ مدارس کی ضرورت کا لحاظ نہیں کیا ہے بلکہ زیادہ تر یہ کتاب اُن حضرات کے لیے ہے جو زبان کو نظرِ تحقیق سے دیکھنا چاہتے ہیں۔" (۱)

ہمارے خیال میں قواعد نویسی کا یہ مقصد نہیں کہ کسی معیاری زبان کے غائر مطالعے کے بعد کچھ ٹھوس اور جامع اصول وضع کر لیے جائیں اور ان کی پابندی پر اصرار کیا جائے۔ روایتی قواعد نے اب تک یہی کچھ کیا ہے۔ معیاری زبان بھی اُتنی ہی فطری ہوتی ہے جتنی غیر معیاری زبان جب ایک زبان کا دائرۂ استعمال پھیلتے پھیلتے دوسرے لسانی خطوں میں بھی در اندازی کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو اس زبان پر علاقائی اثرات کا پڑنا ایک ناگزیر امر ہے۔ چونکہ کسی لسانی خطے کی زبان اس خطے کی حاوی زبان ہوتی ہے۔ اس لیے وہ دو زبانی فرد جو اپنی علاقائی زبان کے علاوہ کوئی بین علاقائی زبان اپنے گھر میں استعمال کرتا ہے، مؤخر الذکر کو غیر شعوری طور پر اپنے علاقائی لہجے میں ادا کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اسی لیے لہجے اور لفظیات کے اعتبار سے پنجابی اُردو، میسوری اُردو، مہاراشٹری اُردو، اور مدراسی اردو آپس میں اتنی ہی مختلف ہوتی ہیں جتنی وہ یو۔پی کی معیاری اُردو سے مختلف ہیں۔ خود یو۔پی کا معیاری لہجہ بھی مغرب سے مشرق تک، اپنے پنجابی پن اور ہریانوی پن کا اظہار کرتا ہوا۔ بھاکا پن اور مشرق کی سمت میں اودھی پن کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہر لسانی خطے میں لہجے کے علاوہ تلفظ میں بھی فرق ہوتا ہے۔ کچھ صرفی و نحوی اختلافات بھی ہوتے ہیں اور متعلقہ علاقائی زبانوں کے کچھ محاورے غیر شعوری طور پر ترجمہ ہوکر بھی اِس پڑوسی زبان کا حصّہ ہوجاتے ہیں۔ قواعد کا اصل منصب اِن تمام فطری اختلافات کو بہ نظرِ حقارت دیکھ کر صرف معیاری زبان کے قواعد و ضوابط کو معیارِ صحت قرار دینا نہیں ہے۔ دراصل قواعد کا بنیادی مقصد بیانِ واقعہ ہونا چاہیے

---

(۱) قواعدِ اردو ص ۱۵۔

توضیح وتشریح سے آگے قدم رکھ کر اس کا یہ حکم لگانا کہ فلاں استعمال قواعد کے خلاف ہے اور فلاں نہیں اس کے لیے کسی طرح مناسب نہیں۔ زبان تغیر پذیر نامیہ ہے۔ اگر وہ ایک طرف زمانی سفر میں بدلتی رہتی ہے تو دوسری طرف مکانی سفر میں بھی تغیرات سے دوچار ہوتی ہے۔ اس لیے ہونا تو یہ چاہیے کہ اُردو زبان کی تمام علاقائی قسموں پر علیحدہ علیحدہ قواعد کی کتابیں لکھی جائیں اور علاقائی اختلافات کو مطالعے کا مرکز بنا کر معیاری زبان سے ان کا مقابلہ کیا جائے۔ یہی نہیں بلکہ ایک ہی علاقے میں مختلف تہذیبی سطحوں پر بولی جانے والی اُردو کے قواعد وضوابط بطور استقرا منضبط کیے جائیں۔ اُردو میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا کتابچہ 'کرخنداری اردو' اس سمت میں بڑا اہم قدم ہے۔ قواعد لہٰذا ایسی معیاری اُردو کو مطالعے کا مرکز قرار دے کر صرف اس کی توضیح پر اکتفا کیا گیا ہے اور کہیں بھی معیارِ صحت قائم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔

مولوی صاحب کے اِس خیال سے متفق ہونا مشکل ہے کہ کسی زبان کی صَرف ونحو اہلِ زبان کے لیے غیر ضروری ہوتی ہے۔ اگر صرف ونحو کا کام صرف کسی بین علاقائی زبان کو بگڑنے سے بچانا ہی ہو تو پھر ملک کی ان دوسری زبانوں کی صرف ونحو کی تالیف ایک لایعنی عمل ہوگی جو مولوی صاحب کے الفاظ میں خاص خاص خطّوں میں محدود اور مخصوص ہیں، یعنی جو لوگ اِن علاقائی زبانوں کو سیکھنے کی ضرورت محسوس کریں گے وہی ان کی صرف ونحو بھی لکھیں گے، ورنہ اہلِ زبان کو اس سے کوئی سروکار نہیں، حالانکہ یہ طرزِ فکر کسی طرح درست نہیں کہلایا جاسکتا۔ کسی زبان کی قواعد اُس زبان کے استعمال کرنے والوں کے لیے بھی اُتنی ہی ضروری ہے جتنی غیر زبان والوں کے لیے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ غیر زبان والوں کے لیے جو قواعد لکھی جاتی ہے جیسے تقابلی قواعد، دوزبانی قواعد یا تخالفی قواعد، اس کا انداز اہلِ زبان کے لیے لکھی جانے والی قواعد سے مختلف ہوتا ہے۔ قواعد لہٰذا اہلِ زبان کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس لیے آیئے پہلے یہ معلوم کریں کہ قواعد کس طرح اہلِ زبان کے لیے بھی ضروری ہوتی ہے۔

اِس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اہلِ زبان پیدائشی قواعد داں ہوتے ہیں۔ پھر سوال یہ ہے کہ جب مادری زبان میں مہارت حاصل کرنے کے لیے اُن اصولوں کی شعوری واقفیت ضروری نہیں جن کے تحت اِس زبان میں جملوں کی تعمیر ہوتی ہے اور جب ایک شخص کسی دوسرے لسانی فرقے میں ایک عرصے تک رہ کر اُس فرقے کی زبان میں اہلِ زبان کی سی مہارت حاصل کرسکتا ہے تو پھر اُس کے لیے اِس زبان کی قواعد کا جاننا چہ ضرور ہے بالخصوص اِس صورت میں جب

قواعد گھر بیٹھے کسی کو زبان نہیں سکھا سکتی اور زبان پہلے ہوتی ہے اور قواعد بعد میں کیونکہ زبان سے قواعد کے اصول وضع کیے جاتے ہیں۔ قواعد کے اصولوں سے زبان نہیں بنتی تو غرض یہ ہے کہ کسی زبان کے پس منظر میں کام کرنے والے اصولوں کا شعوری علم خود اہلِ زبان کے لیے اظہار و بیان کی نئی نئی راہیں تلاش کرنے اور اس زبان میں ابہام کی پیچیدگیوں سے بچ کر صراحت اور نفاست پیدا کرنے کی سمت میں ایک بڑا قدم ہے۔ کسی زبان کی غیر شعوری واقفیت اس زبان کے لسانی مزاج کا شعور نہیں دیتی اور نہ وہ بصیرت عطا کرتی ہے جو اپنی زبان کو دنیا کی مختلف النوع زبانوں کے محاذی رکھ کر دیکھنے سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس سے نہ تو اپنی زبان کو تاریخی تسلسل میں دیکھنے والی نظر ملتی ہے اور نہ ہی اپنی زبان کے حدود اور وسعتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ جہاں تک کسی نئی زبان کے سیکھنے کا تعلق ہے، قواعد کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن خود اپنی زبان کی قواعد کا شعوری علم کسی دوسری نئی زبان کی قواعد سمجھنے میں، چاہے یہ قواعد کتنی ہی مختلف بلکہ متضاد کیوں نہ ہو، مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔ عمل انہضام کی پیچیدگیوں کا علم رکھے بغیر بھی ہم کھانا ہضم کر لیتے ہیں لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عمل انہضام کا علم ہمارے لیے قطعی غیر ضروری ہے۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ کسی زندہ زبان کو قواعد کے اصولوں میں جکڑا نہیں جا سکتا لیکن یہ اعتراض تو روایتی قواعد پر وارد ہو سکتا ہے جو ہدایتی اور امتناعی ہوتی ہے اور جو نہ صرف صحیح بولنے اور لکھنے کے قوانین وضع کرتی ہے بلکہ کسی قدیم کلاسیکی زبان کی قواعد کے نمونے پر اپنی زبان کی قواعد وضع کر کے صحت و غلطی کا معیار قائم کرتی ہے لیکن جدید قواعد صرف اصول دریافت کرتی ہے اور کسی اصول سے انحراف کو، اگر اسے وسیع تر جماعت کی تائید حاصل ہو۔۔۔ تو تسلیم بھی کرتی ہے۔ وہ قوانین نہیں بناتی بلکہ اصول دریافت کرتی ہے۔ ان تمام دلائل سے قطع نظر، غیر شعوری علم کو شعور کی سطح پر لانے کے اپنے فوائد ہیں جن کے دور رس اثرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کسی زبان کا سائنٹفک مطالعہ اسی وقت ممکن ہے جب اس مطالعے کی بنیاد شعوری علم پر ہو۔ اسی لیے ایک کثیر زبان کا جو مختلف زبانوں میں بے تکان گفتگو کر سکتا ہے، ماہر لسانیات ہونا ضروری نہیں۔ غرض کسی زبان کی مزاج شناسی کے لیے اس کے ذخیرۂ الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کی قواعد کا مطالعہ اہلِ زبان کے لیے بھی ضروری ہے۔

چونکہ اہلِ زبان اپنی زبان کے پیچ و خم کا شعوری علم نہیں رکھتے اس لیے اسے شعور کی سطح پر لانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنی زبان کی قواعد کا مقابلہ دوسری زبانوں کی قواعد سے کیا جائے۔ اس متضاد پس منظر میں ہمیں معلوم ہو سکتا ہے کہ ہماری طرزِ گفتگو کے نقش و نگار کیا ہیں۔ لنکا میں جہاں سب

باون گز کے ہوتے ہیں کوئی خود کو دراز قامت نہیں سمجھ سکتا۔ غیر شعوری حقیقت کا شعوری ادراک مسلمات سے نہیں، تضادسے حاصل ہوتا ہے۔ اسی لیے اِس قواعد میں حسب موقع دُنیا کی مختلف النوع زبانوں سے مثالیں دے کر ان کا مقابلہ اپنی زبان کے فعلی طرزِ عمل سے کیا ہے۔ یہ وہ طریقۂ کار ہے جس کی وکالت یسپرسن نے اپنی مایۂ ناز تصنیف The Philosophy of Grammar (فلسفۂ قواعد) میں کی ہے۔ لیکن چونکہ یہ تقابلی قواعد نہیں ہے اس لیے اس طرح کی مثالیں کم سے کم دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ ہم نے لسانیات کا ایک اور طریقۂ کار اپنایا ہے یعنی حسب موقع اپنی ہی زبان کے جملوں کو عمداً توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے تاکہ ہم اِن غیر مانوس اور غلط جملوں کا مقابلہ اپنی زبان کے فطری جملوں سے کر کے اِن کے فطری پن کا شعور حاصل کریں۔ اِن غلط جملوں کو ممتاز کرنے کے لیے اِن پر ستارے * کا نشان بنایا گیا ہے۔

جدید لسانیات کا یہ بہت بڑا اکتساب ہے کہ اس نے تحریری زبان کو نظر انداز کر کے صرف تقریری زبان ہی کو سب کچھ سمجھا ہے چونکہ ابتدا سے علمِ زبان کی باگ ڈور لازمی طور پر پڑھے لکھوں کے ہاتھوں میں رہی ہے۔ اس لیے اِن پڑھے لکھوں نے غیر شعوری طور پر زبان کی مکتوبی شکل کو اپنے سامنے رکھ کر اسی شکل میں اس کا مطالعہ کیا اور اس کی بول چال والی شکل کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ یہ دریافت کہ اصل زبان بول چال کی زبان ہے، اس کی تحریری شکل نہیں، صدیوں کے بعد حاصل کی ہوئی کمائی ہے۔ خود تقابلی لسانیات اور اپنے موضوع کی نوعیت کی بنا پر تاریخی لسانیات بھی مکتوبی زبان ہی کو سب کچھ سمجھتی رہی۔ یہ لسانی شعور رفتہ رفتہ پیدا ہوا کہ اصل زبان وہ نہیں جو تحریر میں بند یا جیسا کہ ہم کہتے ہیں، "قلمبند ہوتی ہے بلکہ اصل زبان وہ ہے جو آواز کے ذریعے متکلم سے سامع تک پہنچتی ہے۔ اگرچہ مولوی عبد الحق نے قواعد اُردو میں اِس اصول کو تسلیم کیا ہے اور تقریری زبان کو تحریری زبان پر بجا طور پر فوقیت دیتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ:

"زندہ زبان کے قواعد نویس کو سب سے اوّل بول چال کا خیال رکھنا چاہیے اور اسی سے قاعدے بنانے چاہئیں"۔ (1)

لیکن خود وہ تحریر کے سحر سے آزاد نہیں ہو سکے اور انھوں نے اپنی قواعد میں "ہجا" کے تحت اُردو فارسی اور عربی کے مشترکہ حروف کا ازنقا پیش کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ تحریری علامتوں جیسے جزم، سکون، تشدید اور تنوین وغیرہ سے بحث کی ہے، حروف شمسی و قمری کا ذکر کیا ہے اور زبر زیر وقاف کا ایک باب قائم کیا ہے لیکن ہم نے اس قواعد میں زبان کی مکتوبی شکل سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف اس کے تقریری

پہلو کو سامنے رکھا ہے اور اس سلسلے میں ° شُسر لہر نے بطورِ خاص زور دیا ہے۔

زبان خارجی اور حقیقی دُنیا کی ترجمان ہوتی ہے۔ لیکن اِس ترجمانی کی اصل نوعیت ایک طویل عرصے تک غلط فہمی کا شکار رہی ہے۔ ایک زمانے تک علمی حلقوں میں یہ سمجھا جاتا رہا کہ زبان حقیقی اور خارجی دُنیا کی ہو بہو نمائندگی کرتی ہے۔ یہ وہ مغالطہ ہے جس نے ایک عرصے تک قواعد کو اپنے بنیادی مقصد کے حصول سے محروم رکھا۔ کچھ صدیوں قبل تک قواعد کو ° اطلاقی منطق سمجھا جاتا تھا۔ ارسطو نے غالباً پہلی بار "اسم" اور "فعل" کی منطقی تعریفیں وضع کیں۔ چونکہ قدیم فلسفی اس مغالطے کا شکار تھے کہ نہ صرف قوانین قدرت بلکہ ان کی طرح زبانیں بھی منطقی اصولوں کی پابند ہوتی ہیں اس لیے ایک زمانے تک ° اجزائے کلام کی منطقی تعریفیں پیش کی جاتی رہیں۔ یہی نہیں بلکہ یونانی اور لاطینی زبانیں منطقی اعتبار سے کامل زبانیں فرض کی گئیں اور ان کی قواعد کا اطلاق ایسی زبانوں پر بھی کیا جانے لگا جو ساخت کے اعتبار سے یونانی اور لاطینی سے مختلف تھیں۔ قواعد کو منطق قرار دینے کے سلسلے میں جان اسٹیورٹ مِل کا یہ قول دلچسپی سے خالی نہیں:

> "ذرا ایک لمحے کے لیے سوچیے۔ قواعد ہے کیا؟ یہ منطق کا بنیادی جُزو ہے۔ اس سے عملِ تفکر کے تجزیے کی ابتدا ہوتی ہے۔ قواعد کے اصول اور قاعدے زبان کی ہیئتوں کو خیال کی آفاقی ہیئتوں سے ہم آہنگ کر دیتے ہیں۔ اجزائے کلام میں امتیاز کرنا دراصل صرف الفاظ میں نہیں بلکہ خیال کے مختلف زُمرات میں امتیاز قائم کرنا ہے۔ ہر جملے کی ساخت کا مطالعہ منطق کا درس ہے۔" (۵)

قواعد کو منطق کے تابع قرار دینے اور زبان کو حقیقی کائنات کا عکس سمجھنے کا یہ بھی نتیجہ نکلا کہ روایتی قواعد میں اجزائے کلام کی ° درجہ بندی کے سلسلے میں صرف معنوی اقسام کو معیار بنایا گیا اور اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا کہ الفاظ جملوں کی شکل ہی میں خارجی دُنیا کی نمائندگی کرتے ہیں لیکن اُنیسویں صدی میں مختلف زبانوں کے ° یک زمانی و مطالعے اور تقابلی لسانیات کی ترقی نے قواعد سے متعلق اس نقطۂ نظر کو کہ وہ منطق کے مماثل ہے حرفِ غلط قرار دے دیا اور یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ قواعد کے اصول منطق کے پابند نہیں ہوتے۔ ہنری سویٹ غالباً پہلا شخص ہے جس نے قواعدی اور منطقی اقسام کی عدم مطابقت پر زور دے کر علمِ قواعد میں سائنٹفک رُوح پھونکی۔ آٹو ییسپرسن نے سویٹ کے ° ہیئت ° وظیفہ اور معنی والے طریقۂ کار کو آگے بڑھایا اور ان تینوں کے درمیان زیادہ بہتر طریقے سے امتیازات قائم کیے۔ اس کی تصنیف "فلاسفی آف گریمر" "علم قواعد نویسی میں سنگِ میل

---

(۵) منقول از فلاسفی آف گریمر، [illegible] ایڈیشن ۱۹۷۵ء، لندن، ص ۴۷

کی حیثیت رکھتی ہے۔ یسپرسن نے جملے میں الفاظ کی ہیئت اور ان کے وظائف پر خاص طور پر زور دے کر یہ بتایا ہے کہ خارجی دُنیا کچھ اور ہوتی ہے اور اس کی ترجمانی ہر زبان اپنے اپنے طور پر کرتی ہے اور یہ ترجمانی منطقی اصولوں کی پابند نہیں ہوتی بلکہ صرف لسانی عادتوں اور لسانی روایات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ وہ نقطۂ نظر ہے جو قواعد کو حقیقت کی زمین فراہم کرتا ہے۔ یسپرسن نے "نحوی زمرات کو "آواز کی دنیا" اور "خیالات کی دُنیا" کی درمیانی کڑی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ نحوی زمرات دو مکھی دیوتا جینس کی طرح ہیئت پر بھی نظر رکھتے ہیں اور معنی پر بھی۔ لیکن معنوی دُنیا کا راستہ بڑا دشوار گزار ہی نہیں بلکہ غیر یقینی بھی ہے۔ "تصور"، "خیال" اور "انفرادی خیال"۔ "مین۔ وغیرہ ایسی اصطلاحیں ہیں۔ جو اتنی واضح نہیں جتنی طبیعی علوم کی اصطلاحیں ہیں۔ اس لیے یسپرسن نے قواعد میں 'اجزائے کلام' کے نظریے کو اصولی طور پر تسلیم کرنے کے باوجود روایتی قواعد کی اکثر ناقص معنوی تعریفوں پر معقول اعتراضات کیے لیکن وہ خود بہتر مُتبادل تعریفیں بھی پیش نہیں کر سکا۔ اس طرح یسپرسن نے "ساختی لسانیات کے اس طریقۂ کار کے لیے راہ ہموار کی جس میں "معنوی زُمرات کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

یسپرسن کے تذبذب کو تیقن میں ڈھالنے والوں میں بلوم فیلڈ میر کارواں کی حیثیت رکھتا ہے جو ساختی لسانیات کا پیرِ مغاں ہے۔ بلوم فیلڈ اس نتیجے پر پہنچا کہ اگرچہ ساخت معنی پر دلالت ضرور کرتی ہے لیکن لسانی تجزیے کی بنیاد صرف معنی پر رکھنے سے زبانوں کی ساخت کے سمجھنے میں کوئی مدد نہیں ملتی۔ یسپرسن نے خارجی دنیا اور لسانی دُنیا کی عدم مطابقت پر زور دیا تھا لیکن بلوم فیلڈ نے معنوی دُنیا اور لسانی دُنیا کی عدم مطابقت کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ دونوں حضرات زبان کے دو اہم پہلوؤں یعنی 'معنیت' اور "قواعدیت' میں حدِ فاصل قائم کرتے ہیں اور یہی وہ بُنیادی نکتہ ہے جسے روایتی قواعد یکسر نظر انداز کرتی آئی ہے حالانکہ جب تک اس امتیاز کو ملحوظ نہ رکھا جائے، کسی بھی زبان کی قواعد اپنا اصل مُدعا حاصل نہیں کر سکتی۔ بلوم فیلڈ قواعد میں صرف ہیئتی اقسام کی افادیت کا قائل ہے اور وہ اُن کی معنوی تعریفوں سے حتی الامکان گریز کرتا ہے لیکن اسے ہیئتی اقسام کے معنوی پہلوؤں سے انکار نہیں اس کا صرف یہ کہنا تھا کہ ان اقسام کے [illegible] کی تعریف ماہرینِ لسانیات کے بس کا کام نہیں۔ لیکن بلوم فیلڈ کے پیروؤں نے آگے چل کر ہیئتی اقسام کی متناسب معنوی اقسام ہی کو مطلق نظر انداز کر دیا اور قواعد میں صرف ہیئت اور "تفاعل کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اگر روایتی قواعد میں ہیئتی اور معنوی اقسام میں خلط مبحث کر کے معنوی اقسام پر پوری توجہ صرف کرنے کی غلطی کی گئی تو "ساختی قواعد سے اسی نوعیت کی غلطی

دوسری سمت میں یعنی معنوی پہلوؤں کو یکسر نظر انداز کرنے کی صورت میں سرزد ہوئی۔

ساختی قواعد کی اس ہیئت پرستی کا ردّ عمل° تبادلی قواعد کی شکل میں رونما ہوا جس کی بہترین نمائندگی نوم چامسکی نے کی۔ چامسکی کی کتابوں نے علم قواعد نویسی میں ایک انقلابِ عظیم برپا کر دیا۔ تبادلی قواعد کی رو سے ساختی قواعد صرف° بالاسطحی قواعد ہے۔ اس کے برخلاف تبادلی قواعد زبان کی دو سطحوں پر زور دیتی ہے۔ ایک اندرونی سطح اور دوسری بیرونی سطح۔ چامسکی کا کہنا ہے کہ اندرونی سطح پر دنیا کی تمام زبانیں مماثل ہوتی ہیں۔ اور بیرونی سطح پر ان میں جو جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں وہ ہر لسانی فرقے کے لیے مخصوص ہوتی ہیں جس کی وجہ سے زبانوں کی قواعدوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ اختلافات سطحی ہوتے ہیں اس لیے ایسی° کلیاتی قواعد کی تشکیل ممکن ہے جس کا اطلاق دنیا کی ہر زبان پر ہو سکے۔ چونکہ ساختی قواعد اپنا مطالعہ صرف بیرونی سطح تک محدود رکھتی ہے، اس لیے وہ ساخت کے اعتبار سے مماثل لیکن معنی کے اعتبار سے مختلف جملوں کی توضیح سے قاصر رہتی ہے۔ اس لیے تبادلی قواعد نویس زبان کی بالاسطحی قواعد کے ساتھ ساتھ اس کی تہ نشین قواعد کو بھی اہمیت دیتے ہیں مثلاً یہ جملے دیکھیے:

(1) احمد کی یاد نے ہمیں خوش کر دیا۔

(2) احمد کی آمد نے ہمیں خوش کر دیا۔

ساخت کے اعتبار سے یہ جملے مماثل ہیں لیکن یہ مماثلت صرف سطحی ہے کیونکہ پہلے جملے میں معنوی سطح پر 'یاد' کا کام احمد نہیں انجام دے رہا ہے جبکہ دوسرے جملے میں 'آمد' کا کام احمد سے صادر ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تہ نشین قواعد کی رو سے یہ دونوں جملے مختلف ہیں اور دو مختلف باتوں کی ترجمانی کر رہے ہیں اسی طرح مندرجۂ ذیل جملے تہ نشین قواعد کے اعتبار سے مختلف ہیں:

(1) یہ راستہ بمبئی کو جاتا ہے

(2) یہ راستہ احمد کو معلوم ہے

اِن دونوں جملوں میں جو ساخت کے اعتبار سے یکساں ہیں قواعدی اور معنوی دونوں سطحوں پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ پہلے جملے میں بمبئی متعلق فعل ہے لیکن دوسرے جملے میں احمد متعلق فعل نہیں بلکہ ° جعلی فاعل (اس اصطلاح کے لیے دیکھیے 5 ء 5 ص 232) ہے۔

تبادلی قواعد کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ قواعد میں جملے کو بنیادی قرار دیتی ہے۔ چامسکی کا کہنا ہے کہ قواعد صحیح معنوں میں وہی ہے جو° جملہ سازی کے گُر سکھاتی ہے۔ جب ہم کوئی زبان سیکھتے
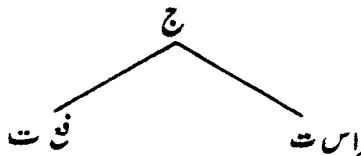
ہیں تو در اصل اس زبان میں جملے بنانے کے گُروں سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ ہر زبان جملوں کی لامحدود تعداد پر مشتمل ہوتی ہے لیکن اگر ایک آدمی کسی زبان میں بے شمار جملے ادا کرسکتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے یہ تمام کے تمام جملے ازبر ہوتے ہیں۔ وہ اپنی قوتِ حافظہ سے مدد ضرور لیتا ہے لیکن صرف الفاظ قوتِ حافظہ کے مرہونِ منت ہو سکتے ہیں، جملے نہیں جملوں کی تعمیر کے پس پردہ کچھ اصول کارفرما ہوتے ہیں جنھیں اہلِ زبان غیر شعوری طور پر استعمال کرتے رہتے ہیں اور اپنے محدود ذخیرۂ الفاظ سے لامحدود جملے بنا سکتے ہیں۔ لامحدود جملوں کا یہ مطلب نہیں کہ جملوں کی قسمیں بھی لامحدود ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف قسم کے جملوں کے تحت، کام کرنے والے اصولوں کی تعداد محدود ہوتی ہے۔ اسی لیے تبادلی قواعد کی رو سے مطالعۂ زبان کے سلسلے میں سب سے زیادہ توجہ کی مستحق اُن اصولوں کی دریافت وتفہیم ہے جن کی مدد سے مختلف قسم کے جملے تشکیل پاتے ہیں۔ تبادلی قواعد اس بات پر زور دیتی ہے کہ ہر زبان کے بے شمار جملے صرف ان جملوں سے مشتق ہوتے ہیں جنھیں اصطلاح میں "پُر مغز" یا "اصلی جملے" کہا جاتا ہے۔ اصلی جملے صرف بیانات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان بیانات کا تبادل استفہام، نفی، امر، مجہول اور مرکب و پیچیدہ جملوں میں ہوتا ہے۔ اس تبادل کی تہ میں کچھ اصول کارفرما ہوتے ہیں جن کی دریافت تبادلی قواعد کی اصل غرض وغایت ہے۔ تبادلی قواعد کی رو سے ایک جملہ دوسرے قسم کے جملے میں جن قاعدوں کے تحت منتقل ہوتا رہتا ہے انھیں بازتحریری قاعدوں کی شکل میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ انھیں "ترکیبی ساخت کے قاعدے" بھی کہتے ہیں۔ اس کا اردو مخفف ت۔ قاعدہ کہلایا جاسکتا ہے
انھیں "ترکیبی ساخت کے قاعدے" بھی کہتے ہیں۔ اس کا اردو مخفف ت۔ قاعدہ کہلایا جاسکتا ہے۔
ت۔ قاعدے کو خاکے کی شکل میں بھی لکھتے ہیں جسے شجرۂ اشتقاق یا ترکیب نشان بھی کہتے ہیں۔ تبادلی قواعد میں فارمولوں کا استعمال ہوتا ہے جن میں مخففات استعمال کرتے ہیں جیسے ج برائے جملہ، اس ت برائے اسمی ترکیب، فع ت برائے فعلی ترکیب۔ مثلاً اگر یہ کہنا ہو کہ جملہ فاعل اور خبر پر مشتمل ہوتا ہے تو اُسے یوں لکھتے ہیں:۔

جملہ ←—— فاعل + خبر

جملہ ←—— اسمی ترکیب + فعلی ترکیب

ج ←—— اس ت + فع ت

علامتِ تیر (←——) کے معنی ہیں "اس طرح دوبارہ لکھو"۔ اسے بازتحریری قاعدہ کہتے ہیں۔ اِس قاعدے کو شجرۂ اشتقاق کی شکل میں اس طرح دکھا سکتے ہیں:۔

جب کوئی قاعدہ جملے پر منطبق کیا جاتا ہے تو ہم جملے کے ایک مرحلے پر پہنچتے ہیں جو اس کا نتیجہ ہوتا ہے اسے اشتقاق کا مرحلہ کہتے ہیں مثلاً ایک جملہ ہے :

'لڑکی کھڑی ہے'۔

اِسے اِس طرح لکھیں گے :

قاعدہ بعدِ انطباق	اشتقاق
	ج
ج ← اِس ت + فع ت	اِس ت + فع ت
اِس ت ← لڑکی	لڑکی + فع ت
فع ت ← کھڑی ہے	لڑکی + کھڑی ہے

علامت جمع (+) کی جگہ بعض قواعد نویس خط (ـــ) استعمال کرتے ہیں اور بعض صرف خالی جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اشتقاق کے مرحلے میں ایک وقت میں صرف ایک قاعدہ منطبق کیا جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں جو مرحلہ ہاتھ لگتا ہے اسے لکھا جاتا ہے۔

ہم نے تبادلی قواعد کے اِس تصور کو قبول کیا ہے کہ 'اصلی جملوں' سے مختلف قسم کے جملے مشتق ہوتے ہیں البتہ 'اصلی جملے' کی جگہ ہم نے 'مفرد بیانیہ ایجابی جملے' کو اساس بنایا ہے۔ اس اختلاف کی توجیہ حسبِ موقع کی گئی ہے (دیکھیے 4 ، 6)۔ تبادلی قواعد کی رو سے باز تحریری قاعدے بذاتِ خود جملے نہیں ہوتے اور نہ جملوں کی تولید کرتے ہیں۔ یہ 'زنجیروں' کی تولید کرتے ہیں جو جملوں کی تہہ میں چھپے ہوئے 'صرف صوتیے' ہوتے ہیں۔ تبادلی قواعد میں ہر جملے کے زنجیرے کا پتہ لگایا جاتا ہے جسے پھر اشتقاق کے ہر مرحلے سے گزار کر جملے میں منتقل کرنا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے باز تحریری قاعدے اِس قدر طویل مرحلوں سے گزرتے ہیں کہ بعض صورتوں میں تجزیہ و تالیف کے یہ مرحلے کارِ لاطائل معلوم ہوتے ہیں۔ ممکن ہے یہ طریقۂ کار انگریزی زبان کے لیے مناسب ہو جس میں اصلی جملے کا منفی، استفہام اور مجہول میں "تبادل" اردو کے مقابلے میں پیچیدہ ہے۔ اس کے علاوہ انگریزی زبان میں ساخت کے اعتبار سے "مبہم جملے" اردو کے مقابلے میں زیادہ پائے جاتے ہیں اور چونکہ تبادلی قواعد مبہم ساخت والے

جملوں کی تحلیل میں زیادہ کارگر ثابت ہوئی ہے۔ اس لیے اس طرز کی قواعد اُردو کے حق میں شاید اسی قدر مفید ثابت نہ ہو۔ اس کے علاوہ تبادلی قواعد کا نقطۂ آغاز ہی نحو ہے اور وہ صرفیات سے صرفِ نظر کرتی ہے۔ چونکہ انگریزی اردو کے مقابلے میں زیادہ تحلیلی ہے اس لیے اس زبان کی قواعد تو نحو سے شروع ہو سکتی ہے لیکن اردو کا صرفی نظام انگریزی کے مقابلے میں قدرے پیچیدہ ہے۔ اس لیے اسے نظر انداز کیے بغیر ہم اردو نحو تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس لیے بھی تبادلی قواعد اردو کے حق میں زیادہ مفید نہیں ثابت ہو سکتی۔

ہم ذاتی طور پر اجزائے کلام کو صرف ہیئتی اقسام میں منقسم کرنے کے حق میں ہیں اور ہر ایسی معنوی قسم کو 'جزوِ کلام' کا درجہ دینے کے خلاف ہیں جو کسی زبان ـــ اور اس مقصد کے پیشِ نظر ہماری اُردو زبان ـ میں امتیازی طور پر ہیئتی قسم کا روپ نہیں دھارتی اور نہ اظہارِ معنی کے عمل میں کوئی قواعدی وظیفہ انجام دیتی ہے۔ اسی لیے آپ کو قواعدِ ہذا میں اقسام اسم میں 'اسم خاص' کے تحت 'خطاب'، 'لقب'، 'عرف'، اور تخلص جیسی صرف معنوی امتیازات والی ذیلی قسموں کا ذکر نہیں ملے گا۔ اُردو میں اسم خاص کی معنوی تقسیم سے لفظ کی ہیئت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور نہ اس کا مخصوص طرزِ عمل ہوتا ہے جیسے انگریزی اور عربی میں اسمِ خاص سے پہلے حرفِ تخصیص The یا 'ال' کا بالترتیب استعمال ہوتا ہے اور فارسی میں اسمِ عام کے ساتھ یائی نکرہ استعمال کی جاتی ہے۔ اس لیے اصولی طور پر اسم خاص کو اسم کی ہیئتی قسم میں جگہ نہیں ملنی چاہیے تھی لیکن چونکہ اُردو قواعد میں اسمِ خاص کی جمع نہیں آتی (جب تک کہ وہ استعارۃً اسم عام کے طور پر استعمال نہ ہو) اس لیے ہم نے اسم خاص کو اسم کی ہیئتی قسم کا درجہ دیا ہے۔ یہی حال اسم مادہ کا ہے۔

قواعدِ ہذا میں آپ کو اسم کی حالتوں، کا ذکر نہیں ملے گا۔ 'حالت'، اسم یا ضمیر میں اس ہیئتی تبدیلی کو کہتے ہیں جو اس میں اس کے قواعدی وظیفے کے اعتبار سے بذریعۂ تصریف پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ ہر زبان اس تصریفی تبدیلی کے ذریعے حالت کا اظہار کرنے یا نہ کرنے میں آزاد ہوتی ہے اس لیے ہر زبان کی حالتوں کی تعداد کم و بیش ہوا کرتی ہے۔ عربی میں تین حالتیں ہیں، سنسکرت میں آٹھ، لاطینی میں سات اور فنیش میں پندرہ حالتیں پائی جاتی ہیں۔ حالت دراصل تصریفی زبانوں کی خصوصیت ہے اور خاص خاص حالتوں کے لیے جن کا معیار معنوی ہوتا ہے خاص خاص تصریفی لاحقے (یا عربی جیسی داخلی تصریفی زبان میں خفیف مصوتے) استعمال کیے جاتے ہیں جو کبھی کبھی بے ضابطہ بھی ہوتے ہیں، مثلاً لاطینی میں اسم غیر جنس حالتِ مفعولی میں وہی شکل رکھتا ہے جو حالتِ فاعلی میں اور فاعلی اور نصبی

حالتوں میں اس کی تعداد جمع ایک سی ہوتی ہے۔ یہی حال دوسری زبانوں کا ہے جن میں تصریفی لاحقوں کا استعمال بے ضابطہ ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جن تحلیلی یا نیم تحلیلی زبانوں میں اسم کے اندر اس طرح کی تصریفات نہیں ہوتیں، صرف معنوی بنیادوں پر اسم کی حالتوں کا ذکر کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ مولوی عبدالحق اس کے حق میں ہیں۔[1] لیکن ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے اپنے ایک مقالے مطبوعہ اردو 1922ء میں اُردو اسمائی صرف دو حالتیں بتائی ہیں۔ قائم اور محرف اور یہ درست بھی ہے اس لیے ہم نے اسم کی حالتوں کے ذکر سے گریز کیا ہے لیکن چونکہ اردو ضمائر کی حالتیں ہوتی ہیں اور ہم حالت کے تصور سے گریز کرنا چاہتے ہیں اس لیے اُردو ضمائر کے سلسلے میں ہم نے بجائے یہ کہنے کے کہ فلاں ضمیر حالتِ فاعلی، حالتِ مفعولی یا حالتِ اضافی میں ہے ہم نے ان ضمائر کے نام ہی 'ضمیر فاعلی'، 'ضمیر مفعولی'، اور 'ضمیر اضافی' رکھے ہیں۔ 'حالت' کو جہاں تک اُردو کا تعلق ہے، صرف معنوی قسم قرار دینا قطعی غیر ضروری ہے کیونکہ جب تک ہیئت میں اس کا اظہار نہ ہو قواعد میں صرف معنوی قسم کا ذکر لایعنی ہے۔

قواعد نویسی کے سلسلے میں عام طور پر بالخصوص روایتی قواعد میں خارجی دُنیا؛ معنوی دُنیا؛ اور لسانی دُنیا میں امتیاز قائم نہیں کیا جاتا اور خارجی دُنیا کو معنوی اور معنوی کو لسانی دُنیا سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اِن تینوں دُنیاؤں میں بنیادی فرق ہے اور جب تک اِس اختلافِ مدارج کو مدِنظر رکھا نہ جائے اُس وقت تک کسی زبان کے نحوی اور معنوی زمرات کے باہمی رشتوں کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی قواعدی زمرات کا صحیح تصور ذہن میں اُبھر سکتا ہے۔ دراصل حیوانِ ناطق کی حیثیت سے ہم بیک وقت اِن تین دُنیاؤں سے دوچار ہوتے ہیں (1) خارجی دُنیا (2) معنوی دُنیا اور (3) لسانی دُنیا۔ عام طور پر اِن تینوں کو ایک ہی حقیقت سمجھ لیا جاتا ہے اور ہم یہ بات غیر شعوری طور پر فرض کر لیتے ہیں کہ ہم جو کچھ دیکھتے سُنتے یا کسی اور طریقے سے محسوس کرتے ہیں وہی اصلی خارجی دُنیا ہے۔ حالانکہ ہم جس دُنیا سے صحیح معنوں میں دوچار ہوتے ہیں وہ معنوی دُنیا ہے اور خارجی دُنیا معنوی دُنیا میں داخل ہو کر کچھ کا کچھ بن جاتی ہے۔ کائنات میں ربط و تنظیم انسانی شعور کا عکس ہے۔ زمان و مکان کا تصور خارج میں موجود نہیں۔ لیکن اسی بصیرانہ تصور کی بنیاد پر تصورِ کائنات (جسے ہم سہل انگاری کی بدولت اصل کائنات سمجھ لیتے ہیں) کی عمارت قائم ہے۔ ذہنِ انسانی تعمیمات، کلیات قواعد و ضوابط اور نشو و نما کی جہتیں متعین کر کے دیوانے کے خواب کو بساط بھر بامعنی بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ بقولِ اقبالؔ:

---

(1) تفصیل کے لیے دیکھیے قواعدِ اُردو ص 160-159 –

ہستی و نیستی از دیدن و نادیدن من ⁂ چہ زمان و چہ مکان شوخی افکار من است

یہ صرف عینی فلسفیوں کی خیال آرائی نہیں ہے بلکہ تھوڑی ترمیم کے بعد جدید ترین سائنس بھی اسی عینی نقطۂ نظر کی تائید پر آمادہ نظر آتی ہے۔ انسان اسی معنوی دُنیا کا اظہار زبان کے ذریعے کرتا ہے اور اس طرح اس معنوی دُنیا سے الگ تھلگ ایک نئی دُنیا تعمیر کرتا ہے جسے ہم نے "لسانی دنیا" کہا ہے۔ اگر وہ معنوی دُنیا سے غیر شعوری طور پر دوچار ہوتا ہے تو لسانی دُنیا سے اس کی آگاہی شعور کی سطح پر ہوتی ہے۔ لیکن یہ لسانی دنیا اس کی معنوی دُنیا سے مختلف ہوتی ہے۔ انسان اپنی معنوی دُنیا کی ترجمانی کے لیے آوازی علامتیں استعمال کرتا ہے۔ اسی لیے معنوی دُنیا کے تصورات اور ان کی نمائندہ آوازی علامتوں کا رشتہ خود اختیاری ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ایسے غیر شعوری اور غیر تحریر شدہ معاہدے کی تکمیل ہوتا ہے جس کی دفعات کو بے چون و چرا تسلیم کیے بغیر نہ تو ہم کسی کی بات سمجھ سکتے ہیں اور نہ کسی کو اپنی بات سمجھا سکتے ہیں۔ زبان کا نمایاں ترین ذریعہ اظہار آواز ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے "زمانی" ہوتی ہے اور ہر معنوی تصور میں زمانی و مکانی "ہم وقتی" لازمی ہے۔ اسی لیے جب کوئی معنوی تصور زبان میں ڈھلتا ہے تو "ہم وقتیت" درہم برہم ہو جاتی ہے۔ اس میں تقدیم و تاخیر لازمی ہو جاتی ہے۔ مثلاً جب ہم کسی بچے کو دیکھتے ہیں اور ہمارا ذہن بچے کا تصور قائم کرتا ہے تو اس میں مکان کے ساتھ ساتھ زمان کا تصور بھی شامل ہوتا ہے۔ یہ آج بچہ ہے جو آگے چل کر جوانی اور پھر بڑھاپے میں قدم رکھے گا۔ اس تصور میں زمانے کا احساس شامل ہے۔ اس ذہنی تصور میں اس بچے کی اور دوسری خصوصیات بھی شامل ہوتی ہیں لیکن جب یہ تصور معنوی دُنیا سے لسانی دُنیا میں قدم رکھتا ہے اور ہم اس کثیر جہتی تصور کی نمائندگی لفظ "بچہ" میں ڈھال کر کرتے ہیں تو اس عمل میں لفظ "بچہ" سے عمل کا تصور خارج ہو جاتا ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ لفظ بچے سے متعلقہ عمل کو گرفت میں نہیں لے سکتا اور اس چھوٹتے ہوئے تصور کو ظاہر کرنے کے لیے ہم دوسرے قسم کے الفاظ جیسے 'کھیلتا ہے'، "پڑھتا تھا"، "آئے گا" وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ تب کہیں جا کر ایک صورت حال کی ترجمانی مکمل ہوتی ہے۔ اس طرح جملہ "جوڑے دار اکائی" بن جاتا ہے جس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ مبتدا (فاعل) اور خبر (اس کی تفصیل اگلے صفحات میں ملاحظہ کیجیے۔ لیکن ضروری نہیں کہ جملے کی یہ تقسیم عالمگیر ہو البتہ دُنیا کی اکثر زبانوں بالخصوص ہند یورپی اور سامی خاندان کی زبانوں میں جملہ دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے مبتدا (فاعل) اور خبر۔ ہم جس کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں، (مبتدا) اس کے لسانی نمائندے کے ذریعہ عمل کے زمانی تصور کو چھوڑ دیتے ہیں اور پھر اس چھوٹتے ہوئے زمانی تصور کو جس میں تدریجی عمل

شامل ہوتا ہے، دوسرے لسانی نمائندوں۔ الفاظ۔ کی مدد سے ظاہر کرتے ہیں۔ اسے ہم 'خبر' کہتے ہیں۔
لیکن، جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر زبان والے یہی طریقہ کار استعمال کریں۔ جن الفاظ
سے ہم تصور زماں کو عارضی طور پہ خارج کرتے ہیں کچھ زبانوں میں یہی زمانی تصور ان الفاظ سے
وابستہ ہوتا ہے۔ مثلاً الیاسکا۔ اسکیمو میں (Ningle) کے معنی ہیں ٹھنڈک یا دھند
لیکن (Ninghthkax) کے معنی ہیں "جو کبھی دھند تھی" (Ninglikak) کے معنی ہیں
"جو کبھی دھند بنے گی"۔ جوپی زبان میں 'بجلی' 'لہر' 'شعلہ' 'شہاب ثاقب'۔ دھواں، حرکت، نبض
اسم نہیں بلکہ فعل ہیں کیوں کہ اس زبان میں قلیل وقتی واقعات سوائے فعل کے اور کچھ نہیں
ہوتے۔ نوٹکا میں جو جزیرہ وینکوور کی زبان ہے۔ الفاظ سے زمانی و مکانی تصور الگ ہی
نہیں کیا جاتا۔ اس زبان میں "گھر" کہنا ہو تو کہتے ہیں "گھر واقع ہوتا ہے" یا "وہ گھرتا ہے"۔ اسی
طرح اس زبان میں "گھر کے لیے جو لفظ مستعمل ہے، اس کے ساتھ لاحقے جوڑنے سے وہ" مدت
تک قائم رہنے والا گھر" "عارضی گھر" "مستقبل کا گھر" "وہ گھر جو ہوا کرتا تھا" اور "وہ چیز جو گھر بننا
شروع ہوئی" کے معنی دینے لگتا ہے۔

ان زبانوں کا لفظی طرز عمل ہماری زبان کے خلاف کیوں ہے۔ اس کا جواب تلاش کرنے کے لیے
ہمیں لسانیات کی سرحد سے باہر قدم رکھنا ہوگا۔ سردست ہمارے لیے اتنا ہی جان لینا کافی ہوگا
کہ زبان عادات و روایات کا مجموعہ ہوتی ہے اس میں منطق کو بہت کم دخل ہوتا ہے اور وہ کائنات
کی سائنٹفک یا منطقی نمائندگی نہیں کرتی۔ اسی لیے اجزائے کلام کے متناسب معنوی اقسام کا تعین
زیر مطالعہ زبان کے لفظی طرز عمل کی روشنی میں کرنا نہایت ضروری ہے۔ اسی لیے آئندہ صفحات
میں ہم ہیئتی اقسام 'اسم' 'فعل' 'صفت' اور 'ضمیر' کے متناسب معنوی اقسام کی توجیہہ، بشرطیکہ
ان معنوی اقسام کا اظہار ہیئت میں ہو، اردو زبان ہی کے پیش نظر کریں گے جن کا اطلاق کم و بیش
تغیرات کے ساتھ۔ اس کے خاندان کی دوسری زبانوں پر بھی ہو سکتا ہے۔

روایتی قواعد کو بالعموم تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلے حصے کا تعلق 'حروف'
سے ہوتا ہے۔ دوسرے حصے میں 'الفاظ' سے بحث ہوتی ہے یعنی الفاظ کی قسمیں، گردان، زمانہ، تعداد
اور جنس سے بحث کی جاتی ہے اور اشتقاق سے بھی بحث ہوتی ہے۔ اسے اصطلاح میں 'صرف'
کہتے ہیں، تیسرے حصے میں جملے سے بحث ہوتی ہے اسے 'نحو' کہتے ہیں۔ قواعد ہذا میں ہم نے بھی
طریقہ کار اپنایا ہے، البتہ ہم نے اس قواعد کو بجائے تین کے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حصہ اول

میں حروف سے بحث کرنے کی جگہ ہم نے اُردو کی صوتیات کا سرسری خاکہ پیش کیا ہے۔ تفصیل کے لیے لسانیات کی کتابوں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

حصہ دوم کا تعلق "صَرف" سے ہے۔ "صَرف" قواعد کا وہ حصہ ہے جس میں الفاظ کی ہیئتی اقسام اور اُن کے پابند مُورٗ فوں سے بحث ہوتی ہے۔ یعنی (1) ان تصریفات کا ذکر ہوتا ہے جن سے جملے میں الفاظ زمانہ، تعداد، جنس اور حالت کے اظہار کے لیے گزرتے ہیں۔ اور (2) اس کے علاوہ نئے نئے الفاظ کی تعمیر و تشکیل کے لیے لفظوں میں جو پابند رُوپ آتے ہیں، ان کا تعلق بھی 'صَرف' سے ہوتا ہے۔ صرف میں الفاظ کی درجہ بندی، تصریف اور اشتقاق سے بحث ہوتی ہے۔ سہولت کی خاطر ہم نے صَرف کے تحت دو علیحدہ ابواب قائم کیے ہیں۔ باب دوم میں اجزائے کلام سے بحث کی گئی ہے اور چونکہ اسماء کی جنس و تعداد اور فعل کے زمانے کے اظہار کے لیے اُردو صرفیے، (مارفیم) بڑا اہم رول انجام دیتے ہیں اس لیے جنس و تعداد اور زمانے کو باب سوم کا موضوع قرار دیا گیا ہے۔ اور 'گردان' کے روایتی طریقے سے صَرفِ نظر کرکے فعلی صرفیوں میں باضابطگی تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور مختلف زمانوں کا اظہار کرنے والے صرفیوں کو فارمولوں میں ڈھالا گیا ہے۔ اسی طرح جنس و تعداد کے تصریفی صرفیوں میں بھی باقاعدگی تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حصہ سوم کا تعلق 'نحو' سے ہے۔ اس کے تحت تین ابواب ہیں۔ باب چہارم میں جملے کی اہمیت، جملے میں سُر لہر اور سُر کی اہمیت، جملے میں ترتیب الفاظ کی اہمیت، اور جملے سے متعلق اِن تمام مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے جنھیں حل کیے بغیر ہم اُردو جملے کا لسانی مزاج سمجھ نہیں سکتے۔ باب پنجم میں جملے کی ساخت کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے اور اردو جملے کی ساخت کو سمجھنے کے سلسلے میں ساختی قواعد اور تبادلی قواعد سے حسبِ ضرورت مدد لی گئی ہے۔ باب ششم میں اُردو جملے کی قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلے جملوں کی اس قسم کا تجزیہ کیا گیا ہے جو ہیئت بدلنے کے بعد بھی مفرد ہی رہتے ہیں۔ پھر ایسے جملوں کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے جو دو یا دو سے زائد مفرد جملوں کے ملاپ سے نئے جملوں میں ڈھلتے ہیں اور مرکب اور پیچیدہ جملوں کے لطیف فرق کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حصہ چہارم کا تعلق مشتقات و مرکبات سے ہے۔ اس حصے کے تحت تشکیل الفاظ سے سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ باب ہفتم میں اشتقاق کا ذکر دراصل 'صرف' کا موضوع ہے لیکن ہم نے روایتی قواعد کے برخلاف اس کا ذکر 'صرف' میں اس لیے نہیں کیا کہ اشتقاق کا عمل جملے کے چوکھٹے سے باہر ہوتا ہے۔ اور لفظ سازی کے لیے جو تعلیقیے استعمال ہوتے ہیں وہ تصریفی صرفیوں کے برخلاف

جملے میں استعمال کے پابند نہیں ہوتے، غالباً اُردو میں پہلی بار تصریفی اور اشتقاقی صرفیوں میں حدِ فاصل قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور داخلی اشتقاق اور خارجی اشتقاق کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ ورنہ اُردو روایتی قواعدوں میں اشتقاق کو صرف مفرس عربی دخیل الفاظ تک محدود کیا جاتا رہا ہے۔ باب ہفتم میں مشتقات کے بعد مرکبات سے بھی بحث کی گئی ہے۔ مرکبات کا تعلق بنیادی طور پر نحو سے ہے لیکن چونکہ مرکبات بھی جملے کے چوکھٹے سے باہر بنتے ہیں اس لیے ان کا تجزیہ بھی اسی باب میں کیا گیا ہے۔ اور مشتقات اور مرکبات کے بنیادی فرق کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہ بھی غالباً اُردو میں پہلی کوشش ہے۔ ترکیب اور مرکب کے فرق کو بھی پہلی بار سمجھایا گیا ہے۔

در اصل نحو ہی قواعد کا بنیادی حصہ ہے۔ اس کا بنیادی موضوع جملوی ساخت کا مطالعہ ہے۔ نحو میں الفاظ کے آزاد روپوں سے بحث ہوتی ہے۔ گفتگو کرتے ہوئے ہم لفظوں کا انتخاب کرتے ہیں، لیکن جملوی ساخت نہیں بناتے کیونکہ یہ ہمیں اپنے کلامی فرقے سے وراثت میں ملتی ہے۔ انہی جملوی نمونوں کا مطالعہ 'نحو' کہلاتا ہے، اصولی طور پر ہمیں قواعد کی ابتدا نحو سے ہی کرنی چاہیے تھی۔ لیکن ہم نے 'صرف' کے اس حصے کا ذکر جس کا جملے سے گہرا تعلق ہے نحو سے قبل کیا ہے تاکہ اُردو نحو کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ اور اُردو زبان کے لسانی مزاج کا مکمل عرفان حاصل ہو۔

حصّہ اوّل

صَوت

باب اوّل

اُردو صَوتیے

1.1 زبان میں آواز کی اہمیت

زبان جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، بنیادی طور پر آوازوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ قدرت نے انسان کے اعضائے نطق علیحدہ سے نہیں بنائے ہیں بلکہ کام و دہن اور لب و دندان جو کھانے پینے، سانس لینے اور چیخنے چلانے کے کام میں لائے جاتے ہیں وہی اس کے اعضائے نطق بھی ہیں۔ انسان اپنے اعضائے نطق سے بے شمار قسم کی آوازیں نکالنے کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن ترسیل و ابلاغ کی خاطر وہ صرف چند آوازیں استعمال کرتا ہے جنھیں کلامی آوازیں کہا جاتا ہے۔ ہر لسانی فرقہ اپنے ترسیلی مقاصد کے لیے مخصوص کلامی آوازوں کا استعمال کرتا ہے، ضروری نہیں کہ ایک لسانی فرقہ جن کلامی آوازوں کو کام میں لائے وہی کلامی آوازیں دوسرا لسانی فرقہ بھی استعمال کرے۔ ہر زبان کا اپنا صوتی نظام ہوتا ہے جس میں آوازوں کی ترتیب و باز ترتیب سے ایسے مجموعے بنائے جاتے ہیں جنھیں ہم الفاظ کہتے ہیں۔ روایتی قواعد میں جس کی بنیاد ہی تحریری زبان پر ہے، الفاظ کو حروف کا مجموعہ قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ حرف، آواز نہیں بلکہ تحریری علامت ہے۔ زبان متکلم اور سامع کے درمیان رمز بندی اور رمز کشائی کا دوہرا عمل ہے جس کے ذریعے اظہار و ابلاغ کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے۔ زبان کے تحریری پہلو کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ تحریر زبان کی مزید رمز بندی کرتی ہے جس کی رمز کشائی قرأت کے ذریعے ہوتی ہے۔ تحریر کو زبان کی ثانوی رمز بندی کہا جاتا ہے چونکہ تحریر ترسیل کے عمل میں متکلم کی بہ نفس نفیس موجودگی کو غیر ضروری بنا دیتی ہے۔ اس لیے تحریر کے ذریعے زبان کو دوام بھی ملتا ہے اور استحکام بھی اور گفتگو زمان و مکاں کی حد بندیوں سے آزاد ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ سہی لیکن وہ کلامی آواز کے سارے پیچ و خم اپنے دامن میں سمیٹ نہیں

سکتی۔ علامت استفہام (؟)، علامت فجائیہ (!)، وقفہ (؛)، نیم وقفہ (،) اور ختمہ (۔) وغیرہ سے آواز کی رفتار، ادائیگی اور صوتی زیر و بم کے اشارے ضرور ملتے ہیں لیکن یہ انتہائی ناکافی اشارے ہیں۔ دنیا کی کسی زبان کا رسم الخط صوتی اعتبار سے مکمل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ البتہ بین الاقوامی صوتی رسم الخط ایک حد تک تلافی مافات کا حکم رکھتا ہے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ زبان تحریر سے بے نیاز ہوکر اپنا وجود قائم رکھ سکتی ہے لیکن تحریر کا زبان سے بے نیاز ہونا بے معنی سی بات ہوگی۔ یہی نہیں کہ تحریر کی ایجاد تہذیبی ارتقا میں بہت بعد کی منزل ہے بلکہ آج بھی دنیا کے دور افتادہ خطوں میں ایسی کئی بولیاں پائی جاتی ہیں جو ہنوز تحریر سے نا آشنا ہیں اور رسم الخط رکھنے والی زبانوں کو استعمال کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد حرف شناس بھی نہیں ہوتی۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ مطالعۂ زبان کے سلسلے میں زبان کو تحریر پر تقدیم اور فضیلت دونوں حاصل ہیں زبان اصل ہے اور تحریر نقل اور پھر موجودہ سائنسی دور میں جب ریڈیو، سینما، ٹیلی فون، ٹیپ ریکارڈ اور ٹیلی ویژن کا استعمال روز بڑھتا جا رہا ہے تقریری زبان کی اہمیت بھی اسی لحاظ سے بڑھ رہی ہے۔ نئی نئی زبانوں کی تدریس کے سلسلے میں تکلم اور سماعت سے ابتدا کی جاتی ہے۔ قرأت اور املا نویسی بعد میں سکھائی جاتی ہے اور سمعی لسانی مواد کو عینی مواد پر تقدیم حاصل ہے۔ غرض ہمیں زبان کے سلسلے میں یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اس کا میڈیم قلم دوات اور کاغذ نہیں بلکہ آواز ہے۔ کسی زبان کو سمجھنے، بولنے اور اس کے معنوی پہلوؤں اور صوتی حسن سے لطف اندوز ہونے کے لیے کان کا استعمال اتنا ہی ضروری ہے جتنا گوشت کے اس لوتھڑے کا جسے ہم 'زبان' کہتے ہیں۔

1.2 اُردو صوتیے

ہر زبان کی طرح اُردو کا بھی اپنا صوتی نظام ہے۔ اگرچہ اُردو بنیادی طور پر ہند آریائی زبان ہے لیکن اس کا صوتی نظام دیگر ہند آریائی زبانوں سے مختلف ہے۔ کیونکہ فارسی سے گہرا اثر قبول کرنے کی وجہ سے اُس نے کچھ ایسی کلامی آوازیں بھی قبول کر لی ہیں جو دوسری ہند آریائی زبانوں میں نہیں ملتیں۔ جس زمانے میں ہندوستان کی اپ بھرنش زبانیں فارسی سے ربط میں آئیں تو وہ اس وقت 'ز'، 'ف'، 'خ'، 'غ' اور 'ق'، سے ناواقف تھیں بلکہ اس منزل میں وہ سنسکرت آوازوں ◼ اور ◼ سے بھی محروم ہو چکی تھیں آج جدید ہند آریائی زبانوں نے انگریزی اور پرتگالی کے زیر اثر 'ف' اور 'ز' کو اپنا لیا ہے اور یہ آوازیں ان کے صوتی نظام میں شامل ہو چکی ہیں لیکن پھر بھی /خ/ /غ/ اور /ق/ ان کے لیے آج بھی اجنبی آوازیں ہیں۔ اردو نے

اپنے ارتقائی سفر کی ابتدائی منزل ہی میں اِن آوازوں پر قابو پا لیا تھا اور آج اُردو اپنے شین قاف کی وجہ سے پہچانی جاتی ہے۔ اُردو نے یہ غیر ملکی آوازیں نہ صرف فارسی اور معرّب عربی دخیل الفاظ میں باقی رکھیں بلکہ انھیں دیسی الفاظ میں بھی بے تکلف استعمال کرنا شروع کیا۔ مثلاً: خُرّاٹے، غرغرا، الم غلم، فرفر، فرّاٹا، زنّاٹا، غنڈہ، قلابازی وغیرہ میں۔

یہ طے کرنے کے لیے کہ کس زبان میں کون کون سی آوازیں استعمال ہوتی ہیں یہ دیکھا جاتا ہے کہ فلاں آواز امتیازِ معنی کا کام دیتی ہے یا نہیں۔ اگر اس آواز کی جگہ دوسری آواز استعمال کرنے سے معنی میں فرق پیدا ہو جائے تو یہ آواز اس زبان کے صوتی نظام میں شامل قرار دی جاتی ہے اور اصطلاح میں اسے اس زبان کا "صوتیہ" (فونیم) کہتے ہیں۔ کسی زبان کے صوتیے معلوم کرنے کے لیے اس زبان سے الفاظ کے ایسے جوڑے منتخب کیے جاتے ہیں جن میں کم سے کم ایک کلامی آواز مختلف ہوتی ہے اور دونوں الفاظ الگ الگ معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ کلامی آواز کا یہ اختلاف ابتدا، وسط یا آخر میں ہوتا ہے۔ الفاظ کے یہ جوڑے اصطلاح میں اقلی جوڑے کہلاتے ہیں کیونکہ ان میں کم سے کم آوازیں ہوتی ہیں۔ مثلاً لفظوں کا یہ جوڑا دیکھیے بَل ۔ پَل ۔ ان میں /ل/ کی آواز مشترک ہے لیکن ابتدائی آوازیں مختلف ہیں اِن الفاظ کے معنی بھی الگ الگ ہیں۔ 'بَل' کے وہ معنی نہیں جو 'پَل' کے ہیں۔ پیشانی پر بَل پڑتے ہیں 'پَل' نہیں۔ پَل میں کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے 'بَل' میں نہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ 'ب' اور 'پ' ایسی دو مختلف کلامی آوازیں ہیں جن کو کسی لفظ میں ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرنے سے معنی ہی بدل جاتے ہیں۔ اس لیے اصطلاح میں ب اور پ، اُردو زبان کے 'صوتیے' ہیں۔ اسی بنیاد پر اُردو زبان کے تمام صوتیوں کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ دُنیا کی اکثر زبانوں کی طرح اُردو میں بھی صوتیوں کی دو قسمیں ہیں:

(1) مصوتہ، اور (2) مصمتہ۔

اگر کوئی کلامی آواز صرف مُنہ کی اندرونی شکل میں تغیر و تبدل کر کے اور زبان کو مختلف حالتوں میں اُٹھا کر یا نیچا کر کے اس طرح ادا کی جائے کہ آواز منہ میں کسی جگہ رُکے بغیر باہر آئے تو اس کلامی آواز کو 'مصوتہ' کہتے ہیں اور جو کلامی آواز دہنی گزرگاہ میں کسی مقام پر مکمل یا جزوی طور پر رُک کر، رگڑ کھاتی ہوئی یا رُخ بدل کر نکلے تو اسے 'مصمتہ' کہا جاتا ہے۔

روایتی قواعد میں مصوتے کو 'حرفِ علت'، اور مصمتے کو 'حرفِ صحیح' کہا جاتا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ مصوتے اور مصمتے 'حرف' نہیں بلکہ آوازیں ہیں، ہماری روایتی قواعدوں سے ان کے تعین میں بھی غلطی

ہوئی ہے، مثلاً عربی اور فارسی روایتی قواعدوں کی تقلید میں اُردو روایتی قواعد میں بھی حرفِ علت صرف تین بتائے جاتے ہیں۔ الف، واؤ اور یؔ اور یہ شرطی فقرہ بھی بڑھا دیا جاتا ہے کہ :

" 'الف' جب لفظ کے شروع میں آتا ہے تو ہمیشہ حرف صحیح ہوتا ہے۔ واؤ جب لفظ کے شروع میں یا درمیان میں آئے اور متحرک ہو جیسے 'وعدہ' 'ہوا'، تو حرف صحیح ہوگی۔ یؔ کی بھی یہی حالت ہے جیسے 'یقین' کے شروع میں یا 'میسر' کے درمیان"۔ (۱)

لیکن دراصل یہ مغالطہ ہے جو عربی اور فارسی رسم الخطوں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ورنہ حقیقت میں واؤ اور یؔ نہ تو مکمل طور پر مصوتے ہیں اور نہ مصمتے۔ یہ صرف 'نیم مصوتے' ہیں۔

اِسی طرح روایتی قواعد میں خفیف مصوتوں کی آوازی حیثیت کو بالکل نظرانداز کر دیا جاتا ہے اور انھیں 'زیر' 'زبر' اور پیش کہہ کر صرف اعراب سمجھا جاتا ہے۔ البتہ مولوی عبدالحق نے انھیں حروفِ علت کی فہرست میں ضرور شامل کیا ہے لیکن انھیں الف، واؤ اور یؔ کی مختصر صورتیں قرار دیتے ہوئے لکھا ہے :

" الف کی خفیف آواز زبر ہے
زیر۔ اِس کی آواز خفیف یؔ کی سی ہوتی ہے
پیش۔ یہ حرف کے اوپر آتا ہے اور خفیف واؤ کی آواز دیتا ہے"۔ (۲)

دوسرے الفاظ میں اِن خفیف آوازوں کو لمبا کر دینے سے الف، واؤ اور یؔ کی آوازیں حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن یہ بیان درست نہیں کیونکہ زبر (ـَ) اور ـَا (آ) دو مختلف صوتیے ہیں (یہ اقلی جوڑا دیکھیے مر، مار)؛ زیر (ـِ) طویل ہو کر 'ی' اور پیش (ـُ و) طویل ہو کر واؤ نہیں بنتا۔ غلطی سے (ب ی) اور (ـُ و) میں 'ی' اور 'و' کی آوازوں کو شامل سمجھا جاتا ہے لیکن یہ صرف عربی، فارسی رسم الخط سے پیدا ہونے والا مغالطہ ہے۔ اگر ہم (ـِی) اور (ـُ و) کو دیوناگری، رومن یا کسی اور رسم الخط میں منتقل کریں تو ہمیں ان حروف میں یؔ اور واؤ کہیں نہیں دکھائی دیں گے۔

اُردو مصوتے حسب ذیل ہیں :-

(۱) ـَ (جیسے 'اب'، 'کب'، 'سب' میں)

---

(۱) قواعدِ اردو ص 12 -

(۲) قواعدِ اردو ص 12 -

(2) ـَـ ا (جیسے آم، کام، رات میں)

(3) ـِـ (جیسے اِس، بِل، جِس میں)

(4) ـِـ ی (جیسے کھیر، جھیل، تیر میں) اِن الفاظ میں ی تحریری علامت ہے اصطلاح میں اسے 'یائے معروف' کہتے ہیں۔

(5) ـُـ (جیسے اُس، دُکھ، گھُل میں)

(6) ـُـ و (جیسے اُون، دور، حُور میں) اِن الفاظ میں واؤ تحریری علامت ہے۔ اصطلاح میں اسے 'واوِ معروف' کہتے ہیں۔

(7) ـِـ ے (جیسے ایک، دیکھ، کھیل میں) اِن الفاظ میں ے تحریری علامت ہے۔ اصطلاح میں اسے 'یائے مجہول' کہتے ہیں۔

(8) ـَـ و (جیسے 'دو'، 'کھول' میں) اِن الفاظ میں واؤ تحریری علامت ہے اصطلاح میں اسے 'واوِ مجہول' کہتے ہیں۔

(9) اَے (جیسے کیسا، پَیسہ میں) اِن الفاظ میں ے تحریری علامت ہے اسی طرح اَے، اَیسا وغیرہ میں الف اور ے تحریری علامتیں ہیں اصطلاح میں اِس ے کو 'یائے لین' کہتے ہیں۔

(10) اَو (جیسے کَون، سَو، نَو میں) اِن الفاظ میں واؤ تحریری علامت ہے لفظ اَو، اَوندھا وغیرہ میں الف اور واؤ تحریری علامتیں ہیں۔ اصطلاح میں اِس واؤ کو 'واوِ لین' کہتے ہیں۔

(11) آں ۔ (مندرجہ ذیل انفی جوڑوں میں

ساس۔ سانس، باس۔ بانس، کایہ۔ کانسیا وغیرہ میں)

اُردو کے یہ گیارہ مصوتے° بنیادی مصوتے کہلاتے ہیں۔ اُردو میں° دوہرے مصوتوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ دوہرے مصوتے کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر گیان چند جین فرماتے ہیں:

" جڑواں (ہماری اصطلاح میں دوہرا) مصوتہ ایک Vowel Glide ہے یعنی اس کی ادائیگی میں اعضائے نطق ایک مصوتے کے مخرج سے روانہ ہو کر تیزی کے

ساتھ دوسرے مصوتے کے مقام تک پہنچتے ہیں یعنی یہ محض دو مصوتوں کے اجتماع کے مترادف نہیں ہے۔ اس میں کئی شرائط ہیں:

(1) دونوں مصوتے ایک کوشش اور سانس کے ایک جھٹکے میں ادا ہونے چاہئیں اس طرح کہ سننے میں وہ گویا واحد آواز معلوم ہو۔

(2) یہ ہمیشہ ایک صوت رکن (ہماری اصطلاح میں 'رکن') ہوتا ہے

(3) اصولاً اس میں آواز کی گونج میں کوئی نشیب و فراز نہیں ہوتا لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے پہلے اور آخری اجزا میں سے ایک نسبتاً زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ (1)

پھر لکھتے ہیں:

(1) دو طویل مصوتے ملا کر کبھی جڑواں مصوتے نہیں ہو سکتے۔

(2) جڑواں مصوتے میں دوسرا جزو کبھی طویل نہیں ہو سکتا۔ (2)

اِن اصولوں کی روشنی میں مندرجہ ذیل الفاظ میں دوہرے صوتوں کی نشان دہی کی جا سکتی ہے۔

۔ اے، گائے، آؤ۔

بشرطیکہ ان الفاظ کا آخری مصوتہ خفیف ادا ہو، جیسا کہ بول چال میں ہوتا ہے۔ انہی اصولوں کے تحت ڈاکٹر جین 'گوّیے، گوتوں، سوئیاں، آئیے، ایّوب، کوّا، وغیرہ میں تہرے مصوتوں کی نشان دہی کرتے ہیں، لیکن یہ بھی فرماتے ہیں:

"سچا Tripthong دکھائی نہیں دیتا" (3)

اُردو میں دو نیم مصوتے مستعمل ہیں ی اور و۔ یہ دراصل مسموع مصمتے ہیں لیکن ان کی رکاوٹ اس قدر کم ہوتی ہے کہ مصوتے کے قریب ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اِنھیں نیم مصوتہ کہا جاتا ہے۔

اُردو الفاظ میں نیم مصوتہ ی کے مصوتہ ے میں تبدیل ہونے کی مثالیں ملتی ہیں مثلاً

---

(1) اُردو کے جُڑواں مصوتے لسانی مطالعے ص 65 ـ 64۔

(2) ایضاً۔ ص 66۔

(3) ایضاً۔ ص 75 ـ 74۔

اگر ی سے قبل مصوتہ / ـَ / ، / ـَ ا / یا / ـَ و / ہو اور صرفی ضرورت کی بنا پر اس ی کو یے
(ہ) میں تبدیل کرنا ہو تو اس کوشش میں / یے / / ـِ ے / بن جاتی ہے ، مثلاً :

گیا ۔ گئے ؛ پایا ــ پائے ، دھویا ــ دھوئے ۔

لیکن اگر ی سے قبل مصوتہ / / رہو تو / ی / ' / یے / بنتی ہے جیسے

پیا ــ پیے ، کیا ــ کیے ، سیا ۔ سیے

لیکن جب یہی الفاظ (جن میں ی سے قبل مصوتہ / ـَ / ، / ـَ ا / یا / ـَ و / ہو) ـَ ول
میں مندرف ہوتے ہیں تو ی باقی رہتی ہے ۔

سرمایہ ــ سرمایوں ، ہمسایہ ــ ہمسایوں ۔

جب ـِ ی کے بعد صرفیہ ـَ ان آئے تو طویل ـِ ی خفیف ـِ میں تبدیل ہو جاتی ہے اور
ـَ ان ' یاں ' میں ڈھل جاتا ہے ۔

لڑکی ۔ لڑکِ + یاں ؛ کرسی ۔ کرسِ + یاں ۔

اُردو مصمتے حسبِ ذیل ہیں :۔

(1) ب ، پ ، ت ، ٹ ، د ، ڈ ، ک گ اور ق ۔

یہ مصوتے ° بندشی کہلاتے ہیں کیوں کہ ان کی ادائیگی میں آواز کی رکاوٹ مکمل ہوتی ہے ۔

(2) بھ ، پھ ، تھ ، ٹھ ، دھ ، ڈھ ، کھ ، گھ ، جھ ، چھ ، لھ ، مھ ۔

یہ مصمتے ° ہکار کہلاتے ہیں کیوں کہ ان کی ادائیگی میں تنفس کی پھسپھساہٹ شامل ہوتی
ہے ۔ انھیں روایتی قواعد میں ' مخلوط ہا ' کہا جاتا ہے ، لیکن یہ مصمتے مخلوط نہیں بلکہ مفرد ہیں
یعنی بھ ایک ہی آواز ہے ، ب + ہ = بھ نہیں اِن میں بھ ، پھ ، تھ ، دھ ، ڈھ ٹھ کھ اور گھ
ہکار بندشی مصمتے یا ° ہکار بندشیے ہیں ۔

(3) ج ، جھ ، چ اور چھ نیم بندشی مصمتے یا نیم بندشیے ہیں ۔

(4) ف ، س ، ز ، ش ، ژ ، خ ، غ اور ہ ° صفیری مصمتے ہیں کیونکہ یہ آوازیں منہ میں
جزوی رکاوٹ یا رگڑ سے پیدا ہوتی ہیں ۔

(5) ل ° پہلوئی مصمتہ کہلاتا ہے کیونکہ اس کی ادائیگی میں زبان تالو سے لگتی ہے اور آواز
زبان کے پہلو سے باہر نکلتی ہے ۔

(6) ر ، اور ڑ ° ارتعاشی مصمتے کہلاتے ہیں کیوں کہ ان آوازوں کی ادائیگی میں زبان مرتعش

ہوتی ہے۔ انھیں° تھپک دار بھی کہا جاتا ہے۔

(7) ن، اور م° انفی مصمتے ہیں۔

جو آوازیں° صوت تانت میں رناٹے کی کیفیت پیدا کر کے نکلیں،° مسموع کہلاتی ہیں ورنہ° غیر مسموع۔

اُردو کے تمام مصوتے مسموع ہیں اور مندرجہ ذیل مصمتے علی الترتیب مسموع اور غیر مسموع ہیں۔

مسموع :۔ ب، د، ڈ، ج، گ، م، ن، و، ز، ژ، غ، ر، ل، ڑ۔

غیر مسموع :۔ پ، ت، ٹ، چ، ک، ق، ف، س، ش اور خ۔ مخرج کے اعتبار سے بھی اِن مصمتوں کی درجہ بندی کی گئی ہے۔ تفصیل لسانیات کی کسی کتاب میں ملاحظہ ہو۔

وصلی نون بھی اُردو مصمتہ ہے جو تنہا نہیں بلکہ کسی دوسرے مصمتے کے ساتھ مل کر ادا ہوتا ہے اور اس کا مخرج وہی ہوتا ہے جو اس مصمتے کا ہے، اسے ہم مخرج مصمتہ کہتے ہیں۔

اُردو میں یہ مندرجہ ذیل مصمتوں کے ساتھ مل کر ادا ہوتا ہے۔

د ۔ جیسے لفظ اندر، بندر، بند وغیرہ میں۔ دھ ۔ جیسے لفظ سگندھ، اندھا وغیرہ میں۔

ت ۔ جیسے لفظ سنت میں۔ تھ ۔ جیسے لفظ پنتھ میں۔

ڈ ۔ جیسے لفظ ڈنڈا، انڈا میں۔ ٹ ۔ جیسے لفظ گھنٹہ میں۔

ک ۔ جیسے لفظ ڈنک، ڈنکا میں۔ کھ ۔ جیسے لفظ پنکھ، پنکھا میں۔

گ ۔ جیسے لفظ رنگ، گنگا میں۔ گھ ۔ جیسے لفظ کنگھی میں۔

ج ۔ جیسے لفظ رنج، گنج میں۔ چ ۔ جیسے لفظ پنچ، نیچ میں۔

س ۔ جیسے لفظ ہنس (پرندے کا نام) میں ز ۔ جیسے لفظ طنز میں۔

. **تحریے**

اُردو مصمتوں کی مذکورہ بالا فہرست میں مندرجہ ذیل حروف شامل نہیں ہیں: ث، ص، ذ، ض، ط، ظ، ح اور ع۔ کیونکہ اُردو میں یہ صرف تحریری علامتیں ہیں اور کسی نئی آواز کی نمائندگی نہیں کرتے۔

ث اور ص ۔ اُردو صوتیہ س کے تحریری قائم مقام ہیں۔

ذ، ض، ظ ۔ اُردو صوتیہ ز کے تحریری قائم مقام ہیں۔

ط ۔ اُردو صوتیہ ت کا تحریری قائم مقام ہے۔

ح ۔ اُردو صوتیہ ہ کا تحریری قائم مقام ہے۔
ع ۔ اُردو صوتیہ ے کا تحریری قائم مقام ہے۔

مذکورہ بالا تحریری علامتوں کو صوتیوں سے ممیز کرنے کے لیے تحریہ کہا جاتا ہے۔ اُردو رسم الخط میں اِن تحریریوں کو چاہے نظر انداز نہ کیا جائے لیکن اُردو صوتیوں کی فہرست میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

۔ ع بالاتفاق اُردو کا صوتیہ نہیں ہے۔ اہلِ اُردو اِس عربی مصمتے کو / ے / ے ا / میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

(۱) (ا) اگر ع لفظ کی ابتدا میں ہو تو اُردو میں ے کی طرح ادا ہوتا ہے۔ عجب ۔ جب ؛

(ب) اگر ع کے بعد / ے / ہو تو عین کی آواز مفقود ہو جاتی ہے۔ عادت ۔ آدت ۔ عامل ۔ آمل۔ عارف ۔ آرف۔

(ج) اگر ع کے بعد ـِ ہو تو بھی عین کی آواز ادا نہیں ہوتی۔ عبادت ۔ اِبادت ، عمارت ۔ امارت

(د) اگر ع کے بعد ـِ ی ہو تو عین کی آواز غائب ہو جاتی ہے۔ عید ۔ اید ؛

ﮦ اگر ع کے اَو ہو تو عین کی آواز ادا نہیں کرتے ۔ عورت ۔ اَورت ۔

(و) اگر ع کے بعد اَے ہو تو اِس صورت میں بھی عین غائب ہو جاتی ہے : عین ۔ این ؛ عیب ۔ ایب ۔

(2) اگر ع لفظ کے وسط میں ہو تو ے ا یا ـِ ے میں تبدیل ہو جاتی ہے : معلوم ۔ مالوم ؛ معقول ۔ ماقول ؛ نعرہ ۔ نارا ؛ جمعرات ۔ جمیرات ۔

(3) اگر ع تائے موقوف (جس کا اُردو تلفظ ے ا ہے) سے قبل آئے تو گر جاتی ہے :
جمعہ ۔ جُما ؛ بُرقعہ ۔ بُرقا۔

(4) اگر ع مصمتی خوشے کے آخر میں ہو تو اس کی جگہ مداخلی مصوتہ ے ا استعمال ہوتا ہے۔
منع ۔ منا ؛ نفع ۔ نفا ؛ دفع ۔ دفا ؛ ضلع ۔ ضلا۔

(5) اگر ع لفظ کے آخر میں ہو تو اِس کی جگہ ے ا استعمال ہوتا ہے : موقع ۔ موقا ؛ موضع ۔ موضا۔
لیکن ع کو صرف تحریریہ قرار دے کر اسے اُردو کے صوتی نظام سے مکمل طور پر خارج بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مندرجۂ ذیل الفاظ ملاحظہ ہوں :
ساعت ، جماعت ، تعارف ، تعلق ، لعاب ، مسعود ، سعید وغیرہ ۔

اِن الفاظ میں ع رُکن کی ابتدا میں واقع ہے۔ اگر اس مصمتے کو ء ، ے ، ا ، یا ئے وغیرہ میں تبدیل کر دیا جائے تو رُکن کی حد ختم ہو جائے گی اور لفظ کا تلفظ کچھ کا کچھ ہو جائے گا۔ عوام جماعت کو جمات، مسعود کو مسود بنا دیتے ہیں لیکن عام طور پر اُردو میں ع کی جگہ استعمال ہونے والے مصوتے ء ، ے ، ا ، ے ، ی وغیرہ کو ماقبل مصوتے یا مصمتے میں ضم ہونے نہیں دیا جاتا اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں کے الفاظ میں صوتی کھٹک پیدا ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:

"ع کی شکل ذرا مختلف ہے۔ ہر چند یہ قریب المخرج مصوتے میں ضم ہو جاتا ہے۔ لیکن بعض جگہ ایک صوتی کھٹک بن کر اپنے اثرات ہمارے لہجے میں چھوڑ جاتا ہے۔"(1)

1.5 ثانوی صوتیے

یوں تو دورانِ گفتگو میں ہماری ملائم آوازیں مختلف جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتی ہیں لیکن کبھی کبھی آواز کا زیر و بم معنی میں بھی تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ ہم گفتگو میں مختلف سُروں کا استعمال کرتے ہیں۔ جملے کی تعمیر میں سُر نمایاں کردار انجام دیتا ہے۔ استفہامیہ، طنزیہ، فجائیہ اور ندائیہ لہجوں سے بھی معنی میں فرق پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے لہجے کے اس اُتار چڑھاؤ کو جس میں سُر اور آواز کی بلندی کو کام میں لایا جاتا ہے۔ اور جسے اصطلاح میں "سُر لہر" کہتے ہیں، صوتیہ کہا جاتا ہے عام صوتیے سے ممتاز کرنے کے لیے اسے ثانوی صوتیہ یا فوق قطعی صوتیہ کہتے ہیں۔ استفہامی اور فجائیہ لہجوں کا ذکر استفہامی اور فجائیہ جملوں کے تحت کیا گیا ہے۔ اُردو میں زور یا تاکید کے لیے بلند سُر کا استعمال ہوتا ہے اور بل کے ذریعے بھی آواز میں بلندی پیدا کی جاتی ہے تاکہ اس لفظ کی آواز دوسرے الفاظ کے مقابلے میں ممیز ہو۔ اس سے معنی میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے اس لیے تاکید کے لیے استعمال ہونے والا لہجہ اُردو کا ثانوی صوتیہ ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل جملے ملاحظہ ہوں۔ اِن جملوں میں تاکیدی بل کے لیے علامت ['] استعمال کی گئی ہے:

(1) کیا احمد کے ساتھ 'تم جاؤ گے؟ (2) کیا 'احمد کے ساتھ تم جاؤ گے؟

(3) کیا احمد کے ساتھ تم 'جاؤ گے؟

یہ تینوں جملے مفہوم کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ پہلے جملے کا مطلب ہوگا کیا تم جیسا شخص احمد کے

---

(1) اُردو صوتیات کا خاکہ، شہر و زبان 1966، ص 253

ساتھ جائے گا۔' تم جیسا شخص' کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ اس کا انحصار سیاق و سباق اور متکلم کے ارادے اور نیت پر ہے۔ اس کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ چونکہ تم کاہل / مغرور / اعلیٰ طبقے کے / ادنیٰ درجے کے / پڑھے لکھے / جاہل / خوبصورت / بدصورت ہو / اس لیے تم سے ایسی اُمید تو نہیں کہ تم احمد کے ساتھ جاؤ گے۔ دوسرے جملے میں احمد پر تاکیدی زور ہے۔ اس لیے پہلے جملے کے 'تم' کی ساری مذکورہ بالا خصوصیات میں سے کسی ایک کا اطلاق دوسرے جملے کے 'احمد' پر ہو سکتا ہے۔ تیسرے جملے میں جانے کے عمل پر زور ہے اور متکلم اس بات پر حیرت کے ساتھ شک کا بھی اظہار کر رہا ہے یعنی تمہارا جانا تصدیق طلب ہے۔ اردو میں تصدیق طلب بات کی ترجمانی کرنے والے لفظ پر بالعموم زور دیا جاتا ہے۔

اِس سوال کے جواب میں کہ تم کہاں جا رہے ہو جواب دینے والا صرف "گھر" کہے تو صرف سُر لہر کے فرق سے اس میں معنوی امتیازات پیدا ہوتے ہیں مثلاً:

گھر ↑ ۔ یعنی آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ اس وقت لوگ کہاں جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ
گھر جا رہا ہوں۔ اس لیے آپ کا سوال غیر ضروری بھی ہے اور احمقانہ بھی۔

گھر → ° (ہموار سُر میں)۔ اس کا سیدھا سادہ مفہوم ہوگا۔ اپنے گھر جا رہا ہوں۔

گھر ↓ 'اکتاہٹ اور مایوسی کے لہجے میں یعنی اور کہاں جا سکتا ہوں سوائے گھر کے اِن
معنوں میں یہ لفظ° گرتے سُر کے ساتھ ادا کیا جائے گا۔

حصّہ دُوم

صَرف

باب دوم

اجزائے کلام

۱.۱ جملے میں الفاظ کے قواعدی وظائف کے پیش نظر ان کی درجہ بندی صدیوں پرانا طریقۂ کار ہے۔ الفاظ کی یہ درجہ بندی اصطلاح میں 'اجزائے کلام' کہلاتی ہے۔ افلاطون کی ایک تصنیف میں پہلی بار 'اسم' (Onema) اور 'فعل' (Rhema) کا ذکر ملتا ہے لیکن ارسطو پہلا شخص ہے جس نے اجزائے کلام کا نظام باقاعدہ طور پر وضع کیا اور حرف جار (Syndesmoi) حالت اور تصریفات وغیرہ کا بھی اضافہ کیا۔ تقریباً دو ہزار سال سے اجزائے کلام کے طریقۂ کار پر عمل ہوتا آیا ہے لیکن چوں کہ ابتدا ہی سے یہ درجہ بندی معنوی بنیادوں پر کی گئی تھی اس لیے اس سے اکثر غیر ضروری اور پیچیدہ مسائل اٹھ کھڑے ہوئے اس لیے بعض جدید قواعد نویسوں نے اس طریقۂ کار کی مذمت بھی کی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اجزائے کلام کے تصور سے چھٹکارا نہیں پا سکے۔ اگرچہ C.C. Fries نے اجزائے کلام کے لیے اسم، فعل جیسی معنوی اصطلاحیں استعمال نہیں کیں پھر بھی اس کے طریقۂ کار کی بنیاد بھی اجزائے کلام کے تصور پر ہی قائم ہے۔ یسپرسن نے بھی اجزائے کلام کی معنوی تعریفوں کی دھجیاں اڑائی ہیں پھر بھی اسے اجزائے کلام کی افادیت سے انکار نہ تھا۔ قواعد ہذا میں بھی اجزائے کلام کے طریقۂ کار کو اپنایا گیا ہے۔ روایتی قواعد نے اب تک اجزائے کلام کے صرف معنوی پہلوؤں پر زور دیا ہے اور ساختی قواعد صرف ہیئتی پہلوؤں کو سب کچھ سمجھتی آئی ہے۔ اس افراط و تفریط سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اجزائے کلام کی ہیئتوں اور قواعدی وظائف کو اساس قرار دیتے ہوئے ان کے صرف انھیں معنوی پہلوؤں کو اہمیت دی جائے جن کا اظہار

ان کی ہیئتوں میں ہوتا ہے۔ اس لیے ہم اجزائے کلام کی روایتی اصطلاحیں برقرار رکھتے ہوئے ان کا جائزہ اسی نقطۂ نظر سے لیں گے۔

2.2 ایک جملہ لیجیے۔ 'احمد لکھتا ہے'۔
اگر ہم اِس جملے میں الفاظ کی ترتیب بدل کر اس طرح بولیں:

(1) ہے لکھتا احمد (2) احمد ہے لکھتا (3) لکھتا ہے احمد

تو یہ جملے بے معنی نہیں کہلائیں گے بلکہ انھیں غیر قواعدی کہا جائے گا۔ لیکن اگر ہم اسی جملے کو اس طرح بولیں:

* احمد تا لکھ ہے * احمد ہے تا لکھ

تو یہ جملے بے معنی ہو جائیں گے۔ اسی طرح 'احمد نے لکھا' کی جگہ * لکھ نے احمد ا یا 'احمد لکھیگا' کی جگہ * لکھ احمد یگا۔

بولیں تو بھی یہ جملے بے معنی ہوں گے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ 'تا'، 'ے'، 'ا' اور 'ایگا' ایسے سر فیے [اس اصطلاح کے لیے ملاحظہ ہو ۲ء۵ ص] ہیں جو لفظ 'لکھ' کے ساتھ استعمال ہو کر وقت کی اصطلاحوں میں کسی عمل کو ظاہر کرتے ہیں۔ لفظ 'احمد' سے کام کا تصور وابستہ نہیں ہے۔ اور جب اس لفظ میں کام کا تصور ہی شامل نہیں تو اس لفظ کے ذریعے وقت کی اصطلاح میں عمل کے اظہار کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ اس لیے اردو میں * احمدا * احمدتا اور * احمدیگا بے معنی الفاظ ہیں۔

اس طرح ہم اُردو جملے میں استعمال ہونے والے الفاظ کو دو بڑی قسموں میں بانٹ سکتے ہیں:

(1) ایسے الفاظ جن سے کام کا تصور وابستہ نہیں کیا جاتا اور نہ جن کے ساتھ وقت نما علامتیں جوڑی جاتی ہیں۔ انھیں 'اسم' کہتے ہیں — اور

(2) ایسے الفاظ جن سے یا تو کام کا تصور وابستہ ہوتا ہے یا پھر جو اسم کی موجودگی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ وقت نما علامتیں جڑی ہوتی ہیں۔ انھیں 'فعل' کہتے ہیں۔

مذکورۂ بالا جملے میں احمد اسم ہے اور 'لکھتا ہے' فعل۔

اُردو میں گنتی کے چند اسما ایسے بھی ہیں جو فعل کی طرح بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے وہ "نت نئے کھیل کھیلتا ہے"۔ روایتی قواعد میں عربی قواعد کی تقلید میں اسے 'مفعولِ مطلق' کہتے ہیں۔
اسم معنوی تصور کا حامل بھی ہے۔ اس حیثیت سے خارجی اور داخلی دونوں دنیاؤں میں

اس کا مدلول ہوتا ہے۔ خارجی دُنیا میں اس کا مدلول ایک بھی ہوتا ہے اور ایک سے زائد بھی۔ لفظ 'ایک' کی معنوی تعریف ممکن نہیں لیکن تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ 'ایک' سے ہماری کیا مراد ہے۔ مدلول کے ایک یا ایک سے زیادہ ہونے کے امتیاز کو اسم اپنی ہیئت کی مدد سے جملے میں ظاہر کرتا ہے۔ اسم کی اس ہیئتی خصوصیت کو 'تعداد' کہتے ہیں۔ اگر اسم صرف ایک مدلول پر دلالت کرے تو 'واحد' اور ایک سے زیادہ مدلول پر دلالت کرے تو 'جمع' کہلاتا ہے۔ اردو میں واحد کی ترجمانی کے لیے "اسم کی ہیئت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی البتہ ایک سے زیادہ مدلول کی ترجمانی کے لیے اکثر صورتوں میں اس کی ہیئت میں تبدیلی ہوتی ہے اور بعض صورتوں میں نہیں ہوتی۔

اسی طرح خارجی دنیا کا مدلول اگر ذی روح ہو تو 'نر' اور 'مادہ' میں معنوی سطح پر ممتاز ہوتا ہے تعداد کے ساتھ ساتھ جنس کی نمائندگی کا کام بھی اردو اسم کے ذمے ہوتا ہے۔ اگر اسم "نر" کی نمائندگی کرے تو 'مذکر' اور 'مادہ' کی نمائندگی کرے تو 'مونث' کہلاتا ہے، اسم کی اس ہیئتی خصوصیت کو بھی 'جنس' کہتے ہیں۔ یہ 'جنس' جسے انگریزی میں Gender کہتے ہیں، قواعدی قسم ہے اور اُن معنوں والے 'جنس' سے ممتاز ہے جسے انگریزی میں Sex کہا جاتا ہے اور جو معنوی قسم ہے۔ اُردو، فارسی اور عربی میں اصطلاح 'جنس'، قواعدی اور معنوی دونوں اقسام پر حاوی ہے اس لیے دونوں میں ذہنی طور پر امتیاز کرنا ضروری ہے۔ یسپرسن نے اس امتیاز کو اس طرح سمجھایا ہے۔

قواعد		فطرت	
جنس (Gender)		جنس (Sex)	
نحوی		معنوی	
(1) مذکر	الفاظ	(1) نر	مخلوقات
(2) مؤنث		(2) مادہ	
(3) بے جان[1]		(3) غیر جنس ۔	اشیاء[2]

---

(1) اس کا اطلاق اُردو قواعد پر نہیں ہوتا۔

(2) فلاسفی آف گریمر ص 55

اُردو اسم کی (قواعدی) جنس اور خارجی دنیا کی (معنوی) جنس میں مطابقت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ اُردو اسم کی خارجی دُنیا کے برخلاف، چاہے اس کا مدلول جاندار ہو یا بے جان، مخلوقات ہوں یا مصنوعات، یہاں تک کہ ہر ذہنی تصور کی تذکیر و تانیث ہوتی ہے۔ جنس کے معاملے میں خارجی دُنیا سے یہ عدم مطابقت ہر زبان میں نہیں پائی جاتی۔

اُردو میں جنس و تعداد صرف اسم کی ہیئت سے متعلق نہیں ہے۔ اکثر زبانوں کے برخلاف اردو جملوں میں اسم کے علاوہ فعل بھی اپنی ہیئت سے، اور جیسا کہ آگے چل کر ہم دیکھیں گے، اسم کے مقابلے میں زیادہ باقاعدگی سے جنس و تعداد کا اظہار کرتا ہے۔

اُردو اسما کی مندرجۂ ذیل قسمیں قابلِ ذکر ہیں:

(1) اسم عام (2) اسم خاص (3) اسم جمع (4) اسم مجرد اور (5) اسم غیر شماری۔

اسمِ عام

ہم نے ابتدائیہ میں خارجی، معنوی اور لسانی دُنیاؤں کے فرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ خارجی دُنیا میں بے شمار جانور، درخت، پرندے، پودے، کیڑے مکوڑے، انسان، دریائی مخلوقات الغرض انواع و اقسام کی اَن گنت چیزیں پائی جاتی ہیں چونکہ حقیقی دُنیا میں ہر مخلوق دوسری مخلوق سے اور ہر چیز دوسری چیز سے الگ ہوتی ہے اس لیے اِن میں امتیازات قائم کرنے کے لیے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ انسان اپنی اپنی زبان میں ہر چیز اور ہر مخلوق کے لیے ایک نیا نام تجویز کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر زبان میں اتنے الفاظ ہوتے جتنی چیزیں اور مخلوقات اس کے دائرۂ تجربہ میں آتیں۔ ذرا تصور کیجیے، یہ الفاظ کتنے ہوتے؟ لیکن ایسا کرنا انسان کے بس میں نہیں۔ اس کی قوتِ اختراع چاہے قوی ہو لیکن اس کی قوتِ حافظہ محدود ہے جس میں بے شمار بلکہ لامحدود الفاظ کی سمائی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اُس نے سہولت کے پیشِ نظر ایک تدبیر نکالی۔ پہلے تو اُس نے چیزوں اور مخلوقات کو ان نمایاں مشترکہ خصوصیات کے پیشِ نظر گروہوں میں تقسیم کیا اور پھر ہر گروہ کے فرد کے لیے ایک ہی لفظ استعمال کیا۔ اِس لفظ کا مدلول خارجی دنیا میں موجود نہیں ہوتا۔ یہ دراصل صرف تصور ہے، خارجی شے یا مخلوق کے مشترکہ تصور کو ظاہر کرنے والا اسم 'اسم عام' کہلاتا ہے۔ جیسے کتا، بلی، قلم، کاغذ وغیرہ۔

اسمِ خاص

جب اسی مشترکہ تصور کا اطلاق ہم کسی خاص فرد پر کرتے ہیں تو اسے ایک نیا نام دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی خاص کُتے کا ذکر مقصود ہو تو ہم اسے 'ٹامی'، 'ٹائیگر' یا 'شیرو' کہہ کر عام تصور سے جیتی جاگتی

حقیقت کی طرف آتے ہیں اور جانے پہچانے انسانوں، شہروں، گلیوں اور محلوں کے لیے علیحدہ علیحدہ نام استعمال کرکے انھیں عام تصورات سے ممتاز کرتے ہیں۔ یہ نام عام تصورات پر اضافہ ہوتے ہیں خاص لوگوں، شہروں وغیرہ کی طرف اشارہ کرنے والے اسما قواعد میں اسم خاص کہلاتے ہیں جیسے احمد اسم خاص ہے لیکن لڑکا اسم عام۔ اردو میں اسم خاص اپنی ہیئت سے پہچانا نہیں جاتا لیکن اظہار تعداد میں اس کا رویہ خارجی دنیا سے نسبتاً زیادہ قریبی رشتہ رکھنے کے باعث ممتاز ہوتا ہے یعنی وہ تعداد جمع قبول نہیں کرتا جب تک کہ اسے عام تصور کے طور پر استعارۃً استعمال نہ کیا جائے، جیسے آج کل حاتم پیدا نہیں ہوتے۔

اسم جمع

ہم سہولت کے پیش نظر خارجی دنیا میں یکساں نظر آنے والے مختلف جانداروں یا بے جان اشیا کا ایک مجموعی تصور قائم کرکے ان کے مجموعے کو ایک علیحدہ نام دیتے ہیں اور اسے بطور واحد استعمال کرتے ہیں جیسے فوج، جھنڈ، ریوڑ وغیرہ۔ ایسے اسم اصطلاح میں اسم جمع کہلاتے ہیں یہ اسم عام تعداد واحد کی طرح پیش آتے ہیں اور اسم عام کی طرح تعداد جمع کو قبول کرتے ہیں۔

اسم مجرد

تفہیم ذات و کائنات کے سلسلے میں انسان اپنے ذہن میں ایسے تصورات بھی قائم کرتا ہے جن کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی نوعیت سرتاسر داخلی ہوتی ہے جیسے وقت، فاصلہ، احساس، جذبہ، قوت، لمبائی، بچپن وغیرہ۔ ہم ان تصورات کو لسانی دنیا میں مصنوعی طور پر اس طرح پیش کرتے ہیں جیسے یہ اشیائے محسوس پر دلالت کرنے والے تصورات ہوں۔ سچ پوچھا جائے تو زبان تجریدات ہی سے عبارت ہے۔ اسم عام بھی تجرید ہے کیونکہ لسانی دنیا میں قدم رکھنے کے بعد پتھر، لکڑی، کوئلہ جیسی خارج میں پائی جانے والی ٹھوس اشیا بھی تجریدات بن جاتی ہیں۔ لیکن ان تجریدات کے مختلف درجے ہیں کہ اشیائے محسوس کی نمائندگی تجرید کی ادنیٰ ترین سطح کہلائی جا سکتی ہے کیونکہ خارجی دنیا میں ان کے حوالے موجود ہوتے ہیں لیکن ایسے تصورات جن کا خارجی دنیا میں کوئی وجود نہیں تجرید کی بلند ترین سطح پر رکھے جا سکتے ہیں۔ مثلاً لفظ پتھر تجرید کی ادنیٰ ترین سطح ہے لیکن پتھراؤ، بلند ترین سطح۔ لسانی دنیا میں بلند تر تجرید کی نمائندگی بھی بڑی حد تک اسی طرح ہوتی ہے جس طرح ادنیٰ ترین تجرید کی نمائندگی۔ اعلیٰ تر سطح کی تجرید کی نمائندگی کرنے والے الفاظ اسم مجرد کہلاتے ہیں۔ اسم عام کے برخلاف ان میں سے کچھ تعداد جمع کو قبول کرتے ہیں اور کچھ نہیں اردو میں کچھ اسمائے مجرد اپنی ہیئت

سے بھی پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی تفصیل اشتقاق کے ذیل میں پیش کی گئی ہے۔

اسم غیر شماری

بعض قدرتی اشیاء مثلاً پانی، دودھ، گیہوں، سونا، چاندی وغیرہ کی نمائندگی کرنے والے الفاظ ایسے اسم ہیں جو صرف صفت مقداری کو قبول کرتے ہوئے واحد استعمال ہوتے ہیں اور وہ ناقابل شمار ہوتے ہیں۔ انھیں اسم غیر شماری کہا جاتا ہے۔ انھیں اسم مادہ بھی کہتے ہیں۔

اردو میں کوئی * ایک دودھ، * دو چاندی وغیرہ نہیں کہتا۔

1.2 صفت

صفت اسم کا تابع ہے۔ وہ اسم کے معنی میں تحدید پیدا کر دیتا ہے مثلاً لمبا آدمی، کہنے سے عام آدمی کے معنی میں تحدید پیدا ہوتی ہے۔ اردو میں صفت اسم سے قبل آتی ہے حالانکہ بعض زبانوں میں صفت کا مقام اسم کے بعد بھی آتا ہے۔ مثلاً عربی میں خوبصورت آدمی کو رجل حسن اور فارسی میں مرد جمیل کہتے ہیں۔

اردو جملوں میں صفت تکملۂ خبر کے طور پر بھی آتی ہے جیسے 'احمد بیمار ہے'۔ اسے صفت خبری کہتے ہیں۔

اردو میں صفت اسم کی طرح معنوی قسم بھی ہے اور ہیئتی بھی۔ صفت اردو جملوں میں اپنی ہیئت اور مقام سے پہچانی جاتی ہے۔ اور جب تک اس کے آخر میں ے یا نہ ہو وہ اسم کی تعداد و جنس کے توافق میں بدلتی اور بے میں تصرف نہیں ہوتی۔ (تفصیل 6، 4 اسمی توافق)

اردو کی اکثر صفات مشتق ہوتی ہیں۔ اس کی تفصیل اشتقاق کے ذیل میں دی گئی ہے۔

(ملاحظہ ہو 7، 12)

اس کی مندرجہ ذیل معنوی قسمیں قابل ذکر ہیں۔ ان معنوی قسموں کا ذکر اس لیے ضروری ہے کہ اردو جملے میں ان معنوی قسموں کا مقام متعین ہے (تفصیل 4، 4)

صفت ذاتی

کسی شے کی ذاتی خصوصیت کی ترجمانی کرتی ہے جیسے چھوٹا، بڑا، شریر، خوبصورت۔

صفت عددی

شے کی تعداد بتاتی ہے اس اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں:

(1) عدد معین:

(الف) عدد کاملا : مکمل عدد کی نمائندگی کرتی ہے جیسے ایک، دو، تین۔

(ب) عدد کسری: غیر مکمل عدد کا اظہار کرتی ہے جیسے پاؤ، آدھا، پون

(ج) عدد غیر معین :- •

جیسے بعض، کچھ، چند، بہت (کچھ اور بہت صفت مقداری کا بھی کام دیتے ہیں)

صفت عددی صرف اس اسم کے ساتھ آتی ہے جو قابلِ شمار شے کی نمائندگی کرتی ہے

جیسے ایک لڑکا، کچھ لڑکے۔

* ایک دودھ * دو گیہوں، * چند پانی۔ اردو گفتار نہیں ہے۔

استثناء : دو چائے (جس سے مراد ہے دو کپ چائے)

صفت مقداری

وہ صفت جو مدلولِ اسم کی مقدار ظاہر کرے۔ یہ اسم غیر شماری کے ساتھ ہی آتی ہے، جیسے :

کچھ دودھ، تھوڑا پانی۔

اردو میں کچھ، بہت، تھوڑا صفاتِ عددی بھی ہیں۔

صفت تشدیدی

وہ صفت جو صفت ذاتی میں شدّت یا تخفیف کا اظہار کرے جیسے کافی، بہت، نہایت، بڑا،

(جیسے 'بڑا شریر ہے')، کہیں (جیسے 'کہیں بہتر ہے')۔

کچھ، بہت، تھوڑا، صفات تشدیدی بھی ہیں۔ صفت تشدیدی کے ساتھ صفت ذاتی کا

ہونا ضروری ہے۔

صفت ضمیری

جب ضمیر اشارہ (2.12) اسم کے ساتھ آکر اس کے مدلول کے معنی میں تحدید

کرے تو یہ ضمیر صفت کا وظیفہ انجام دیتی ہے۔ اسے صفتِ ضمیری کہتے ہیں۔ جیسے یہ کتاب، وہ آدمی۔

(صفت عددی کی مزید تفصیل اشتقاق کے تحت ملاحظہ ہو۔ اسی طرح صفتِ نسبتی کا ذکر

اشتقاق کے تحت ملے گا)

درجہ

کبھی کبھی دو مدلول اسم کی خصوصیات میں مقابلہ، یا کسی مدلول اسم کو سب سے اچھا، خراب،

کم یا زیادہ ظاہر کرنا ہو تو اس کے لیے صفت کی مخصوص ہیئت استعمال ہوتی ہے۔ اسے اصطلاح

میں ' درجہ' کہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے تصریفی زبانوں میں پابند صرفیے (اس اصطلاح کے لیے دیکھیے ۱ ، ۳) استعمال ہوتے ہیں۔ اسی لیے درجہ ان میں قواعدی اصطلاح ہے لیکن اُردو صفت میں درجے کا اظہار بالعموم پابند صرفیوں کی مدد سے نہیں ہوتا۔ اس لیے درجہ اردو میں معنوی قسم ہے لیکن چونکہ چند فارسی اور بعض عربی دخیل الفاظ میں یہ پابند صرفیے ملتے ہیں اور تکرار سے بھی اُردو صفت درجے کا اظہار کرتی ہے اس لیے اُردو قواعد میں 'درجہ' کو جگہ دینی چاہیے۔

فارسی میں دو کے درمیان مقابلہ ظاہر کرنے کے لیے صرفیہ 'تر' استعمال ہوتا ہے جیسے "بہتر" بدتر، 'کم تر'۔ جب کسی خصوصیت کے سلسلے میں دو مدلول اسم کے درمیان مقابلہ ظاہر کرنا ہو تو اسے تفضیل بعض کہتے ہیں (کوئی مقابلہ نہ ہو تو 'تفضیل نفس' کہتے ہیں۔

جب سب سے مقابلہ مقصود ہو تو اسے 'تفضیل کل' کہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے فارسی میں صرفیہ 'ترین' استعمال کرتے ہیں اور عربی میں تفضیل بعض اور تفضیل کل دونوں کے لیے ابتدائی صرفیہ (ا) جیسے:

فارسی ۔ بدترین، بہترین، کمترین

عربی ۔ اعلیٰ، اسود، اجمل (عربی میں تفضیل بعض بھی تفضیل کل بھی)

لیکن اُردو میں عربی کے تفضیل کا استعمال نہیں ہوتا سوائے چند ایک الفاظ کے جیسے 'احقر' وغیرہ اعلیٰ اور افضل اُردو میں عام صفت کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اور تفضیل کے لیے حرف جار 'سے' لاتے ہیں جیسے اس سے افضل، اس سے اعلیٰ (بالکل اسی طرح جیسے اس سے چھوٹا، اس سے بڑا وغیرہ) البتہ عربی تفضیل بعض یا کل کے ساتھ فارسی صرفیے 'تر' اور 'ترین' استعمال ہوتے ہیں جیسے 'افضل تر' اعلیٰ تر، افضل ترین، اعلیٰ ترین' اسے اصطلاح میں 'حشو' کہتے ہیں۔

اُردو میں دو سے مقابلے کے لیے صفت سے قبل حرف 'سے' اور سب سے مقابلے کے لیے الفاظ 'سب سے' استعمال کرتے ہیں لیکن انھیں تفضیل بعض او تفضیل کل نہیں سمجھنا چاہیے۔ 'سب سے' مقابلے کے لیے اُردو میں صفت کی تکرار سے اس طرح کام لیا جاتا ہے کہ ان کے درمیان حرف 'سے' ہوتا ہے جیسے خراب سے خراب، کم سے کم، زیادہ سے زیادہ مصوتہ 'ا' پر ختم ہونے والی صفت 'ے' میں منصرف ہوتی ہے۔

بڑے سے بڑا بجائے * بڑا سے بڑا

چھوٹے سے چھوٹا بجائے * چھوٹا سے چھوٹا

2.4 فعل

اردو جملے میں فعل کی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی اسم کی۔ فعل سے عمل کی ترجمانی ہوتی ہے لیکن اصطلاح 'عمل' کو وسیع معنوں میں استعمال کرنا ضروری ہے، اسی صورت میں معنوی اصطلاح 'عمل' اور قواعدی اصطلاح 'فعل' میں مطابقت پیدا کی جا سکتی ہے کیوں کہ فعل جہاں 'عمل' کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے 'احمد کھا رہا ہے'، وہیں حالت کی بھی ترجمانی کرتا ہے۔ جیسے "احمد سوتا ہے" اور اس سے تسلسلِ کار کا بھی اظہار ہوتا ہے جیسے "پھول کھلتے ہیں"۔

ہر جملہ کسی نہ کسی صورتِ حال کا جزواً یا کاملاً ترجمان ہوتا ہے۔ اسم اس ترجمانی کے لیے مواد مہیا کرتا ہے لیکن فعل صورتِ حال میں جان ڈال دیتا ہے اس لیے فعل بقول لیسپرسن جملے کا 'حیات بخش عنصر' ہے۔

اردو جملے میں فعل بالعموم آخر میں آتا ہے۔ صرف انہی جملوں میں پہلے آتا ہے جن میں وہ حکم یا التجا کا ترجمان ہو (جیسے جا۔ کھا) یا جب بات میں زور پیدا کرنا مقصود ہو جیسے "ہے کوئی مائی کا لال"؟

اسم کی طرح فعل معنوی قسم بھی ہے۔ لیکن یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ فعل قواعدی اصطلاح ہے اور اس کی متوازی معنوی اصطلاح "عمل" ہے۔

خارجی دنیا کا ترجمان ہونے کی حیثیت سے فعل وقت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ مخصوص صرفیے استعمال کرتا ہے۔ وقت کی ترجمانی فعل کا 'زمانہ' کہلاتی ہے۔ زمانہ (جنس کی طرح) معنوی اصطلاح بھی ہے لیکن جب فعل کے حوالے سے اس کا ذکر ہو تو اسے خالص قواعدی اصطلاح سمجھنا چاہیے۔ اگر اس قواعدی اصطلاح سے امتیاز مقصود ہو تو حسبِ ضرورت اس کی متوازی معنوی اصطلاح 'وقت' استعمال کرنے سے خلط مبحث نہیں ہوگا۔

2.5 فعلِ ناقص

فعل کی متوازی معنوی اصطلاح 'عمل' میں 'کرنے' کے ساتھ 'ہونے' کا تصور شامل نہیں ہے لیکن اردو فعل سے بے عملی کی حالت یا ہونے کی حالت کی بھی ترجمانی ہوتی ہے۔ اردو میں اس کی نمائندگی ایک کثیر الاستعمال فعل 'ہونے' سے ہوتی ہے جو حسبِ موقع 'ہے'، 'ہوں' اور 'تھے' وغیرہ میں تبدیل ہوتا ہے۔ یہ فعل جملے میں آکر خارجی دنیا کی کسی مکمل صورتِ حال کی ترجمانی

تنہا نہیں کرتا بلکہ اس مقصد کے لیے دوسرے اجزائے کلام کا محتاج ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ 'احمد ہے' معنوی سطح پر۔ اگر کوئی مخصوص سیاق و سباق نہ ہو تو نامکمل جملہ ہے (بشرطیکہ 'ہے' یہاں 'موجود' کے معنوں میں استعمال نہ ہو جیسے اس جملے میں 'خدا ہے') لیکن یہ کہنا کہ 'احمد محمود کا بھائی ہے' معنوی سطح پر ایک مکمل جملہ ہے۔ اس جملے میں 'بھائی' اسم ہے اور فعل 'ہے' فعل ناقص۔ اصطلاح میں بھائی کو تکملہ، خبر یا خبریہ بھی کہتے ہیں۔ 'خبریہ' اسم کے علاوہ صفت بھی ہوتا ہے، جیسے 'احمد خوبصورت ہے'، اسے صفت خبری کہتے ہیں (دیکھیے 3 و 2

اُردو کے دوسرے افعالِ ناقص مندرجہ ذیل ہیں:۔

(1) ۔ رہ	وہ جاہل ہی رہا
(2) ۔ نکل	وہ بدھو نکلا
(3) ۔ بن	وہ آدمی بن گیا
(4) ۔ لگ	وہ نیک لگتا ہے
(5) ۔ پڑ	وہ بیمار پڑا

'ہو' کے برخلاف مذکورۂ بالا افعال ناقص فعل لازم کی حیثیت سے بھی معنوی فرق کے ساتھ مستعمل ہیں۔ (دیکھیے 7 و 2)

فعل ۔ ہو اُردو میں فعل امدادی کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً جملہ "احمد جا رہا ہے" میں 'ہے' امدادی فعل ہے، فعلِ ناقص نہیں اس کی ماضی اور مستقبل کی شکلیں تھا ۔ تھی ۔ تھے ۔ تھیں اور ہوگا ۔ ہوگی ۔ ہوں گے ۔ ہوں گی ہیں۔

فعل ناقص ۔ ہو کی ماضی کی دو شکلیں اُردو میں استعمال ہوتی ہیں:

(1) تھا ۔ تھی ۔ تھے ۔ تھیں اور

(2) ہوا ۔ ہوئی ۔ ہوئے ۔ ہوئیں۔

دونوں معنوی فرق کے ساتھ مستعمل ہیں۔ 'ہوا'، 'تھا' کے مقابلے میں معنوی سطح پر زیادہ فعال ہے۔ وہ عمل کے تسلسل کو بھی ظاہر کرتا ہے مثلاً یہ جملے ملاحظہ ہوں:

(1) احمد بیمار ہوا ۔ اور (2) احمد بیمار تھا۔

پہلے جملے میں 'ہوا' اور 'بیمار' میں نسبتہً گہرا معنوی ربط ہے اس کے برخلاف 'تھا' صرف صورتِ حال کی ترجمانی کرتا ہے اور کسی معنوی رشتے کا اظہار نہیں کرتا۔

ـ یہ فعل ناقص صرف تواعدی قسم ہے۔ یہ قسم دُنیا کی اکثر زبانوں میں نہیں پائی جاتی
یعنی جس موقع پر ہم اُردو میں ''ہے'' بطور فعل ناقص استعمال کرتے ہیں، اِن زبانوں میں کوئی
فعل استعمال نہیں ہوتا۔ مثلاً روسی زبان میں اگر کہنا ہو کہ احمق بے وقوف ہے تو کہتے ہیں :-

احمق بے وقوف　　　باپ گھر میں

عربی یُوں کہتے ہیں :

زید خوبصورت　　　آدمی سچا

چونکہ عربی میں ایسے جملوں میں فعل کا استعمال نہیں ہوتا اس لیے عربی نحو میں اسے 'جملہ اسمیہ'
کہتے ہیں۔ بصورتِ دیگر عربی جملے کی ابتدا فعل سے ہوتی ہے۔ جیسے ذَہَبَ زیدٌ (گیا زید) اسے
عربی نحو میں 'جملہ فعلیہ' کہتے ہیں۔

عربی قواعد کی تقلید میں لکھی ہوئی اُردو روایتی قواعد وں میں اُردو جملے کی دو قسمیں بتائی جاتی
ہیں 'جملہ اسمیہ' اور 'جملہ فعلیہ'۔ مثلاً :

جملہ اسمیہ وہ جملہ ہے جس میں فعل ناقص یا کلمہ ربط ہے، آئے [1] اس میں مسند الیہ
مبتدا اور مسند خبر ہوتا ہے جیسے 'حامد تندرست ہے' اس میں حامد مسند الیہ' مبتدا۔
اور تندرست مسند اور 'خبر' ہے اور 'ہے' کلمہ ربط ہے''(2)

''اسمیہ جملہ وہ ہے جو فعل ناقص سے بنتا ہے جیسے موہن ڈرپوک ہے جس جملے میں
مسند اور مسند الیہ دونوں اسم ہوں وہ جملہ اسمیہ ہے۔ جملہ اسمیہ ہمیشہ دو جملوں سے مل کر
بنتا ہے۔ (3)

---

(1) ممتاز القواعد ص 124 ''ہے'' کو کلمہ ربط کہنا درست نہیں۔ کلمہ ربط غالباً Copula کا
ترجمہ ہے جو منطق کی اصطلاح ہے۔ چونکہ انگریزی میں فعل ناقص جملے کے درمیان آکر فاعل اور خبر کو جوڑتا ہے
اس لیے اسے Copula کہتے ہیں۔ دوسری قسم کے جملوں میں جہاں فعل 'is' استعمال نہیں ہوتا اہلِ منطق
اس جملے کو تبدیل کرکے اس میں is کی گنجائش نکال لیتے ہیں جیسے He Walks کو He is Walking
میں تبدیل کر دیتے ہیں اُردو میں فعل ناقص جملے کے آخر میں آتا ہے اور ربط کا کام نہیں دیتا۔

(2) رسالہ قواعد اردو (حصہ دوم)۔ منشی گلاب سنگھ۔

(3) اُردو صرف و نحو کا خاکہ۔ خواجہ عبدالرؤف عشرت منقول از اُردو میں لسانیاتی تحقیق ص 176

'مسند الیہ'، 'مسند'، 'مبتدا' اور 'خبر' عربی قواعد کی اصطلاحیں ہیں جملہ اسمیہ کا مبتدا وہی ہے جو جملہ فعلیہ کا مسند الیہ، اور اس کی خبر وہی ہے جو جملہ فعلیہ کا مسند ہے۔ اردو میں قواعد میں مبتدا اور خبر خاصی مقبول اصطلاحیں ہیں اس لیے انھیں قائم رکھا تو جا سکتا ہے لیکن مبتدا اور فاعل کو مرادف سمجھنا ضروری ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اردو میں جملہ اسمیہ نہیں ہوتا۔ مولوی عبدالحق نے اپنی قواعد میں جملۂ اسمیہ کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔ البتہ اردو میں کچھ جملے ایسے ضرور استعمال ہوتے ہیں جن میں فعل نہیں ہوتا۔ مثلاً:

(1) انسان کی زندگی کا کیا بھروسہ (2) میں کہاں اور تم کہاں

(3) یہ منہ اور مسور کی دال (4) وہ اور شریف

(5) ع عقل تمام مصطفےٰ، عقل تمام بولہب۔

(6) گلوں کی جلوہ گری، مہر ومہ کی بوالعجبی ؛ تمام شعبدہ ہائے طلسم بے سببی

لیکن انھیں جملہ اسمیہ قرار دینا مناسب نہیں۔ کیونکہ بات میں زور اور اثر پیدا کرنے کے لیے اس طرح کا اسلوب اختیار کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا جملوں کو ایسے جملوں میں مبتدل کیا جا سکتا ہے جن میں فعل ناقص 'ہے' آجائے مثلاً:

(1) انسانی زندگی کا بھروسہ نہیں ہے۔ (2) مجھ میں اور تم میں کافی فرق ہے۔

(3) منہ مسور کی دال کے قابل نہیں ہے۔ (4) وہ شریف نہیں ہو سکتا۔

جملہ نمبر (1) اور جملہ (3) میں 'نہیں' ہے کی جگہ صرف 'نہیں' بھی استعمال ہو سکتا ہے لیکن 'نہیں' (جو دراصل نہ + ہے کے انضمام کا نتیجہ ہے) میں 'ہے' شامل ہے۔

2.6 فاعل و مفعول

روایتی قواعد میں اگر مدلول اسم کام کرنے والا ہو تو اسے 'فاعل' اور کام کا اثر قبول کرنے والا ہو تو 'مفعول' کہلاتا ہے۔ اِس تعریف سے جملے میں فاعل و مفعول کی ہیئت پر کوئی روشنی نہیں پڑتی اور یہ تعریفیں معنوی اعتبار سے بھی مکمل نہیں۔ مثلاً روایتی قواعد میں فاعل اس لفظ کو کہتے ہیں جو کام کرے جیسے "زید نے کھانا کھایا" میں زید فاعل ہے۔ یہ تعریف اس جملے یا اس طرح کے جملوں کی حد تک تو صحیح ہے لیکن اگر کہیں زید بیمار ہے تو اس جملے یا اس طرح کے جملوں کی حد تک تو صحیح ہے لیکن اگر کہیں زید بیمار ہے تو اس جملے سے حقیقی زید کا کوئی کام ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود اس جملے میں اسم زید قواعدی رو سے فاعل ہے۔ اسی طرح مفعول کی تعریف اِن

الفاظ میں کی جاتی ہے، " مفعول وہ اسم ہے جس پر کام کا اثر واقع ہو" اس نوعیت کے جملوں پر تو یہ تعریف صادق آتی ہے ۔ مثلاً " احمد نے محمود کو مارا" میں کام اثر قبول کرنے والا محمود ہے لیکن اس تعریف کا اطلاق اس طرح کے جملوں پر نہیں ہوتا " احمد نے محمود کو دیکھا" اگر خارجی دنیا میں احمد نے محمود کو دیکھا تو ضروری نہیں کہ دیکھنے کا اثر محمود پر بھی ہوا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ محمود کو اس کا علم بھی نہ رہا ہو کہ احمد نے اسے دیکھا۔ ایسی صورت میں یہ کہنا مناسب نہیں کہ حقیقی محمود پر کام کا اثر واقع ہوا ہے۔ جہاں تک 'اثر' کا تعلق ہے وہ معنوی سطح پر فاعل پر بھی ہو سکتا ہے۔" احمد محمود کی بات سن رہا ہے" میں "احمد" قواعدی رو سے فاعل ہے لیکن سننے کے کام کا اثر احمد پر ہو رہا ہے۔ اس طرح " احمد محمود سے ڈرتا ہے" میں حقیقی دنیا میں ڈرنے کا اثر احمد پر ہو رہا ہے جو قواعدی رو سے فاعل ہے ۔

دراصل جب ہم فاعل و مفعول کی تعریفیں بیان کرتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ اصطلاحیں قواعدی پہلے ہیں اور معنوی بعد میں ۔ فاعل کے لغوی معنی ہیں 'کام کرنے والا' اور 'مفعول' کے معنی ہیں 'جس پر کام واقع ہو' اس لیے ہم غیر شعوری طور پر فرض کر لیتے ہیں کہ یہ صرف معنوی اصطلاحیں ہیں ۔ خلط مبحث سے بچنے کے لیے مدلولِ فاعل کو 'عامل' اس وقت کہا جائے جب وہ کام کرنے والا ہو اور مدلول مفعول کو 'معمول' اس وقت کہا جائے جب اس پر کام کا اثر واقع ہو اور فعل کو 'عمل' کہنا مناسب ہوگا جملے میں مدلولِ فاعل عامل بھی ہو سکتا ہے اور معمول بھی اگر مدلول فاعل عامل ہو تو اسے فاعل ـ عامل اور فعل ناقص کی صورت میں بھی فاعل۔ عامل مذکور کہا جائے اور مدلولِ فاعل معمول کا نمائندہ ہو تو فاعل۔ معمول کہا جائے جیسے' احمد مارا گیا' میں احمد فاعل۔ معمول ہے ۔

فاعل اسم کا وہ وظیفہ ہے جس سے پتہ چلے کہ اس کا مدلول چاہے عامل ہو معمول لیکن جملے میں وہی موضوع گفتگو ہے۔ یہ بالعموم جملے کی ابتدا میں آتا ہے۔ اس کی علامت ۔ مخصوص طرز کے جملوں میں ۔ حرف 'نے' ہے ۔ یہ کبھی اپنی ہیئت سے اور کبھی جملے میں صرف اپنے مقام سے پہچانا جاتا ہے ۔

مفعول اسم کا وہ وظیفہ ہے جس کے ذریعے وہ معمول کی اس طرح نمائندگی کرتا ہے کہ عمل کا رُخ اس معمول کی طرف ہو اور جب یہ عامل کی نمائندگی کرتا ہے تو عمل کا رُخ فاعل۔ معمول کی طرف ہوتا ہے (جیسے مجہول جملوں میں) اس کی قواعدی علامت حرف 'کو' ہے جو خاص خاص موقعوں پر استعمال ہوتی ہے۔ یہ فعل کے قبل آتا ہے اور کبھی اپنی ہیئت سے اور کبھی جملے میں اپنے مقام سے پہچانا

جاتا ہے۔

2.07 لازم و متعدی

بعض افعال ایسے ہیں جن کا تعلق صرف عامل سے ہوتا ہے۔ ایسے اعمال ظاہر کرنے والے افعال 'لازم' کہلاتے ہیں لیکن بعض اعمال ایسے ہیں جن کا تعلق معمول سے بھی ہوتا ہے۔ ایسے اعمال کی نمائندگی کرنے والے افعال متعدی کہلاتے ہیں۔ فعل متعدی مفعول کا محتاج ہوتا ہے۔ مثلاً

جملہ: " احمد بیٹھا ہے " میں 'بیٹھا ہے' فعل لازم ہے لیکن

" احمد آم کھا رہا ہے " میں 'کھا رہا ہے' فعل متعدی ہے اور آم مفعول ہے۔

کچھ افعال ناقص لازم کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں مثلاً:

ناقص	لازم
(1) وہ جاہل ہی رہا	وہ شہر میں رہتا ہے
(2) وہ بڑا بے وقوف نکلا	وہ دروازے سے نکلا
(3) وہ بیمار پڑا	میں وہاں پڑا رہا

اگر جملے میں فعل متعدی ہو تو ایک کے بجائے دو مفعول بھی آسکتے ہیں، مثلاً:

"احمد نے محمود کو کتاب دی۔"

میں 'محمود' اور 'کتاب' دونوں مفعول ہیں۔ چونکہ خارجی دنیا میں دینے کا عمل کتاب سے بالراست تعلق رکھتا ہے اس لیے اسے 'مفعولِ اول' یا صرف 'مفعول' کہتے ہیں اور دوسرے مفعول (محمود) کو " مفعولِ ثانی "۔ مفعولِ ثانی کے ساتھ علامت مفعول 'کو' مخصوص صورت میں استعمال ہوتی ہے۔

2.08 مصدر

ہر فعل 'وقت' . . ہوتا ہے۔ لیکن فعل کی ایک صورت ایسی ہے جس میں وقت کا تعین نہیں ہوتا۔ فعل مادّے میں علامت 'نا' استعمال کرنے سے یہ صورت پیدا ہوتی ہے مثلاً، آنا، جانا، کھانا، پینا انھیں مصدر کہا جاتا ہے۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ مصدر سے فعل کی دوسری تمام شکلیں بنتی ہیں، اسی لیے فعل کی اس شکل کو 'مصدر' کہتے ہیں لیکن یہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ فعلی مادہ ہے جس سے فعل کی تمام شکلیں بنتی ہیں۔ اس لیے 'مصدر' کے لغوی معنی پر نہ جائیے اور یہ کہیے کہ مصدر سے علامت مصدر 'نا' نکالنے کے بعد فعل کی تمام شکلیں بدلتی ہیں۔

اُردو میں مصدر فعلی مادّے سے الگ وجود رکھتا ہے اور چونکہ اس کی ہیئت سے تعین وقت کا تصور خارج ہو جاتا ہے اس لیے اُردو جملوں میں اسم کی حیثیت سے فاعل یا مفعول کا وظیفہ بھی انجام دیتا ہے،

کھیلنا اچھی عادت ہے ۔ اِس جملے میں کھیلنا فاعل ہے
وہ کھیلنا پسند کرتا ہے ۔ اِس جملے میں کھیلنا مفعول ہے

اُردو میں مصدر تکملۂ خبر بھی ہوتا ہے جیسے وہاں تمھیں جانا ہے۔ مجھے شرمانا پڑا۔ اُردو میں علامت مصدر 'نا'، قابلِ تصریف ہے۔ یہ منصرف ہو کر 'نے' بھی بنتی ہے اور 'نی' بھی۔ مثلاً؛ وہ بولنے لگا، تمھیں احتیاط کرنی چاہیے۔

• حالیہ

فعل کی بنیادی صفت شکل [illegible] تعین وقت [illegible] ہے لیکن فعل کی دو ہیئتیں ایسی ہیں جب وہ صفت کا وظیفہ انجام دیتی ہیں اور اس حیثیت سے اسم کے قبل آتی ہیں۔ ایک ہیئت کو حالیہ تمام [illegible] دوسری کو حالیۂ ناتمام کہتے ہیں۔ حالیۂ تمام فعل سے وضع کیا ہوا ایسا لفظ یا ترکیب ہے جس سے جملے میں فعل کے ذریعے عمل کے ختم ہونے (اس اصطلاح کے لیے دیکھیے 3، 4) کا علم ہوتا ہے جیسے مَرا آدمی۔ گری دیوار۔ مرا ہوا آدمی، گری ہوئی دیوار۔ فعل کی یہ شکل صفت کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ اگر یہ شکل متعلقہ عمل کے تسلسل کو ظاہر کرے تو اسے حالیۂ ناتمام کہتے ہیں۔ جیسے بہتا پانی، بہتا ہوا پانی۔

حالیہ ناتمام و حالیہ تمام دونوں صفت کا وظیفہ اسی وقت انجام دیتے ہیں جب وہ اسم سے قبل آئیں ورنہ وہ متعلق فعل کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ حالیہ ناتمام و تمام تکرار کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں جیسے:

وہ ڈرتے ڈرتے کمرے میں داخل ہوا۔
ع مجھے لیٹے لیٹے شرارت کی سوجھی

کبھی درمیان میں 'ہی' لاتے ہیں جیسے:

وہ دیکھتے ہی دیکھتے مال دار ہو گیا۔

حالیہ ناتمام تسلسل عمل کو بتدریج ظاہر کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور اسی فعل سے مشتق ہوتا ہے جس کے ساتھ استعمال ہو جیسے؛

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو
کہ آتی ہے اُردو زباں آتے آتے

اگر حالیہ تمام فاعل سے قبل آئے تو فاعل کے معنی میں اور مفعول کے بعد آئے تو مفعول کے معنی میں تحدید پیدا کرتا ہے جیسے:

تیرتے ہوئے میں نے اسے دیکھا (یعنی جب میں تیر رہا تھا)(1)
میں نے اُسے تیرتے ہوئے دیکھا (یعنی جب وہ تیر رہا تھا)

7.10 حالیہ معطوفہ

جب ایک مفرد جملے میں دو فعل اس طرح آئیں کہ فعل اوّل سے عمل کی تکمیل کا اظہار ہو اور فعل ثانی اس کے بعد شروع ہونے والے عمل کی ترجمانی کرے تو پہلے فعل کی ہیئت کو حالیہ معطوفہ کہتے ہیں۔ حالیہ معطوفہ فعل مادے کے بعد 'کر'، 'کے' یا 'کرکے' الفاظ جوڑے جاتے ہیں جیسے: وہ سو کر اُٹھا۔

اِس جملے کی تہہ میں دراصل دو جملے ہیں (1) وہ سویا پھر (2) وہ اُٹھا بعض مرتبہ فعلی مادے کے بعد 'کر' یا 'کے' کا استعمال نہیں کرتے جیسے وہ آن بیٹھا، یا وہ آ بیٹھا۔ میں اسے اُٹھا لایا بمعنی اٹھا کر لایا اسی طرح لے آیا۔ دے آیا۔ دیکھ آیا۔

نوٹ: ہندی میں کلمۂ عطف 'کر' بالعموم استعمال نہیں ہوتا جیسے یہ دیکھ کبیرا رویا۔ قدیم اُردو میں بھی 'کر' محذوف ہوتا تھا۔

دُنیا میں بادشہ ہو کوئی یا وزیر ہو ۔ اپنی بلا سے بیٹھ رہے جب فقیر ہو
یعنی 'جب فقیر ہو کر بیٹھ رہے۔

حرف عطف 'کر'، فعلی مادہ۔ کر سے مختلف ہے۔ اس لیے جب اس فعلی مادے سے حالیہ معطوفہ بنانا ہو تو فعلی مادہ۔ کر + حرف عطف کر = کر کر بھی کہتے ہیں جیسے 'میں آپ کا کام کر کر آیا'۔

---

(1) اس ضمن میں مولوی عبدالحق قواعد اُردو (ص 222) میں یہ مثال دیتے ہیں "میں نے تیرتے ہوئے اُسے دیکھا اور اس کے یہ معنی لکھے ہیں "جب میں نے اسے دیکھا تو میں تیر رہا تھا" حالانکہ حالیہ ناتمام کو فاعل اور مفعول کے درمیان لانے سے جملے میں ابہام پیدا ہو جاتا ہے، کیونکہ لہجے کے فرق سے اس جملے کے یہ معنی بھی نکل سکتے ہیں "جب میں نے اسے دیکھا تو وہ تیر رہا تھا"۔

اب کرکے، کہتے ہیں کیونکہ کے، 'کر' کا متبادل حرف عطف ہے۔

حالیہ معطوفہ نہ صرف عمل کی تکمیل بلکہ اس کے سبب اور ذریعے کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ سبب۔ وہ مجھے دیکھ کر بھاگ گیا۔ ع نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے۔

ذریعہ۔ اس نے خط پڑھ کر سنایا۔

جب کسی عمل کو فرداً فرداً ظاہر کرنا ہو اور اس مقصد کے لیے صفت عددی کا استعمال ہو تو فعل مادہ ۔کر کے بعد حرف عطف 'کے' استعمال کرتے ہیں جیسے ایک ایک کرکے آؤ۔

حالیہ معطوفہ سے تسلسل عمل کا مفہوم بھی پیدا ہوتا ہے۔

اس نے چلّا کر کہا (یعنی چلّاتے ہوئے کہا)

وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا تھا (یعنی وہ ہاتھ جوڑے کھڑا تھا)

بات میں زور پیدا کرنے کے لیے حالیہ معطوفہ تکرار کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے:

"میں چلّا چلّا کر تھک گیا۔"

"وہ کھا کھا کر موٹا ہوگیا ہے"

'ہوکر' اردو میں دو معنی ہے۔ ایک تو عام معنی یعنی 'بن کر' اور دوسرے معنی ہیں 'ہونے پر بھی' مثلاً:

بڑے ہوکر جھوٹ بولتے ہو (یعنی بڑے ہوتے ہوئے بھی)

بڑے ہوکر ماں باپ کی خدمت کرنا چاہیے۔ (یعنی بڑے ہونے کے بعد)

2.11 متعلق فعل

جملہ بالعموم فاعل اور مفعول اور فعل پر مشتمل ہوتا ہے مثلاً 'احمد بیٹھا ہے'، میں احمد فاعل ہے اور 'بیٹھا ہے'، فعل + لیکن عمل کی مزید صراحت کرتے ہوئے کہیں 'احمد کرسی پر بیٹھا ہے'، یا احمد گھر میں بیٹھا ہے، تو ان جملوں میں 'کرسی پر' اور 'گھر میں' ایسے مجموعہ الفاظ یا ترکیبیں ہیں جو بیٹھنے کے عمل سے معنوی تعلق ظاہر کرتی ہیں۔ ایسے الفاظ جو کسی عمل کی وضاحت کے لیے جملے میں فعل کی صراحت کریں 'متعلق فعل' کہلاتے ہیں۔

متعلق فعل کا فعل سے معنوی سطح پر وہی رشتہ ہے جو صفت کا اسم سے ہے۔ متعلق فعل معنوی قسم بھی ہے اور قواعدی بھی، اسے معنوی اعتبار سے متعین کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کیسے؟ کب؟ اور کہاں؟ کہہ کر سوال پوچھنے پر جو جواب ملے وہ متعلق فعل ہے۔ کیسے کے جواب میں 'طور پر' کہاں کے جواب میں

، مکانی ، کب کے جواب میں زمانی ، کتنی بار کے جواب میں تکراری اور کس ذریعے سے؟ کے جواب میں آلی اور ذریعہ نما ، متعلق فعل ہاتھ لگتے ہیں۔ ان قسموں کی خاص خاص قواعدی ہیئتیں ہوتی ہیں۔

اردو جملے میں "متعلق فعل" مندرجۂ ذیل قواعدی علامتوں کی مدد سے شناخت کیا جا سکتا ہے۔

(1) طوری :

(1) اسم مجرد + سے — غلطی سے ، تیزی سے ، خوشی سے ،

(2) لاحقے کی مدد سے — زیادہ تر

(3) حالیہ + اسم — دبے پاؤں

(4) عربی دخیل الفاظ میں :۔

(الف) تنوین کے ذریعے جس کا تلفظ "آن" ہے جیسے

تقریباً ، تخمیناً ، دفعتاً ، طوعاً ، کرہاً ، عموماً ، خصوصاً ، اتفاقاً

(ب) عربی ، حرف تعریف "ال" ، سے جو لفظ کی ابتدا یا دو لفظوں کے درمیان آئے :

(اول) الغرض ، القصہ ، البتہ ، (دوم) آخرالامر ، حتی الامکان ، حتی الوسع ، حتی المقدور ، فی الجملہ ، فی الحقیقت ، بالکل ۔

(5) فارسی دخیل الفاظ میں ۔ مندرجہ ذیل سابقوں کی مدد سے :

(1) ب / بہ — بخوشی ، بدل و جاں ، بخوبی ، بزور

(2) وار — تفصیل وار

(اس اصطلاح کے لیے دیکھیے ۲۶۴)

(6) مندرجۂ ذیل لاحقے کے ساتھ :

سے — چوری چھپے ، صبح سویرے ،

(7) تکرار سے :

(الف) دھیرے دھیرے ، تیز تیز ، رفتہ رفتہ ، آہستہ آہستہ ، ٹھیک ٹھیک ، الگ الگ ، علیحدہ علیحدہ ۔

(ب) دو مختلف الفاظ کے جوڑوں سے :

جھٹ پٹ ، جوں توں ۔

(8) علامت معطوفہ : "کر کے" ساتھ : کھلکھلا کر ، بلبلا کر ، خاص کر ۔

2۔ مکانی؛

(۱) 'سے' کے ساتھ　　نیچے سے، اوپر سے، گھر سے

(۲) 'تک' کے ساتھ　　گھر تک، بمبئی تک

(۳) 'میں' کے ساتھ　　گھر میں

(۴) دو مختلف الفاظ کے جوڑوں سے۔ آس پاس، اِرد گرد

(۵) 'کے' کے ساتھ　　کے پاس (کے محذوف بھی ہوتا ہے جیسے گھر پاس)

کے آگے، کے پیچھے، کے اوپر، کے نیچے۔

زمانی؛

(۱) سے کے ساتھ　　(اول) کل سے، پرسوں سے

(دوم) سے قبل، سے پہلے

(2) تک کے ساتھ　　آج تک، کل تک

(نوٹ:۔ آج اور کل بھی متعلق فعل ہیں)

(۳) 'میں' کے ساتھ　　اتنے میں۔

(۴) 'کے' کے ساتھ　　...کے بعد، ... کے قبل ... کے پہلے۔

(۵) تکرار سے　　گھڑی گھڑی، دن دن، پل پل۔

(۶) جوڑوں کی شکل میں　　صبح شام، آجکل، رات دن، دن رات

(7) استفہامیہ + تک　　کب تک۔

تکراری؛　کئی دفعہ، بارہا

5 آلی؛　'سے' کے ساتھ　　لکڑی سے (اس نے لکڑی سے مارا)

6 ذریعہ نما؛

سے کے ساتھ　　وہ بس سے آیا۔

کچھ متعلق فعل ضمائر پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اِن کا ذکر ضمیر کے تحت کیا گیا ہے۔

(ملاحظہ ہو 12، 2)

ضمیر:۔ ۱ ضمائر شخصی؛

اسم کے عوض استعمال ہونے والے الفاظ ضمیر کہلاتے ہیں جیسے میں۔ ہم، تو، تم، آپ،

وہ۔ انھیں ضمائر شخصی کہتے ہیں۔ جس اسم کے لیے ضمیر استعمال ہو وہ اسم اس ضمیر کا مرجع ، کہلاتا ہے اس ضمیر شخصی کو کہتے ہیں جو بولنے والا اپنے لیے استعمال کرے ، جیسے۔ میں ۔ واحد ؛ ہم جمع ۔ لیکن متکلم جمع میں میں + میں کی نہیں بلکہ میں + تو + تم یا میں + وہ کی شمولیت ہوتی ہے ۔ متکلم واحد 'میں' کی جگہ 'ہم' کا بھی استعمال ہوتا ہے ہم نہیں جانتے ۔ میں نہیں جانتا۔

[نوٹ : اُردو میں ضمیر متکلم واحد کی جگہ اسم عام کا بھی استعمال ہوتا ہے جیسے "بندہ نہیں جانتا ، میں نہیں جانتا ، فدوی کو علم نہیں یعنی مجھے علم نہیں]

مخاطب وہ ضمیر شخصی ہے جو سامع کے لیے استعمال ہوتی ہے ۔

تو ۔ واحد ؛ تم ۔ جمع ۔

غائب : وہ ضمیر شخصی ہے جو اس شخص یا چیز پر دلالت کرنے والے اسم کے عوض استعمال ہوتی ہے جو موضوع گفتگو ہے ۔ معنوی سطح پر ضمیر غائب شخصی ہونے کے ساتھ غیر شخصی بھی ہوتی ہے یعنی یہ ضمیر بے جان چیزوں پر دلالت کرنے والے اسم کے عوض بھی استعمال ہوتی ہے ۔ لیکن یکسانیت کے پیش نظر اسے ضمیر شخصی ہی کہا جاتا ہے ۔

ضمیر تعظیمی :

اُردو میں احترام کے اظہار کے لیے ضمیر مخاطب و غائب شخص واحد کے لیے بھی تعداد جمع میں استعمال کرتے ہیں ۔ جیسے :

تم کہاں گئے تھے ؛ بجائے تو کہاں گیا تھا ؛
آپ کہاں گئے تھے ؛ بجائے تو کہاں گیا تھا ؛
وہ کہاں گئے تھے ؛ بجائے وہ کہاں گیا تھا

آپ ضمیر تعظیمی مخاطب بھی ہے اور ضمیر تعظیمی غائب بھی :

آپ نے ایک کتاب لکھی : مخاطب ؛ تم ؛ تو نے ایک کتاب لکھی ۔
آپ نے ایک کتاب لکھی : غائب : انھوں ؛ اُس نے ایک کتاب لکھی ۔

کبھی کبھی اسم عام بھی ضمیر کے طور پر استعمال کرتے ہیں ، مثلاً ضمیر تعظیمی آنحضرت ، بالخصوص حضرت محمد صلعم کے لیے استعمال ہوتی ہے ۔ کبھی ضمیر مخاطب یا غائب کی جگہ اسم حضرت یا حضور بھی استعمال کرتے ہیں ۔

ہر ایک پوچھتا ہے کہ حضرت ادھر کہاں ؟

کبھی لفظ 'موصوف' بھی استعمال کرتے ہیں۔
ضمائر شخصی کو مندرجہ ذیل جدول میں پیش کیا جاسکتا ہے:۔

		واحد	جمع
(1)	متکلم :	میں	ہم
(2)	مخاطب :	تو	تم
	تعظیمی :	تم/آپ	آپ
(3)	غائب :	وہ	وہ
	تعظیمی :	آپ	

2 ضمیر معکوس :

جب زور پیدا کرنے یا وضاحت کے لیے ضمیر شخصی کے ساتھ مزید الفاظ جیسے 'خود'، 'آپ'، 'اپنے آپ' وغیرہ استعمال ہوں تو اسے ضمیر معکوس کہتے ہیں۔ جیسے،

ع 'روٹھا تھا آپ تجھ سے میں اور آپ من گیا'

میں خود گیا تھا۔

قدیم اردو میں 'اپنے تئیں' ضمیر معکوس کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ 'آپ' ضمیر تعظیمی مخاطب بھی ہے ضمیر معکوس بھی اس لیے کبھی کبھی جملے میں 'آپ' کے استعمال سے التباس پیدا ہوسکتا ہے۔ غالب کا وہ مشہور لطیفہ یاد کیجیے جس میں انھوں نے بتایا کہ کس طرح 'اپنے تئیں' کی جگہ 'آپ' کہنے سے اندیشناک صورت حال پیدا ہوسکتی ہے۔

3 ضمیر اشارہ:

جب کسی چیز یا شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ضمیر کا استعمال ہو تو اسے ضمیر اشارہ کہتے ہیں۔ 'یہ' ضمیر اشارہ قریب اور 'وہ' ضمیر اشارہ بعید ہے۔

4 ضمیر اضافی:

وہ ضمیر جو ملکیت یا تعلق ظاہر کرے جیسے میرا، ہمارا، تیرا، تمھارا، آپ کا، اس کا، ان کا۔

5 ضمیر اضافی مشترکہ

وہ ضمیر اضافی جو متکلم، مخاطب اور غائب تینوں کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ لیکن اس سے قبل ضمیر شخصی کا استعمال ضروری ہے (یا پھر ضمیر شخصی مقدر ہوتی ہے)

تم اپنا کام کرو ۔ (بجائے) تم تمہارا کام کرو۔
میں اپنا کام کرتا ہوں۔ (بجائے) میں میرا کام کرتا ہوں۔
وہ اپنا کام کرے ۔ (بجائے) وہ اس کا کام کرے ۔
اگر کہا جائے ' وہ اس کا کام کرے' تو 'وہ' کا مرجع 'اس کا' کے مرجع سے مختلف ہوگا۔

۶۔ ضمیر نکرہ :

وہ ضمیر جو کسی غیر معین شخص یا شئے پر دلالت کرنے والے اسم کے عوض استعمال ہو۔ جیسے:

کوئی ۔ کوئی آیا تھا
بعض ۔ بعض یہ کہتے ہیں۔
کچھ ۔ کچھ تو کرو ۔
فلاں ۔ فلانا بھی ضمیر نکرہ کے طور پر آتا ہے ۔ فلاں کا کہنا ہے۔

۷۔ ضمیر استفہام :

وہ ضمیر جو سوال پوچھنے کے لیے اسم کے عوض استعمال ہو، جیسے کون، کیا، جاندار کے لیے کون اور بے جان مدلول کے لیے 'کیا' استعمال کرتے ہیں۔

کون آیا تھا ؟ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے ؟

۸۔ ضمیر موصولہ :

وہ ضمیر جو دو جملوں کو جوڑنے کا کام دے جیسے :۔ "وہ کتاب جو احمد کے پاس ہے میری ہے"
'جو' ایسی ضمیر ہے جو بالعموم جوڑے کے طور پر "وہ" کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔

۹۔ متعلق فعلی ضمیر :

مندرجۂ ذیل ضمیریں متعلق فعل کے طور پر استعمال ہوتی ہیں :

زمانی : استفہامیہ : کب
موصولہ ۔ : جب
مکانی : یہاں ۔ اُدھر
مکانی : استفہامیہ : کدھر
طورسی : یوں ، ایسے ۔ طوری : استفہامیہ : کیوں ، کیسے

مذکورہ بالا ضمیریں تاکید کے طور پر بھی مستعمل ہوتی ہیں۔

ابھی (اب + ہی)؛ کبھی (کب + ہی)؛ جبھی (جب + ہی)، تبھی (تب + ہی)؛ یہیں (یہاں + ہی)، کہیں (کہاں + ہی)؛ یونہی/ یونہیں (یوں + ہی) جونہی/ جونہیں (جوں + ہی)۔

ایسی صورت میں اگر متعلق فعل ضمیر زمانی ہو تو اسے متعلق فعل ضمیر زمانی- تاکیدی کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مکانی، طوری وغیرہ کا قیاس کیا جائے۔

ضمیر اسم کے عوض استعمال ہوتی ہے لیکن یہ اسم سے معنوی اور قواعدی دونوں اعتبار سے مختلف ہے۔ معنوی سطح پر ضمیر کے استعمال میں بڑی وسعت ہے جس سے اسم محروم ہے۔ 'میں' دنیا کا ہر بولنے والا انسان ہے اور تو/ تم/ آپ ہر وہ شخص بن جاتا ہے جو جائے وقوع پر یا خیالی دنیا میں موجود ہو۔ اسی طرح 'وہ' ہر وہ شخص یا چیز ہے جو جائے وقوع پر موجود نہ ہو یا جو موضوعِ گفتگو ہو۔ قواعدی اعتبار سے اسم فاعل یا مفعول ہونے کی حیثیت سے اردو جملے میں اپنی ہیئت نہیں بدلتا لیکن ضمیر فاعلی، ضمیر مفعولی اور ضمیر اضافی میں ہیئتی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ ان کا ذکر (3.33 ص   ) میں کیا گیا ہے۔ اسم اور ضمیر میں ایک قواعدی فرق یہ بھی ہے کہ اردو ضمیر° جنس مشترک کی حامل ہے۔ 'میں' مرد بھی اپنے لیے استعمال کرتا ہے اور عورت بھی۔ یہی حال دوسرے ضمائر شخصی کا ہے اور دوسرا فرق یہ کہ اسم سے قبل صفت آ سکتی ہے لیکن ضمیر سے قبل کبھی صفت نہیں آتی۔

2.13 تفاعلی الفاظ

اب تک جن اجزائے کلام سے بحث کی گئی ہے، ان کا تعلق معنوی دنیا کے توسط سے خارجی دنیا کے ساتھ کسی نہ کسی شکل میں قائم ہوتا ہے۔ یہ تمام الفاظ بامعنی یا اصطلاح میں° 'لغوی معنی' کے حامل ہیں لیکن ہماری زبان میں کچھ ایسے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں جو 'لغوی معنی' کے حامل نہیں ہوتے بلکہ صرف جملے کی ساخت میں اپنا قواعدی کردار ادا کرتے ہیں۔ انھیں° 'ساخت نشان' الفاظ یا صرف° 'نشان گر' بھی کہا جاتا ہے۔ اردو قواعد میں انھیں 'حروف' کہتے ہیں جس کا واحد 'حرف' ہے۔ یہ دراصل الفاظ ہیں لیکن لغوی معنی سے عاری ہونے کے باعث انھیں عام لفظ سے ممتاز کرنے کے لیے حرف کہا جاتا ہے، یہ اُس مکتوبی 'حرف' سے مختلف ہے جو صوتیے کا نمائندہ ہوتا ہے۔

یہ نشان گر کسی زمانے میں تصریفی زبانوں کے پابند صرفیے رہے ہوں گے جو الفاظ کے مادوں

سے الگ ہو کر رفتہ رفتہ مستقل الفاظ بن گئے اور اب جدید تحلیلی زبانوں میں جملوں کی ساخت میں وہی کام انجام دیتے ہیں جو پابند صرفیے لفظ کے مادّوں سے متصل ہو کر قدیم تصریفی زبانوں میں ادا کرتے تھے اور آج بھی تصریفی زبانوں میں ادا کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے ذمے صرف قواعدی وظائف کی ادائیگی ہے! اس لیے انھیں "تفاعلی الفاظ" بھی کہا جاتا ہے۔

اردو کے اہم تفاعلی الفاظ یہ ہیں:-

1 حروفِ جار

یہ الفاظ اردو جملے میں لغوی الفاظ کے باہمی معنوی اور قواعدی، دونوں رشتے ظاہر کرتے ہیں۔ حرف جار، کا، کو چھوڑ کر یہ تمام الفاظ غیر منصرف ہوتے ہیں۔ حرف جار کے اثر سے وہ مذکر اسم واحد جس کے آخر میں 'ا' ہو 'ے' میں اور جمع کی صورت میں 'وں' میں تبدیل ہو جاتا ہے جیسے لڑکا۔ لڑکے نے۔ لڑکوں نے، اسے اصطلاح میں 'امالہ' کہتے ہیں۔ کچھ اردو حروف جار یہ ہیں:-

(الف) مفرد ۔ نے، کو، سے، میں، تک، پر، کا ۔ کی ۔ کے

(ب) مرکب ۔ کے کے ساتھ :- کے پاس، کے اوپر، کے باہر، سے باہر، کے ساتھ، کے مطابق، کے لحاظ سے، کے لیے، کے قبل، کے بعد، کے پہلے، کے سمیت، کے آگے، کے پیچھے، کے قریب، کے نزدیک، کے بغیر، کی کے ساتھ: کی نسبت، کی طرف، کی طرف سے، کی وجہ سے۔

2 حروفِ عطف

جو حروف دو الفاظ کو جوڑیں یا دو سے زائد مرکب یا پیچیدہ جملوں کو جوڑیں حروفِ عطف کہلاتے ہیں۔

[1] الفاظ کو آپس میں جوڑنے والے :- اور، بھی۔

[2] مرکب جملوں میں:

(اوّل) اور، لیکن، اس لیے، تاکہ، پھر بھی، تاہم، سو، پس، تو، پھر، بلکہ۔

(دوم) جوڑے دار کیا۔ کیا؛ یا ۔ یا

ع یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ یزداں چاک

(1) وصل: جب حرف عطف دو الفاظ یا جملوں کو ملائے تو اسے وصل کہا جاتا ہے: اور

جیسے: احمد اور محمود آئے تھے۔ احمد آیا اور چلا گیا۔

یا وہ آیا یا نہیں۔ کیا کیا۔ تم کیا گئے کیا آئے۔

یا یا تم جاؤ یا یہیں رہو (یوں بھی کہتے ہیں: تم جاؤ یا یہیں رہو)

(2) تردید: جب حرف علت دو الفاظ یا جملوں میں نفی کا تعلق ظاہر کرے۔

نہ۔ نہ: نہ تم آئے نہ نیند آئی

خواہ: خواہ تم آؤ خواہ نہ آؤ (یا: خواہ تم آؤ یا نہ آؤ) یا: یہ لو یا وہ

(3) استثنا:۔ لیکن۔ مگر۔

میں تم سے پیار کرتا ہوں لیکن تمھیں میرا ذرا بھی خیال نہیں۔

4 ترقی:۔ بلکہ۔ پھر بھی۔ تاہم

علت:۔ اس لیے، اِس واسطے، تاکہ، لہٰذا۔

[3] پیچیدہ جملوں میں فقروں کے ساتھ استعمال ہونے والے:

جو، جب، جہاں۔ کہ حالانکہ، اگرچہ، چونکہ، جب تک، تاوقتیکہ وغیرہ۔

حروف فجائیہ

وہ حروف جو حیرت، تاسف یا مسرت کا اظہار کریں جیسے:

(1) کلماتِ تحسین و آفرین: سبحان اللہ واہ۔ واہ۔

(2) اظہارِ حیرت کے لیے: ارے، اُفوہ۔

(3) اظہارِ مسرت کے لیے: اوہو، آہا۔

(4) نفرت کے لیے: تُف، لاحَولَ وَلاقوۃ۔

(5) پناہ مانگنے کے لیے اُف، الامان والحفیظ۔

(6) کلماتِ حسرت: کاش۔ اے کاش۔

(7) کلماتِ تاسف: ہائے۔

(8) کلماتِ دُعائیہ: خدا کرے۔

4 حروف ندائیہ

کسی کو مخاطب کرنے بالخصوص اس کی توجہ متکلم کی طرف منعطف کرنے کے لیے استعمال میں آنے والے الفاظ:۔ اے، اجی، او، ارے، او۔

5 حروفِ تاکید

وہ الفاظ جو بیان میں زور پیدا کرنے یا صراحت کے لیے استعمال ہوں :

ہی ۔ تو ۔ بھی ۔ سہی ۔ ہر (جیسے ہر کوئی) ہرگز (منفی جملوں میں)
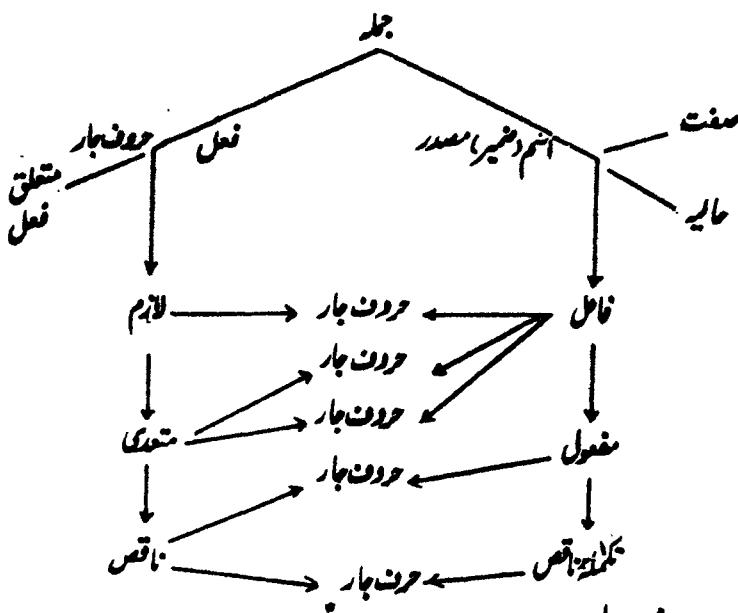
6 حروفِ اثبات و نفی

ہاں ۔ نہیں ، جی ہاں ۔ جی نہیں ۔

تحلیلی زبانوں میں تفاعلی الفاظ ۔ یا حروف ۔ کثیر الاستعمال ہوتے ہیں ۔ اُردو کے بہت کم جملوں میں تفاعلی لفظ استعمال نہیں ہوتا ۔ اُردو میں حرفِ جار ہمیشہ اسم کے بعد آتے ہیں ۔ جیسے :

گھر میں ، سر پر ۔ "میں گھر ، پر سر" ۔ اُردو میں بے معنی ہیں ۔

مرکب حروفِ جار کی صورت میں اسم درمیان میں بھی آسکتا ہے ، جیسے :

اندر گھر کے ، " اوپر آسمان کے ،

لیکن یہ استعمال متروک ہے ۔

کچھ زبانوں جیسے انگریزی اور فارسی میں کلمہ جار اسم سے قبل آتا ہے جیسے :

اور فارسی میں درخانہ

مذکورہ بالا اجزائے کلام میں اسم اور فعل بنیادی حیثیت رکھتے ہیں ۔ بے شک اُردو میں بعض جملے اسم کے بغیر بھی ملتے ہیں اور فعل کے بغیر بھی لیکن ایسے جملوں میں بھی اسم یا فعل مقدر ہوتے ہیں ۔ چونکہ تفاعلی الفاظ بھی اُردو جملوں میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں اس لئے قواعدی اعتبار سے وہ اسم و فعل کے ہم رتبہ ہیں ۔ البتہ صفت اسم کی اور متعلق فعل فعل کی صراحت کے لیے آتے ہیں اس لیے دونوں ثانوی حیثیت رکھتے ہیں اور صفت اور متعلق فعل دونوں کے بغیر بھی اُردو جملے مکمل ہوتے ہیں ۔ اگرچہ ضمیر قواعدی اعتبار سے منفرد مقام کی حامل ہے لیکن اسم کی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے جملے میں اسے وہی اہمیت حاصل ہے جو اسم کو ہے ۔ مذکورہ بالا اجزائے کلام کو مندرجہ ذیل خاکے میں ظاہر کیا گیا ہے جس سے اُردو جملے میں ان اجزائے کلام کی اضافی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

2.15 نوع بدل

اجزائے کلام، اسم، ضمیر، فعل، صفت، اشتقاقی فعل وغیرہ جملے میں اپنا اپنا مخصوص کردار ادا کرتے ہیں۔ لیکن انھیں آب بند خانوں میں منقسم نہیں کیا جا سکتا۔ کبھی کبھی یہ اجزائے کلام اپنے وظائف چھوڑ کر دوسری کسی ہیئتی قسم کا وظیفہ ادا کرنے لگتے ہیں جب کسی جملے میں ایک جزو کلام کسی دوسرے جزوِ کلام کا وظیفہ انجام دینے لگے تو اصطلاح میں اسے "نوع بدل" کہتے ہیں اُردو میں اس کی مندرجہ ذیل مثالیں ہیں:۔

(1) **اسم بطور فعل :۔** اُردو میں کچھ افعال ایسے ہیں جو بنیادی طور پر اسم ہوتے ہیں لیکن فعل کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً بحث، وصول، تحصیل۔ لیکن یہ مفرد فعل کی طرح فعلی صرفیے بھی قبول کرتے ہیں اور جملے میں اس مقام پر آتے ہیں جو فعل کے لیے مخصوص ہے۔
جیسے : زیادہ مت بحثئے۔ وہ خوب بحث رہا تھا۔ اس نے پندرہ روپے وصولے۔ وہ رقم تحصیلی گیا ہے۔

(2) **اسم بطور صفت :۔** جب کوئی اسم بطور استعارہ استعمال ہو تو وہ صفت کا وظیفہ انجام دیتا ہے۔ اس کا استعمال صفت خبری کے طور پر ہوتا ہے۔ جیسے:
وہ شیر ہو گیا؛ تم اُلّو ہو، میرے ہاتھ پاؤں برف ہو رہے ہیں۔

(3) **اسم بطور متعلق فعل**:۔ مرفیہ / ۓ وں / کے ساتھ جیسے :

میرا دل بانسوں اُچھلنے لگا۔ وہ بھوکوں مر رہا ہے۔

کبھی کبھی اسم کی تکرار سے متعلق فعل کا کام لیا جاتا ہے۔

بھونرا کلی کلی جھوم رہا تھا۔ اس نے گھر گھر آواز دی۔ وگلی گلی پکارا۔

(4) **صفت بطور اسم**:۔ اُردو میں بعض صفات اسم کے طور پر استعمال ہوتی ہیں

جیسے : جاہل، اچھا، بُرا، شریف، بزرگ، عالم وغیرہ۔

جاہلوں کی صحبت سے بچو۔ بزرگوں کی صحبت اختیار کرو۔ ؎

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے

(5) **صفت بطور متعلق فعل**:۔ خوب، صاف، تیز، تھوڑا، کم وغیرہ صفات ہیں۔

لیکن اردو میں متعلق فعل کے طور پر بھی مستعمل ہیں اور جملے میں اسی مقام پر آتے ہیں جو

متعلق فعل کے لیے مخصوص ہے۔ آپ نے خوب سمجھا ؛ وہ صاف بچ نکلا، احمد تیز چلتا ہے

میں یہ کام تھوڑا تھوڑا چاہتا ہوں ؎

کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے

(6) **متعلق فعل بطور صفت**:۔ جیسا تیسا اور بالکل متعلق فعل ہیں لیکن صفت

کے طور پر بھی آتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کا مقام اسم سے قبل ہوتا ہے مثلاً :۔

مجھے جیسا تیسا کام پسند نہیں۔ بالکل خاموش آدمی خطرناک ہوتے ہیں

(نوٹ) انگریزی قواعد نویس خط کشیدہ الفاظ کو صفت نہیں بلکہ انھیں متعلق فعل

ہی کہتے ہیں لیکن ہم نے متعلق فعل کو صرف فعل تک محدود رکھا ہے)

(7) **فعل بطور صفت**:۔ حالیہ تمام و ناتمام صفت کے طور پر بھی آتے ہیں۔ اس کی

تفصیل ملاحظہ کیجیے۔

(8) **حالیہ معطوفہ**:۔ بطور متعلق فعل وہ کھلکھلا کر ہنسا ؛ اس نے چلا کر کہا۔

(9) **فعل بطور اسم**:۔ (1) مصدر کی شکل میں۔ نہانا اچھی عادت ہے۔

(2) حالیہ تمام کی شکل میں + میرا کہا مانو، خدا کا دیا سب کچھ

موجود ہے۔ میرے کیے کرائے پر پانی پھر گیا۔

بابِ سوم

جنس و تعداد ــــ زمانہ

3.1 صرفیے

ابتدائیہ میں ہم بتا چکے ہیں کہ صرف قواعد کا وہ حصہ ہے جس میں الفاظ کی ہیئتی اقسام اور اُن کے پابندرویوں سے بحث ہوتی ہے۔ گزشتہ باب میں الفاظ کی ہیئتی اقسام۔ اجزائے کلام۔ کا بقدرِ ضرورت تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اب ہم الفاظ کے پابندرویوں سے بحث کریں گے۔

جس طرح آواز کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی جو امتیازِ معنی میں مدد دے 'صوتیہ' کہلاتی ہے، اسی طرح لفظ کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی جو معنی سے متعلق ہو 'صرفیہ' کہلاتی ہے۔ 'لفظ' کہنے سے ہمارے ذہن میں آواز کی وہ اکائی اُبھرتی ہے جو کسی معنی پر دلالت کرے۔ یہاں 'معنی کے معنی' کی فلسفیانہ بحث میں اُلجھے بغیر اتنا جاننا کافی ہوگا کہ لفظ کی وہ خصوصیت جو خارجی دُنیا کے کسی حقیقی یا موہوم شے اور ذہنِ انسانی میں اس کے تصور کے ساتھ لسانی سطح پر تعلق پیدا کرے یا معنوی دُنیا کے تصورات کی تشکیل لسانی شکل میں کرے وہی اس کے لسانی معنی ہیں۔ لیکن ہر لفظ اِن معنوں میں بامعنی نہیں ہوتا ہم دیکھ چکے ہیں کہ تفاعلی الفاظ اس مفہوم میں بامعنی نہیں ہیں۔ پھر بھی معنی پیدا کرنے میں وہ اپنا قواعدی کردار ادا کرتے ہیں۔ مثلاً لفظ 'کتابیں' میں [ِیں] بامعنی نہیں لیکن پھر بھی لسانی معنی سے اس کا تعلق ہے قواعد میں لفظ کے 'اس' ٹکڑے کی بھی اہمیت ہے جو معنی سے متعلق ہو۔

چھوٹے سے چھوٹی اکائی کا تصور طبیعی سائنس سے مستعار ہے۔ کسی مادّی شے کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی دریافت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے تقسیم پر تقسیم کرتے چلے جائیے یہاں تک کہ مزید تقسیم ناممکن ہو جب مادّے پر یہ عمل کیا گیا تو پتہ چلا کہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی "منفی برقیہ" اور مرکزہ ہیں اور

مرکزہ خود مثبت برقیوں اور غیر جانب دار برقیوں پر مشتمل ہے جن سے مل کر اس سے بڑی اکائی جوہر اور ان اکائیوں سے مل کر اس سے بھی بڑی اکائی سالمہ عالمِ وجود میں آتی ہے۔ اسی طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے جب ہم کسی لفظ۔ فرض کیجیے 'کتاب' کو قطع کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ مندرجۂ ذیل صوتیوں سے مرکب ہے /ک/ + /ِ/ + /ت/ + /ا/ + /ب/ یہ صوتیے بذاتہٖ بے معنی آوازیں ہیں لیکن یہ ایک مخصوص ترتیب میں مل کر ایک بامعنی اکائی یعنی لفظ 'کتاب' کی تشکیل کرتے ہیں۔ لفظ 'کتاب' کو قطع کرنے سے مندرجۂ ذیل اجزا ہاتھ آسکتے ہیں۔

(۱) ک + ِ + تاب (۲) کتا + ب (3) کت + ا ب

اِن میں ہر جزو بے معنی ہے۔ ویسے نمبر (۱) میں اجزا تاب اور (۳) میں آب اپنے طور پر بامعنی سہی لیکن لفظ 'کتاب' کے سیاق و سباق میں یہ بے معنی ہیں۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ لفظ 'کتاب' چھوٹی سے چھوٹی بامعنی اکائی ہے اور چھوٹی سے چھوٹی بامعنی یا معنی سے متعلق اکائی کو 'صرفیہ' کہا جاتا ہے۔ اس لیے لفظ کتاب صرفیہ ہے۔

اب لفظ 'کتابیں' لیجیے۔ یہ لفظ کتاب + [یں] پر مشتمل ہے [یں] بامعنی تو نہیں ہے لیکن معنی سے متعلق ہے کیونکہ یہ مستقل لفظ 'کتاب' سے متصل ہو کر اس بات کا اظہار کر رہا ہے کہ کتابیں، تعداد جمع میں ہے۔ اس لیے [یں] بھی صرفیہ ہے۔ اسے جمع کا صرفیہ کہتے ہیں۔ لفظ 'کتابیں' میں دو صرفیے ہیں (۱) کتاب + (2) یں۔ لیکن 'کتاب' ایک مستقل لفظ ہے اور اس کی حیثیت آزاد ہے۔ اس لیے اسے 'آزاد صرفیہ' کہا جائے گا۔ [یں] ایسا ٹکڑا ہے جو علیحدہ سے استعمال نہیں ہوتا بلکہ بندھے روپ میں آتا ہے اس لیے یہ 'پابند صرفیہ' ہے۔

لفظ کتاب کا تعداد جمع میں روپ بدل کر 'کتابیں' بننے کا عمل 'تصریف' کہلاتا ہے۔ اُردو میں تصریف کا عمل دوسری صورتوں میں بھی ہوتا ہے۔ مثلاً یہ جملے دیکھیے:

(۱) اِس کتاب نے میری آنکھیں کھول دیں۔ اِن کتابوں نے میری آنکھیں کھول دیں۔

(2) اِس کتاب کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اِن کتابوں کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

(3) اِس کتاب میں علم کا خزانہ چھپا ہے۔ اِن کتابوں میں علم کا خزانہ چھپا ہے۔

(۴) کتاب سے علم حاصل ہوتا ہے۔ کتابوں سے علم حاصل ہوتا ہے۔

(5) کتاب کا علم ضروری ہے۔ کتابوں کا علم ضروری ہے۔

(6) کتاب پر بھروسہ کیجیے۔ کتابوں پر بھروسہ کیجیے۔

(7) اس کتاب تک رسائی حاصل کیجیے۔ اِن کتابوں تک رسائی حاصل کیجیے۔

مذکورہ بالا جملوں میں لفظ کتاب تعداد جمع میں کتاب + ـَ وں میں باقاعدگی سے منصرف ہوا ہے۔ ہر جملے میں ـَ وں کے بعد کوئی نہ کوئی حرف جار/ نے/ کو/ میں/ سے .... آیا ہے۔ اس لیے یہ ـَ وں بھی پابند صرفیہ ہے۔

ـِیں اور ـَ وں دونوں پابند صرفیے ہیں۔ چونکہ ان کی مدد سے آزاد صرفیوں میں 'تصریف' کا عمل ہوتا ہے اس لیے انھیں تصریفی صرفیے بھی کہا جاتا ہے۔

اجزائے کلام کے سلسلے میں تعداد کا ذکر ہو چکا ہے۔ زبانیں تعداد ایک کے اظہار کے لیے کوئی علامت استعمال نہیں کرتیں لیکن ایک سے زائد عدد کے اظہار کے لیے کبھی ہیئتی علامت کا استعمال کرتی ہیں کبھی نہیں۔ البتہ صحیح صحیح تعداد بتانی ہو تو صفت عددی سے ضروری کام لیا جاتا ہے، جیسے اردو میں

ایک چیز —— دو چیزیں —— دس چیزیں —— کچھ چیزیں

کچھ زبانیں ایسی بھی ہیں جن میں تعداد 'دو' کے لیے ایک ہیئتی علامت اور دو سے زائد کے لیے دوسری ہیئتی علامت استعمال ہوتی ہے۔ تعداد 'دو' کے مخصوص ہیئتی اظہار کو 'تثنیہ' کہتے ہیں۔ تثنیہ عربی یونانی اور سنسکرت کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

° گیار ہنگیرین میں جوڑی دار اعضائے بدن (جیسے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کان وغیرہ) کو ایک فرض کے تعداد واحد میں استعمال کرتے ہیں اور جب ایک آنکھ یا ایک کان کا ذکر مقصود ہو تو اس کے آگے صفت عددی کسری ½ استعمال کرتے ہیں۔

ہنگیرین میں تعداد کے دو صیغے ہیں۔ ایک غیر معین تعداد کے لیے اور دوسرا معین تعداد کے لیے چاہے وہ واحد ہوں یا جمع۔ مثلاً اگر ہنگیرین میں 'نو عورتیں' کہنا چاہیں تو 'نو عورت' کہیں گے۔ فارسی میں تعداد معین کے لیے فعل سے تعداد واحد کا اظہار کیا جاتا ہے، جیسے:

"دو مرد است، ہزار نفر بود"

اِن مثالوں سے ظاہر ہے کہ اظہارِ تعداد کے لیے زبانیں اپنے اپنے اصول بنا لیتی ہیں جن کا تعلق نہ تو خارجی دنیا سے ہوتا ہے اور نہ منطق سے۔ بلکہ اس کا سرچشمہ عادت اور روایت ہے۔

اردو میں تعداد صرف دو ہیں۔ واحد اور جمع۔ اردو میں تعداد کا تعلق جنس سے بھی ہے جس کا ذکر جنس کے تحت کیا جائے گا۔ یہاں اسم کی قسمیں بلحاظ 'تعداد' پیش کی جائیں گی۔

اردو میں کچھ اسم ایسے ہیں جن کی جمع نہیں آتی۔ اقسام اسم کے تحت بتایا جا چکا ہے کہ اسم

خاص اور کچھ اسمائے مجرد جیسے درد، بخار، رفتار وغیرہ کی بالعموم جمع نہیں آتی۔ اسی طرح اسم غیر شماری کی بھی جمع نہیں آتی (دیکھیے 2، 2) ایسے اسماء کو 'اسمائے غیر جمع پذیر' کہا جاتا ہے۔ کچھ اسمائے مجرد، اسم جمع اور اسم شماری کی جمع آتی ہے۔ انھیں 'اسمائے جمع پذیر' کہا جاتا ہے۔ اردو میں کچھ اسم ایسے بھی ہیں جو واحد ہونے کے باوجود ہمیشہ تعداد جمع میں استعمال ہوتے ہیں جیسے معنی (اس کے کیا معنی ہیں) دام (کتاب کے دام چکا ہیے)' نصیب/کرم/ بھاگ/ بچھن، درشن، اَوسان وغیرہ۔ کچھ اسم واحد اور جمع دونوں طرح مستعمل ہیں۔ جیسے انھوں نے دستخط کیا/کیے۔ اسی طرح جمع تعظیمی میں اسم غائب واحد کو تعداد جمع میں استعمال کرتے ہیں جیسے 'خواجہ صاحب آئے تھے۔ کچھ مدلول اسما ایک سے زائد ہونے پر بھی بطور واحد مستعمل ہیں۔ اِن سے قبل عموماً صفت عددی کا استعمال ہوتا ہے جیسے" یہ انگوٹھی سو اشرفی میں ملی۔ وہ ساٹھ برس کا ہے۔ ایسے اسماء 'جمع واحد پذیر' کہلاتے ہیں۔ اسم کی تقسیم بلحاظ تعداد مندرجۂ ذیل خاکے میں ملاحظہ ہو۔

غیر جمع پذیر	جمع پذیر	واحد جمع پذیر	جمع واحد پذیر
(1) اسم خاص	(1) اسم مجرد (باستثنائے چند)	(1) مندرجۂ ذیل اسماء	ہفتہ (وہ کچھ ہفتے سے بیمار ہے)
(2) کچھ اسمائے مجرد	(2) اسم جمع	معنی، دام، نصیب	برس (وہ ساٹھ برس
(3) اسم مادہ	(3) اسم شماری	(کرم یا بھاگ) بچھن	کا ہے)
(الف) دھاتوں کے نام		درشن، اوسان	
(ب) غلوں کے نام		(2) اختیاری:-	
		دستخط، ختنہ	
		(3) جمع تعظیمی	

اردو کے اکثر مفرس عربی دخیل الفاظ جو اصل زبان (عربی) میں جمع ہیں، اردو میں واحد مستعمل ہیں جیسے:

اصول، احوال، کائنات، خیرات، حور، تحقیقات، افواہ وغیرہ۔

3.3 ہم بتا چکے ہیں کہ اردو میں جنس قواعدی اصطلاح بھی ہے اور معنوی اصطلاح بھی (دیکھیے 2.2) اگر کسی زبان میں جاندار مخلوقات میں سے 'نر' اور مادہ کو اسم میں کسی ہیئتی علامت

کے ذریعے ظاہر کیا جائے لیکن اس طرح کہ جملے کے دوسرے اجزائے کلام قطعی متاثر نہ ہوں تو کہا جا سکتا ہے کہ اس زبان کی قواعد میں جنس کا وجود و عدم برابر ہے۔ مثلاً فارسی میں جنس قواعدی وجود نہیں رکھتی۔ فارسی میں کہتے ہیں:

آقا فرمود ——— بانو فرمود مردی آمد ——— زنی آمد

مذکورۂ بالا جملوں میں آقا اور مرد مذکر اور 'بانو' اور زن مؤنث ہیں لیکن آقا کی جگہ اسم بانو اور اسم مرد کی جگہ اسم زن کے استعمال سے فعل کی ہیئت مطلق متاثر نہیں ہوتی۔

عام طور پر کچھ زبانوں میں نر اور مادہ کی رعایت سے دو جنسی نظام ہوتا ہے۔ تذکیر و تانیث۔ اسپینی، فرانسیسی، اطالوی اور پرتگالی میں جنس کی تقسیم میں معنوی پہلو کو اہمیت دی جاتی ہے یعنی نر کے لیے ایک اور مادہ کے لیے ایک جنس لیکن اس حد بندی میں اشیائے غیر ذی روح بھی آجاتی ہیں جن کی حقیقی دنیا میں کوئی جنس نہیں ہوتی لیکن ان زبانوں میں مرد سے تعلق رکھنے والی تمام بے جان چیزیں 'مذکر' اور عورتوں سے متعلق تمام بے جان چیزیں مؤنث قرار دی جاتی ہیں یعنی ڈاڑھی اور مونچھیں مذکر اور زلفیں، زنانہ ملبوسات اور بناؤ سنگھار کے تمام لوازمات مؤنث ہوتے ہیں۔ ولندیزی، اسکینڈی نیوین، افریقہ کی بانتو اور ہندوستان کی دراویڈی زبانوں مثلاً تامل میں جنس کی دو قسمیں ہیں: (۱) جنس مشترک اور (۲) غیر جنس۔ جاندار مخلوق جنس مشترک میں اور بے جان چیزوں کا شمار غیر جنس میں ہوتا ہے۔ جرمن، لاطینی، اور سنسکرت میں جنس کی تین قسمیں ہیں: (۱) مذکر (۲) مؤنث اور (۳) غیر جنس۔ بنگالی، اڑیا، بہاری اور آسامی میں تذکیر و تانیث کا امتیاز نہیں۔ اسی لیے غالب کو اہل کلکتہ سے شکایت تھی کہ وہ 'ہتنی آیا' کہتے ہیں۔ عربی میں جنسی نظام کافی پیچیدہ ہے۔ اس میں تانیث کی دو اہم قسمیں ہیں (۱) مؤنث سماعی اور (۲) مؤنث قیاسی۔

اردو میں جنس کے معاملے میں جاندار مخلوق اور بے جان اشیا میں کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا اس میں جنس کی صرف دو قسمیں ہیں۔ (۱) مذکر اور (۲) مؤنث۔ صرف ضمیریں جنس مشترک کے تحت آتی ہیں ان تمام زبانوں کی طرح جن میں قواعدی جنس کا وجود ہے، اردو میں بھی جنس کے معاملے میں بے ضابطگی پائی جاتی ہے۔ تعین جنس کے سلسلے میں شاید ہی کوئی ایسا اصول ہو جس کے تحت استثنا نہ پایا جائے۔ البتہ اردو نے سنسکرت اور پراکرت کی 'غیر جنس' سے نجات پائی ہے چند ہند آریائی زبانوں مثلاً مراٹھی اور گجراتی میں سنسکرت اور پراکرت کا یہ ورثہ موجود

ہے۔ اُردو میں جاندار اور بے جان دونوں یا تو مذکر ہوتے ہیں یا مؤنث۔ جانداروں کے جنس کے تعین میں زیادہ مشکل اس لیے نہیں ہوتی کہ یہ جنس بالعموم خارجی دنیا کی مطابقت میں ہوتی ہے، لیکن بے جان اشیا کی تذکیروتانیث کو اصولوں میں جکڑنا خاصا مشکل ہے اس معاملے میں چلن ہی کو معیار قرار دینا مناسب ہوگا۔

جانداروں کی قواعدی جنس

جاندار مدلولِ اسما کی جنس کے تعین میں خارجی دُنیا کی مطابقت سے قطع نظر مندرجہ ذیل اصول کارفرما ہوتے ہیں۔

ا۔ طویل مصوتہ / ـَـ ا / پر ختم ہونے والے اسما بالعموم مذکر ہوتے ہیں جیسے: گھوڑا، لڑکا، راجا، بکرا، کتا وغیرہ۔

کچھ فارسی اور مفرس عربی دخیل الفاظ / ـَـ ا / پر ختم ہوتے ہیں۔ لیکن تحریر میں ان کے آخر میں ہائے مختفی یا تائے موقوف ہوتی ہے لیکن ان کا تلفظ / ـَـ ا / ہی ہوتا ہے اس لیے یہ الفاظ بھی قاعدہ نمبر 1 کے تحت آتے ہیں، مثلاً خواجہ، بندہ، دیوانہ، پروانہ۔

استثنا: (اوّل) جن عربی الفاظ کے آخر میں تائے تانیث ہو اور اُردو میں اس کا تلفظ / ـَـ ا / ہو وہ اُردو میں مؤنث ہیں جیسے: والدہ، ملکہ، شاعرہ، سُلطانہ، ادیبہ وغیرہ۔
(دوم) وہ دیسی الفاظ جن کے آخر میں اشتقاقی لاحقہ (اس اصطلات کے لیے دیکھیے 1، 7) 'یا' ہو مؤنث ہوتے ہیں، جیسے: بڑھیا، چڑیا، چوہیا، کتیا وغیرہ۔

2۔ طویل مصوتہ / ـِـ ی / پر ختم ہونے والے اسما، جن کے مدلول جاندار ہوں، مؤنث ہوتے ہیں، جیسے: لڑکی، بیٹی، گھوڑی وغیرہ۔

استثنا: (اوّل) جن الفاظ میں پیشہ ظاہر کرنے والا لاحقہ / ـِـ ی / ہو وہ مذکر ہیں جیسے مالی، تنبولی، دھوبی، تیلی، پجاری وغیرہ۔

اِس استثنا کے تحت وہ عربی الفاظ بھی آتے ہیں جن کے آخر میں / ـِـ ی / ہو، اور جن کا مدلول 'نر' ہو، جیسے: قاضی، منشی۔

(دوم) جن الفاظ کے آخر میں نسبت ظاہر کرنے والا اشتقاقی لاحقہ ـِـ ی ہو تو وہ بھی اپنے مدلول کی رعایت سے مذکر ہوتے ہیں جیسے دیہاتی، پنجابی، گجراتی۔

3۔ چند مخصوص اشتقاقی لاحقے اپنے مدلول کے مادہ ہونے کی رعایت سے تانیث کے لیے وقف

ہیں مثلاً: ان، نی، ے انی وغیرہ۔ جیسے: دھوبن، فقیرنی، دیوانی۔

۴۔ اُردو میں اکثر اسم ایسے بھی ہیں، جن کے ساتھ کوئی علامت جنس متصل نہیں ہوتی لیکن وہ اپنے مدلول کی حقیقی جنس کی رعایت سے مذکر یا مؤنث ہوتے ہیں، جیسے باپ، بیل، مرد، غلام، نوکر، شوہر وغیرہ مذکر ہیں، اور ماں، عورت، گائے وغیرہ مؤنث ہیں۔

جانداروں کی تذکیر و تانیث کے مذکورہ بالا قاعدے، چاہے وہ اپنی ہیئت سے تذکیر و تانیث کا اظہار کریں یا نہ کریں، خارجی دُنیا کی عین مطابقت میں ہیں، لیکن اُردو میں چند اسم ایسے بھی ہیں جو قواعدی جنس کے معاملے میں حقیقی جنس کی مطابقت کو قائم نہیں رکھتے۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب جانداروں کی حقیقی جنس کا تعین عام آدمی کے لیے ناممکن ہو۔ کیڑے، مکوڑے، پرندے وغیرہ ایسے جاندار ہوتے ہیں۔ انھیں اصطلاح میں 'غیر ذوی العقول' کہا جاتا ہے۔ مثلاً: چیل، مینا، فاختہ، لومڑی، چھپکلی، چھچھوندر، مچھلی، کوئل، بٹیر، دیمک وغیرہ صرف مؤنث کی حیثیت سے اُردو میں مستعمل ہیں۔ حالاں کہ ان جانوروں میں ظاہر ہے کہ 'نر' بھی ہوں گے، اسی طرح کھٹمل، مچھر، تیتر، جھینگر، باز، اُلو، چینا، بھڑ، کچھوا، کوا، طوطا وغیرہ مذکر استعمال ہوتے ہیں البتہ مخصوص سیاق و سباق میں ان کی حقیقی جنس کا خیال رکھا جاتا ہے، جیسے:

چُوہا - مذکر   چوہیا - مؤنث

لومڑ - مذکر   لومڑی - مؤنث

لیکن عام طور پر مدلول کی حقیقی جنس نظر انداز کر کے صرف جسامت کے پیشِ نظر مؤنث اسما مذکر بنا لیے جاتے ہیں۔ جیسے: چیونٹا، مکھا وغیرہ۔

استثنا: چند اسماء ایسے ہیں جو اگرچہ 'غیر ذوی العقول' پر دلالت نہیں کرتے لیکن ان کے مدلول کی جنس کا لحاظ کیے بغیر مذکر ہی استعمال ہوتے ہیں۔ ع

وہ آدمی ہیں مگر دیکھنے کی تاب نہیں

جانور معصوم ہوتا ہے۔ بچہ رو رہا ہے۔

(کبھی کبھی صراحت مقصود ہو تو بچے کو بچی بھی کہتے ہیں)

بے جان اشیا کی قواعدی جنس

بے جان اسما کی جنس کے تعین میں سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ان کی حقیقی جنس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور وہ خارجی اور معنوی دُنیا سے مکمل عدم مطابقت کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی لیے

بے جان اشیا کی تذکیر و تانیث کے سلسلے میں کوئی ٹکا بندھا قاعدہ متعین نہیں ہے۔ ان کی جنس یا تو سماعی ہوتی ہے یا قیاسی اکثر اسما کی قواعدی جنس اُردو میں مختلف فیہ ہے اور دہلی اور لکھنؤ کی زبانوں کے باہمی اختلافات میں جنس کا اختلاف نمایاں مقام رکھتا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ بعض الفاظ استداد زمانہ کے ساتھ اپنی جنس بھی بدل دیتے ہیں یعنی جو کبھی مذکر تھے، اب مؤنث ہیں۔

ذیل میں چند موٹے موٹے قاعدے پیش کیے جاتے ہیں جو بے جان اشیا یا تصورات کی جنس کے تعین کے سلسلے میں کارفرما نظر آتے ہیں۔

1۔ جس طرح جاندار مدلول کے معاملے میں /ے ا/ پر ختم ہونے والے الفاظ مذکر ہیں اسی طرح بے جان اشیا پر دلالت کرنے والے وہ اسما جن کے آخر میں /ے ا/ ہو مذکر ہوتے ہیں جیسے گھڑا، چولھا، آٹا، جھگڑا، لوٹا، بدھنا وغیرہ۔ اسمائے مجرد میں: ارتقا، منشا

تحریر میں ہائے مختفی یا تائے موقوف والے اسما جن کا تلفظ /ے ا/ ہے اسی قاعدے کے تحت مذکر ہوتے ہیں جیسے پیمانہ، پاجامہ، حقہ، پیالہ، مبالغہ، ارادہ، مشاعرہ، رسالہ، معاملہ، معمہ، فرقہ وغیرہ۔

اسی طرح وہ مفرس عربی الفاظ جن کے آخر میں /ع/ ہو یا /عہ/ لیکن جن کا تلفظ /ے ا/ ہے مذکر ہوتے ہیں جیسے:

مطلع (تلفظ مَتلا)؛ مصرع (تلفظ مسرا)، برقع (تلفظ بُرقا)، نفع (تلفظ نفا)

استثنا: (اول) عربی کے وہ تمام دو رکنی الفاظ جن کے آخر میں /ے ا/ ہو مؤنث ہوتے ہیں جیسے ادا، بقا، فنا، ریا، ردا، حیا، خطا، غذا وغیرہ۔

فارسی دخیل الفاظ صدا اور ہوا بھی اسی قاعدے کے تحت آتے ہیں اور مؤنث ہیں۔

(دوم) سنسکرت میں /ے ا/ تانیث کا صرفیہ ہے اس لیے سنسکرت دخیل الفاظ مثلاً سبھا، گنگا، جٹا وغیرہ اردو میں مؤنث ہیں۔

2۔ جس طرح جانداروں پر دلالت کرنے والے وہ اسما جو /ے ی/ پر ختم ہوتے ہیں مؤنث ہیں اسی طرح /ے ی/ پر ختم ہونے والے وہ اسما جو بے جان اشیا پر دلالت کرتے ہیں وہ بھی مونث ہوتے ہیں جیسے؛ گھڑی، روٹی، روئی، ہڈی کنجی، کشتی، بتی، کوٹھی، تھیلی وغیرہ

استثنا: پانی، گھی، دہی، موتی؛

اسی طرح تصورات پر دلالت کرنے والے وہ اسمائے مجرد جو صفت یا اسم عام میں اشتقاقی

لاحقہ [ـِ ی] کے اضافے سے بنتے ہیں جیسے پریشانی، نادانی، شاعری، غلطی، صفائی، تیاری وغیرہ۔

3 ۔ چونکہ اسم 'زبان' مؤنث ہے اس لیے زبانوں کے نام مؤنث ہوتے ہیں مثلاً اُردو، تامل، مراٹھی

4 ۔ چونکہ دن اور مہینہ مذکر ہیں۔ اس قیاس پر تمام دنوں اور مہینوں کے نام مذکر ہیں۔

استثنا: جمعرات (غالباً رات کے قیاس پر) مؤنث ہے۔

5 ۔ اسم 'پہاڑ' مذکر ہے اس لیے پہاڑوں کے نام بھی مذکر ہیں۔

6 ۔ ستاروں اور سیاروں کے نام مذکر ہیں۔

استثنا :۔ زمین۔

7 ۔ اسم 'کتاب' مؤنث ہے اس لیے کتابوں کے نام بھی مؤنث ہوتے ہیں، جیسے باغ و بہار 1800ء میں لکھی گئی۔

کبھی کبھی مضاف یا موصوف مذکر ہوں تو اس کی رعایت سے کتاب کا نام بھی مذکر ہوتا ہے جیسے قصۂ حاتم طائی۔ مذکر اور اگر یہ مؤنث ہوں تو کتاب کا نام بھی مؤنث ہوتا جیسے حکایت لیلیٰ مجنوں۔ مؤنث۔

8 ۔ دھاتوں اور قیمتی پتھروں کے نام مذکر ہوتے ہیں جیسے :

لوہا، جست، رانگ۔

استثنا :۔ چاندی جس کے آخر میں ـِ ی ہے اور اسی سبب سے مؤنث۔

9 ۔ اسم 'نماز' مؤنث ہونے کی وجہ سے تمام نمازوں کے نام مؤنث ہیں جیسے: فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا مؤنث ہیں۔

10 ۔ جن دیسی مشتق اسمائے مجرد کے آخری حصے سے قبل /ـَـ ا/ ہو، وہ مؤنث ہوتے ہیں مثلاً :

پکار، جھنکار، پھٹکار، پچھاڑ۔

استثنا :۔ اُبھار، اتار، بگاڑ۔

11 ۔ لیکن اس بناوٹ کے عربی و فارسی دخیل الفاظ مذکر ہوتے ہیں، جیسے آزاد، آرام، آغاز، بام، ناز، جام، دیدار، کردار، سوراخ، گلزار (وہ تمام مشتقات جن میں لاحقہ زار یا دان ہو)

استثنا :۔ مقدار، میعاد، معراج، اصلاح، افراط، امداد، احتیاط، استعداد

12۔ جن دیسی مشتق اسمائے مجرد کے آخر میں لاحقہ [ن]۔ [ے اوٹ] [ہٹ] [ک] [ے اس] [ے اؤں] یا [ے ان] ہو مؤنث ہوتے ہیں لہٰ :

پھسلن، چبھن، کھرچن، اترن۔

استثنا :۔ چلن

ے اوٹ :۔ بناوٹ، سجاوٹ۔

ہٹ :۔ آہٹ، گھبراہٹ۔

ک :۔ مہک، چمک، جھلک۔

ے اس :۔ مٹھاس، پیاس۔

ے اؤں :۔ چھاؤں، کھڑاؤں۔

ے ان :۔ تھکان، اڑان، اٹھان، ڈھلان۔

13۔ وہ فارسی ° حاصل مصدر (اس اصطلاح کے لیے دیکھیے ص 76، 5) جن کے آخر میں [ش] ہو مونث ہوتے ہیں جیسے خواہش، آرائش، بخشش، کوشش پوشش۔

14۔ حاصل مصدر (فعلی مادے جو اسمائے مجرد کے طور پر مستعمل ہیں) مونث ہیں جیسے: دوڑ، پہچان، روک، چوک، بھول، لوٹ۔

اسی بناوٹ کے فارسی اسمائے مجرد مونث ہوتے ہیں، جیسے :

نشست، ساخت، سرگذشت۔

15۔ وہ دیسی اسمائے مشتق جن کے آخر میں لاحقہ [ے اؤ] [پا] [پن] ہو مذکر ہوتے ہیں جیسے

بچاؤ، برتاؤ، لگاؤ، بہاؤ، بھاؤ، پاگل پن، لڑکپن۔

اسی طرح فارسی دیسی [پنا] سے بنے ہوئے اسما مذکر ہیں :

بچپن، دیوانہ پن۔

16۔ وہ عربی اور فارسی اسمائے جن کے آخر میں لاحقے سے قبل [ے ی] ہو مؤنث ہوتے ہیں جیسے تحریر، تقریر، تقدیر، تاخیر، تصویر، تعریف، تجویز، تشبیہ، توجیہ، تخریب وغیرہ

استثنا :- ضمیر (بمعنی دل کی آواز) لیکن قواعدی اصطلاح ضمیر مؤنث ہے۔

17 - /ت/ پر ختم ہونے والے عربی الفاظ جو خود عربی میں مؤنث ہیں، اردو میں بھی مؤنث ہی رہتے ہیں جیسے :-

محبت، عداوت، نفرت، زحمت، نصیحت، شرارت۔

18 - مفرس عربی کی وہ "سالم جمع" (دیکھیے ص 6،3) جن کے آخر میں /ے ات/ہے اور جو اردو میں بطور واحد مستعمل ہیں، مؤنث ہیں۔

کائنات، معلومات، خرافات، تسلیمات۔

لیکن اگر یہ بطور واحد مستعمل نہ ہوں اور اگر مذکر واحد ہیں تو مذکر جمع ہوتے ہیں جیسے :-

حال' مذکر۔ حالات' مذکر۔ اعتراض' مذکر۔ اعتراضات' مذکر۔ خدشہ' مذکر۔ خدشات' مذکر۔ لیکن اگر ایسے الفاظ تعداد واحد میں مؤنث ہوں تو جمع میں ان کی جنس مختلف فیہ ہوتی ہے۔ اہلِ لکھنؤ مذکر اور اہلِ دہلی مؤنث بولتے ہیں، جیسے :

عادات ← اہلِ لکھنؤ۔ مذکر
عادات ← اہلِ دہلی۔ مؤنث

صفات ← اہلِ لکھنؤ۔ مذکر
صفات ← اہلِ دہلی۔ مؤنث

ترجیح مؤنث کو ہے۔

19 - وہ عربی فارسی الفاظ جن کے آخری مصمتے سے قبل /ے و/ ہو مذکر ہوتے ہیں جیسے

جلوس، دخول، مضمون، مکتوب، محصول، خون، جنون۔

استثنا :- معجون (مختلف فیہ)

لیکن اگر ایسے الفاظ کا آخری مصوتہ /ے و/ ہو تو وہ مؤنث ہوتے ہیں جیسے :

بو، خو، ترازو، آرزو، آبرو، جستجو، گفتگو۔

20 - وہ عربی الفاظ جن کے آخری مصمتے سے قبل خفیف مصوتہ /ے/ ہو مذکر ہوتے ہیں جیسے :

تعارف۔ تغافل۔ تصرّف۔ تسلسل۔ تمسخر۔ تردّد۔

استثنا :- تہجد (نماز کی رعایت سے مؤنث)۔

21 ـ اردو میں کچھ ذومعنی الفاظ ایسے ہیں جو ایک معنی میں مذکر تو دوسرے معنی میں مؤنث ہوتے ہیں جیسے : گزر (مذکر) گزرنے کا فعلی مادہ ۔ میرا گزر ہوا
گزر (مؤنث) بمعنی گزر بسر (اس پر میری گزر ہے)

آب ؛ بمعنی پانی مذکر لیکن بمعنی چمک مؤنث ۔
عرض ؛ بمعنی چوڑائی مذکر لیکن بمعنی درخواست مختلف فیہ ۔
لگن (فارسی) بمعنی برتن مذکر لیکن (دیسی) بمعنی لگاؤ ۔ مؤنث ۔
بیل ۔ (ایک پھل کا نام ۔ مذکر) لیکن عام معنوں میں مؤنث جیسے پھولوں کی بیل ۔
مغرب ۔ (سمت کا نام) مذکر ۔ لیکن شام کے معنوں میں مؤنث جیسے مغرب ہوگئی ۔

اردو میں مندرجہ ذیل اسما کی جنس مختلف فیہ ہے ۔
فکر ۔ مذکر لیکن مونث زیادہ مقبول ؛ سانس (مذکر) لیکن مؤنث زیادہ مقبول ہے ۔
نقاب ۔ مذکر (مؤنث زیادہ مقبول) ، فاتحہ مذکر لیکن مؤنث زیادہ مقبول ۔ بلبل اور مالا مذکر لیکن مؤنث زیادہ مقبول ، متاع ۔

4 . 2 جنس و تعداد اور حروف جار

اردو جملے میں اسم جنس و تعداد کا اظہار پابند صرفیوں کے ذریعے کرتا ہے اور حروف جار کے ساتھ آنے سے بعض صورتوں میں منصرف بھی ہوجاتا ہے ۔ اس طرح حروف جار اردو جملوں میں بڑا فعال کردار ادا کرتے ہیں ۔ اردو جملوں میں حروف جار اسما کے ساتھ استعمال ہوتے بھی ہیں اور نہیں بھی ہوتے اور اسما ان کے ساتھ آنے پر تصریفی عمل سے گزرتے بھی ہیں اور نہیں بھی گزرتے ۔ اردو جملوں میں حروف جار کے عمل دخل کو سمجھنے کے لیے ہمیں اسم کو مندرجہ ذیل قسموں میں تقسیم کرنا ہوگا ۔

(1) وہ اسم جو جملے میں کسی حرف جار کے ساتھ استعمال نہ ہو ۔
اس اسم کو غیر مجروری کہتے ہیں ۔ اور
(2) وہ اسم جو جملے میں کسی حرف جار کے ساتھ استعمال ہو ۔
یہ اسم مجروری کہلاتا ہے ۔
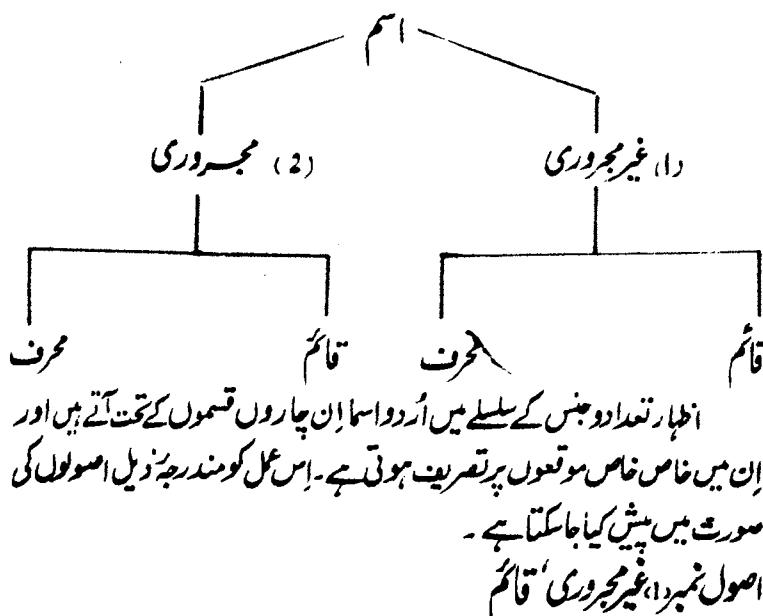
کچھ غیر مجروری اسم منصرف ہوتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتے ۔ اسی طرح کچھ مجروری اسم منصرف ہوتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتے ۔ اس لیے مجروری اور غیر مجروری دونوں

اسما کو ذیلی طور پر دو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(1) اگر غیر مجروری اسم منصرف نہ ہو تو اسے 'غیر مجروری قائم' ۔ اور
(2) جو منصرف ہو اسے غیر مجروری محرف کہتے ہیں اسی طرح (1) اگر مجروری اسم حروف جار کی موجودگی میں بھی منصرف نہ ہو تو اسے مجروری قائم اور (2) جو منصرف ہو اسے مجروری محروف کہتے ہیں۔

اس تقسیم اور ذیلی تقسیم کو مندرجۂ ذیل خاکے کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے:۔

اظہار تعداد و جنس کے سلسلے میں اُردو اسما ان چاروں قسموں کے تحت آتے ہیں اور اِن میں خاص خاص موقعوں پر تصریف ہوتی ہے۔ اِس عمل کو مندرجۂ ذیل اصولوں کی صورت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

اصول نمبر (1) غیر مجروری 'قائم'

(الف) تمام غیر مجروری اسما، چاہے وہ مذکر ہوں یا مؤنث، تعداد واحد میں ہوں تو منصرف نہیں ہوتے مثلاً،

ایک لڑکا، ایک کنواں، ایک بیل، ایک لڑکی، ایک چڑیا، ایک گھٹنا، ایک جورو، ایک عورت۔

ایک لڑکا آتا ہے ــــ ایک لڑکی آئی ۔ ایک عورت آئے گی۔

(ب) وہ تمام غیر مجروری مذکر اسما جن کے آخر میں طویل مصوتہ /ے ا/ نہ ہو تعداد جمع میں ہوں تو منصرف نہیں ہوتے جیسے:۔

مذکر واحد	مذکر جمع
(اوّل) ایک قاضی آیا	دو (تین، چار... کچھ، کئی) قاضی آئے
(دوم) ایک ڈاکو مرا	دو (تین، چار... کچھ، کئی) ڈاکو مرے
(سوم) ایک بیل بھاگا	دو (تین، چار... کچھ، کئی) بیل بھاگے

[نوٹ : /ــی/، /ــو/ یا کسی مصمتے پر ختم ہونے والے مؤنث اسما اِس اصول کے تحت نہیں آتے ۔ اُردو میں *دو لڑکی، *دو جورو یا *دو عورت نہیں کہتے]

اصول نمبر 2 : غیر مجروری محرّف

(الف) /ــا/ اور /ــاں/ پر ختم ہونے والے مذکر اسما تعداد جمع میں ہوں تو اس طرح منصرف ہوتے ہیں کہ /ــا/ بدل کر /ــے/ اور /ــاں/ بدل کر /ــیں/ بن جاتا ہے۔

مذکر واحد	مذکر جمع
(اوّل) ایک لڑکا آیا	دو (تین، چار... کچھ، کئی) لڑکے آئے
(دوم) ایک کنواں خالی ہے	دو (تین، چار... کچھ، کئی) کنویں خالی ہیں۔

استثنا :- وہ فارسی مذکر اسما جن کے آخر میں /ــاں/ ہو منصرف نہیں ہوتے جیسے

مذکر واحد	مذکر جمع
ایک آسماں	دو آسماں
ایک گلستاں	دو گلستاں

* دو آسمیں، * دو گلستیں اُردو میں مستعمل نہیں۔

نوٹ (1) وہ عربی/فارسی مذکر اسما جن کے آخری صوتیے کی مکتوبی شکل ہائے مختفی یا تائے موقوف ہو اور اُردو میں جن کا تلفظ /ــا/ ہو اسی اصول کے تحت آتے ہیں :

مذکر واحد	مذکر جمع
(اوّل) ایک بچہ رویا	دو (تین، چار... کچھ، کئی) بچے روئے
(دوم) ایک حادثہ پیش آیا	دو (تین، چار... کچھ، کئی) حادثے پیش آئے۔

(2) وہ عربی مذکر اسما جن کے آخر میں /ع/ [illegible] مکتوبی شکل عہ) ہو اور جن کا اُردو تلفظ /ــا/ [illegible] اسی اصول کے تحت آتے [illegible]۔

مذکر واحد	مذکر جمع
(اول) ایک مصرع پڑھا گیا	دو (تین، چار... کچھ، کئی) مصرعے پڑھے گئے
(دوم) ایک قلعہ فتح ہوا	دو (تین، چار... کچھ، کئی) قلعے فتح ہوئے۔

استثنا :- مذکورۂ بالا اصول نمبر 2 (الف) کے تحت مندرجۂ ذیل اسما نہیں آتے۔

دادا۔ چاچا، بابا، تایا، راجا، خلیفہ۔

[نوٹ :- /ے ا/ پر ختم ہونے والے مؤنث اسما اس اصول کے تحت نہیں آتے۔
ایک گھٹا، دو گھٹے اُردو میں مستعمل نہیں]

(ب) /ــِ ی/ پر ختم ہونے والے غیر مجروری مؤنث اسما تعداد جمع میں ہوں تو اس طرح منصرف ہوتے ہیں کہ طویل مصوتہ /ــِ ی/ خفیف مصوتہ /ــِ/ بن جاتا ہے اور اس میں پابند صرفیے /ے اں/ کا اضافہ ہوتا ہے جو عمل ادغام سے / یاں/ بن جاتا ہے۔

مؤنث واحد	مؤنث جمع
(اول) ایک لڑکی آئی	دو (تین، چار.... کچھ، کئی) لڑکیاں آئیں۔

نوٹ :- /ــِ ی/ پر ختم ہونے والے مذکر اسما اس اصول کے تحت نہیں آتے۔
ایک بھائی ــ* دو بھائیاں، ایک قاضی ــ * دو قاضیاں، اُردو میں نہیں کہتے۔

(ج) اشتقاقی لاحقہ [یا] پر ختم ہونے والے غیر مجروری مؤنث اسما تعداد جمع میں ہوں تو اس طرح منصرف ہوتے ہیں کہ آخری [یا] انفیا دیا جاتا ہے۔

مؤنث واحد	مؤنث جمع
ایک چڑیا اُڑی	دو (تین، چار.... کچھ کئی) چڑیاں اُڑیں

نوٹ :- چونکہ الفاظ جیا اور دریا میں اشتقاقی لاحقہ [یا] نہیں ہے اس لیے یہ اسما مذکورہ بالا اصول نمبر (ج) کے تحت نہیں آتے۔

(د) وہ تمام غیر مجروری مؤنث اسما جن کے آخر میں /ے ا/ ہو وہ تعداد جمع میں ہوں تو اس طرح منصرف ہوتے ہیں کہ ان کے آخر میں /ں/ بڑھ جاتا ہے جیسے:

مؤنث واحد	مؤنث جمع
(اول) دنا	دنائیں
(دوم) گھٹا	گھٹائیں

نوٹ (ایک) وہ عربی یا فارسی مؤنث اسماجن کے آخری مصوتے کی مکتوبی شکل ہائے مختفی یا تائے موقوف ہو اسی اصول کے تحت آتے ہیں:۔

	مؤنث واحد	مؤنث جمع
(اوّل)	ایک حسینہ	دو (تین، چار.... کچھ، کئی) حسینائیں
(دوم)	ایک نالہ	دو (تین، چار.... کچھ، کئی) خالائیں

(و) ے ا۔ پر ختم ہونے والے مذکر اسما اس اصول نمبر 2 (د) کے تحت نہیں آتے۔

ایک لڑکا — * دو لڑکائیں اُردو طرزِ گفتار نہیں۔

(ہ) طویل مصوتہ / ـُـو / پر ختم ہونے والے مؤنث اسما تعداد جمع میں ہوں تو اُن میں [ـیں] کا اضافہ ہوتا ہے۔

مؤنث واحد	مؤنث جمع
ایک ترازو	دو (تین، چار.... کچھ، کئی) ترازوئیں
ایک جورو	دو (تین، چار.... کچھ، کئی) جوروئیں

[نوٹ: / ـُـو / پر ختم ہونے والے مذکر اسما اس اصول نمبر 2 (ہ) کے تحت نہیں آتے۔ ایک ڈاکو کی جمع * دو ڈاکوئیں اردو میں مستعمل نہیں۔

(و) کسی بھی مصمتے پر ختم ہونے والے مؤنث تعداد جمع میں ہوں تو اُن میں بھی [ـیں] کا اضافہ ہوتا ہے۔

مؤنث واحد	مؤنث جمع
(اول) ایک عورت	دو (تین، چار.... کچھ، کئی) عورتیں
(دوم) [illegible]	دو (تین، چار.... کچھ، کئی) [illegible]

[[illegible] مصمتے [illegible] ختم ہونے والے مذکر [illegible] اس اصول نمبر 2 (و) [illegible] تحت [illegible]

[illegible] نہیں آتی۔

[illegible] کا ان ڈالا ہو تو وہ [illegible]

[illegible] ہے، جیسے عورت۔ عورتیں، جورو [illegible]

اصول نمبر (3) مجروری۔ قائم

(الف) وہ تمام مجروری مذکر اسما جن کے آخر میں طویل مصوتہ /ے ا/ یا /ے اں/ نہ ہو تعداد واحد میں ہوں تو منصرف نہیں ہوتے۔

ایک بیل نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک
ایک قاضی نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک
ایک ڈاکو نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

(ب) تمام مجروری مؤنث اسما تعداد واحد میں ہوں تو منصرف نہیں ہوتے۔

ایک لڑکی نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک
ایک چڑیا نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک
ایک گھٹا نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک
ایک جورو نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک
ایک عورت نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

اصول نمبر 4 مجروری۔ محرّف

(الف) /ے ا/ یا /ے اں/ پر ختم ہونے والے مذکر اسما تعداد واحد میں ہوں تو اس طرح منصرف ہوتے ہیں کہ /ے ا/ بدل کر /ے ے/ اور /ے اں/ بدل کر /ےں/ بن جاتا ہے۔

لڑکا ← لڑکے نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک
کنواں ← کنویں نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

[نوٹ: (1) وہ فارسی/عربی مذکر اسما جن کے آخری صوتیے کی مکتوبی شکل ہائے مختفی یا تائے موقوف ہو اور اردو میں جن کا تلفظ /ے ا/ ہو اسی اصول کے تحت آتے ہیں]:

بچہ ← بچے نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک
دیوانہ ← دیوانے نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

(2) وہ عربی مذکر اسما جن کے آخر میں /ع/ یا مکتوبی شکل (ع) ہو اور جن کا اردو تلفظ /ے ا/ ہو وہ بھی اسی اصول کے تحت آتے ہیں۔

بُرقع ← بُرقعے نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

قلعہ ← قلعے نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

استثنا :- وہی الفاظ جو اصول نمبر 2 (الف) کے تحت درج ہیں۔

[نوٹ :- /ـــے ا/ پر ختم ہونے والے مؤنث اسما اس اصول کے تحت نہیں آتے۔ اُردو میں *گٹھے سے ـــ میں ـــ پر ـــ تک کوئی نہیں کہتا۔

(ب) (اوّل) : وہ تمام مجروری مذکر اسماجن کے آخر میں /ـــے ا/ یا /ـــے اں/ ہو تعداد جمع میں ہوں تو اس طرح منصرف ہوتے ہیں کہ /ـــے ا/ یا /ـــے اں/ ـــے وں/ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

لڑکا ← لڑکوں نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

کنواں ← کنوؤں نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

(دوم) وہ تمام مجروری مؤنث اسماجن کے آخر میں /ـــے ا/ ہو تعداد جمع میں ہوں تو ان میں صرفیہ /ـــے وں/ کا اضافہ ہوتا ہے۔

وفا ← وفاؤں نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

ہوا ← ہواؤں نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

(سوم) وہ تمام مجروری مذکر و مؤنث اسماجن کے آخر میں /ـــے ا/ /ـــے ی/ یا [یا] نہ ہوں تو ان کے آخر میں صرفیہ /ـــے وں/ کا اضافہ ہوتا ہے۔

مذکر : بیل ← بیلوں نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

مذکر : ڈاکو ← ڈاکوؤں نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

مؤنث : جورو ← جوروؤں نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

مؤنث : عورت ← عورتوں نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

[نوٹ : وہ فارسی مجروری مذکر اسماجن کے آخر میں /ـــے اں/ ہو تعداد جمع میں ہوں تو اس طرح منصرف ہوتے ہیں کہ آخری انفی مصوتہ /ـــے اں/ انفی مصمتہ /ن/ میں بدل جاتا ہے] :-

آسماں ← آسمانوں نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

گلستاں ← گلستانوں نے ـــ کو ـــ میں ـــ سے ـــ پر ـــ تک

(ج) وہ تمام مجروری مذکر و مونث اسما جن کے آخر میں /ے ی/ ہو تعداد جمع میں ہوں تو /ے ی/ مختصر مصوتہ /ے/ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اس میں /ے وں/ کا اضافہ ہوتا ہے جو عمل ادغام سے /یوں/ بن جاتا ہے۔

مذکر :۔ بھائی ــــ بھائیوں نے ــــ کو ــــ میں ــــ سے ــــ پر ــــ تک

مؤنث :۔ لڑکی ــــ لڑکیوں نے ــــ کو ــــ میں ــــ سے ــــ پر ــــ تک

(د) وہ تمام مجروری مونث اسما جن کے آخر میں اشتقاقی لاحقہ [یا] ہو، تعداد جمع میں ہوں تو [یا] [یوں] میں منصرف ہو جاتا ہے۔

چڑیا ــــ چڑیوں نے ــــ کو ــــ میں ــــ سے ــــ پر ــــ تک

[نوٹ]: :: چونکہ راجا اور آریا /ے ا/ پر ختم ہونے والے مذکر اسما ہیں اس لیے کچھ لوگ اصول نمبر 4 (الف) کے تحت ان کی جمع راجوں اور آریوں استعمال کرتے ہیں اور جو لوگ راجا اور آریا کے غیر منصرف /ے ا/ کو اہمیت دیتے ہیں (دیکھیے اصول نمبر 2 (الف) اور 4 (الف) کے تحت استثناء) وہ ان الفاظ کی جمع راجاؤں اور آریاؤں لاتے ہیں۔

(ج) عربی مکسر جمع (دیکھیے 6 ۶ (ص) جس کے آخر میں صرفیہ {ے ا} ہو تو مجروری ہونے پر بھی غیر منصرف رہتے ہیں جیسے علما نے کہا، شعرا نے پڑھا۔

* علموں نے کہا، * شعراؤں کو داد ملی۔ اردو میں نہیں کہتے۔ البتہ قدیم اردو میں اسی طرح کہتے تھے

(3) اصول نمبر 2 (الف) کے تحت درج کیے ہوئے مستثنیٰ اسما جیسے دادا، چچا، تایا وغیرہ مجروری ہوں تو تعداد واحد میں غیر منصرف رہتے ہیں۔ [دادا نے کہا تایا نے جواب دیا وغیرہ] لیکن تعداد جمع میں یہ استثنا باقی نہیں رہتا اور وہ تعداد جمع میں اس طرح منصرف ہوتے ہیں کہ کچھ لوگ ان [illegible] جمع اصول نمبر 4 (الف) کے تحت لاتے ہیں اور کچھ غیر منصرف /ے ا/ کو [illegible] رکھ کر اس [illegible] /ے وں/ کا اضافہ کرتے ہیں۔

باپ دادوں [illegible] داداؤں [illegible] ہوتا آیا ہے

[illegible] چچاؤں [illegible] ہے۔

لیکن چچاؤں [illegible] جگہ [illegible] بولتے۔

(ہ) فارسی جمع [illegible] میں فارسی دخیل الفاظ کی جمع [illegible] اس لیے ان میں

استعمال ہونے والے جمع کے صرفیے جو اُردو میں رائج ہیں یہاں اجمالاً درج کیے جاتے ہیں :-

(۱) جانداروں پر دلالت کرنے والے فارسی اسم میں تعدادِ جمع میں [ـ ان] کا اضافہ کرتے ہیں۔

اُردو میں یہ ذیل فارسی مرکبات میں نظر آتے ہیں:

زنانِ بازاری، مردانِ ہنرمند

(۲) غیر ذوی العقول پر دلالت کرنے والے فارسی اسم کے ساتھ تعدادِ جمع میں [ـ ان] کے علاوہ [ہا] کا استعمال ہوتا ہے جیسے :-

شیرانِ دلیر - گنج ہائے گرانمایہ

(۳) جانداروں پر دلالت کرنے والے وہ اسما جو / ـ ا / یا / ـ و / پر ختم ہوں تو ان میں جمع کا صرفیہ [یان] استعمال ہوتا ہے۔

گدا ← گدایانِ میکدہ : آہو ← آہویانِ صحرا

(۴) ہائے مختفی پر ختم ہونے والے اسما تعدادِ جمع میں اس طرح منصرف ہوتے ہیں کہ / ہ / / گ / میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد / ـ ان / کا اضافہ ہوتا ہے :-

بندہ ← بندگانِ عالی، خواجہ ← خواجگان جیسے خواجۂ خواجگان۔

(۵) بے جان اشیا پر دلالت کرنے والے اسما کے آخر میں ہائے مختفی ہو تو تعدادِ جمع میں / ہ / محذوف ہو جاتی ہے اور صرفیہ / جات / بڑھا دیا جاتا ہے :

کارخانہ ← کارخانجات۔

3.06 عربی جمع سالم و جمع مکسر عربی میں جمع کی دو قسمیں ہیں

(۱) ایک وہ جمع جس کے آخر میں صرفیے کا اضافہ ہوتا ہے اور لفظ کے اندر کوئی تغیر نہیں [illegible] جمع سالم کہتے ہیں۔ عربی زبان میں جمع سالم میں، اسم حالتوں کی رعایت سے اپنی ہیئت بدلتا [illegible] حافظ کی جمع سالم حالت رفعی (= فاعلی) میں حافظون ہوتی ہے لیکن حالت نصبی [illegible] مفعولی) اور حالت جری (= حالت ظرفی و اضافی) میں حافظین [illegible] اردو میں [illegible] عربی کی جمع میں صرف [ـ ین] کا اضافہ کرتے ہیں

محققین، مدرسین، معلمین وغیرہ

تثنیہ میں اُردو نے صرف حالت مفعولی کے صرفیے [ـ ین] کو قبول [illegible]

طرفین، جانبین، والدین - وغیرہ

(ب) عربی مؤنث اسما کی جمع میں صرفیہ [ے ات] استعمال ہوتا ہے۔ اُردو میں عربی کی تذکیر وتانیث کا خیال کیے بغیر اکثر اسما میں تعداد جمع کے لیے [ے۔ات] کا استعمال کرتے ہیں، چاہے یہ اسم اُردو میں مذکر ہو یا مؤنث۔

کمال ۔ کمالات ؛ خیال ۔ خیالات ؛ اصلاح ۔ اصلاحات ۔ مکان ۔ مکانات۔

(فارسی الفاظ میں بھی جمع میں یہ عربی لاحقہ استعمال ہوتا ہے۔ باغ ۔ باغات، کاغذ۔ کاغذات ۔ جنگلات بھی اردو میں مستعمل ہے، ممکنہ جنگلات)

عربی میں جمع کی دوسری قسم 'جمع مکسر' کہلاتی ہے۔ اِس جمع میں اسم کی تعداد واحد والی ہیئت گویا ٹوٹ جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں کچھ صرف ۔ صوتیے ابتدا، وسط، یا آخر میں گھٹا بڑھا دیے جاتے ہیں اُردو میں عربی دخیل الفاظ کی جمع مکسر والی ہیئت بھی استعمال ہوتی ہے۔ جمع مکسر میں اِس ہیئتی تبدیلی کو جو جمع مکسر میں واقع ہوتی ہے عربی اوزان کی شکل میں اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے :۔

1۔ اَفعال :۔ جیسے جسم ۔ اَجسام ؛ طفل ۔ اطفال ؛ حکم ۔ احکام ؛ شے ۔ اشیا ؛ وقت ۔ اوقات ؛ لفظ ۔ الفاظ ؛ غیر ۔ اغیار ؛ لطف ۔ الطاف ؛

فاعل اور فعیل اوزان کے کچھ الفاظ جمع میں یہی ہیئت اختیار کرتے ہیں جیسے :

صاحب ۔ اصحاب ؛ شریف ۔ اشراف وغیرہ۔

2۔ فُعُول :۔ جیسے امر ۔ امور ؛ علم ۔ علوم ؛ ملک ۔ مُلوک ؛ فن ۔ فنون ۔

3۔ فُعلَا :۔ فاعل اور فعیل اوزان والے کچھ الفاظ کی جمع فُعَلا کے وزن پر آتی ہے :

شاعر ۔ شعرا ؛ عاقل ۔ عُقلا ؛ امیر ۔ اُمرا ؛ فقیر ۔ فقرا ؛ غریب ۔ غربا ؛

4۔ اَفعِلا :۔ فعیل وزن کے کچھ الفاظ کی جمع اَفعِلا کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے :

طبیب (اطبا ۔ اطبّا) ؛ نبی ۔ انبیا ؛ ولی ۔ اولیا ؛ حبیب ۔ (احبا ۔ احبّا)

5۔ فِعال : جیسے جَبل ۔ جِبال، خصلت ۔ خصال ۔

6۔ فُعّال : حاکم ۔ حکام ۔ عاشق ۔ عشاق ؛ کافر ۔ کفار

7۔ اَفعِلہ : زمان ۔ ازمنہ ؛ لسان ۔ السنہ ؛ دَوَا ۔ اَدوِیہ ؛

8۔ فعائل : جزیرہ ۔ جزائر ؛ حقیقت ۔ حقائق ؛ رسالہ ۔ رسائل ؛ مصیبت مصائب ؛

9۔ فواعل : ف ۔ فوائد ؛ قاعدہ ۔ قواعد ؛۔

10- فعاٰمل : جوہر۔ جواہر؛ مدرسہ۔ مدارس؛ دفتر۔ دفاتر؛
11- فعاٰیل : سلطان۔ سلاطین؛ شیطان۔ شیاطین؛ تصنیف۔ تصانیف؛
12- فُعُل : کتاب۔ کتب؛ رسول۔ رُسل؛
13- فِعَل : سیرت۔ سِیَر؛ جیسے سِیَر المصنفین۔
14- فَعَلَہ : طالب۔ طلبہ؛ جاہل۔ جہلہ (اُردو املا جہلا)
15- فِعلان : صبی (لڑکا)۔ صبیان؛ اخ (بھائی)۔ اِخوان۔
16- فَعالی : اہل۔ اہالی؛
17- فعالِلہ : مَلَک (فرشتہ)۔ ملائکہ؛ فیلسوف۔ فلاسفہ۔
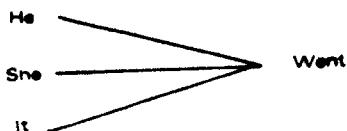
3.7 جمع الجمع

اُردو میں کچھ مفرس عربی اسما کی جمع مکسر میں جمع کے صرفیے مزید بڑھا دیے جاتے ہیں گویا یہ جمع نہ ہوں بلکہ واحد ہوں۔ جمع کے یہ صرفیے عربی زبان ہی سے مستعار ہوتے ہیں اسے جمع الجمع کہتے ہیں۔

جوہر (واحد) ۔ جواہر (جمع مکسر)۔ جواہرات (جمع الجمع)
اہل (واحد)۔ اہالی (جمع مکسر)۔ اہالیان (جمع الجمع)
خرج (واحد)۔ اخراج (جمع مکسر)۔ اخراجات (جمع الجمع)
دوا (واحد)۔ ادویہ (جمع مکسر)۔ ادویات (جمع الجمع)

جمع الجمع کسی مخصوص سیاق و سباق میں استعمال نہیں ہوتی۔ بلکہ اُردو میں عام جمع کے طور پر اس کا استعمال ہوتا ہے۔

3.8 جنس و تعداد اور فعل (مطابق فاعل)

اُردو جملے کی ایک خصوصیت جو اسے اکثر جدید ہند آریائی زبانوں سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ اس میں صرف اسم ہی نہیں بلکہ فعل بھی اسم کی جنس و تعداد کا اظہار مخصوص صرفیوں کے ذریعے کرتا ہے۔ ایسے صرفیے اصطلاح میں 'فعلی صرفیے' کہلاتے ہیں۔ اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اُردو میں فعل کی بھی جنس و تعداد ہوتی ہے لیکن صحیح معنوں میں یہ اسم ہی کی جنس و تعداد کا اظہار ہوتا ہے۔ جنس و تعداد کے معاملے میں اسم اور فعل کا یہ تعاون اکثر زبانوں میں نہیں پایا جاتا، مثلاً اگر فارسی میں کہنا ہو 'احمد گیا'، تو کہا جائے گا: 'احمد رفت'، اور اگر کہنا ہو (محمودہ گئی) ... کہتے ہیں: محمودہ رفت۔ یعنی فاعل کی جنس بدل جانے سے فارسی فعل میں

کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ یہی حال انگریزی کا ہے۔ Ahmad Went اور Mehmuda Went اگر ہم فاعل کو حذف کر کے صرف Went کہیں تو صرف فعل کی ہیئت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ فاعل مذکر ہے یا مؤنث۔ انگریزی میں جنس کا اظہار صرف ضمیر غائب واحد میں ہوتا ہے۔ جو نر مدلولوں کے لیے He، مادہ مدلول کے لیے She اور بے جان شے کے لیے It ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی فاعل کی جنس فعل کی ہیئت کو متاثر نہیں کرتی۔

جدید ہند آریائی زبانوں کا بھی یہی حال ہے۔ مثلاً اودھی میں 'چلب' کے معنی ہیں چلیگا لیکن فعل 'چلب' سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ چلنے والا مرد ہے یا عورت کیونکہ اس فعل کی ہیئت ضمائر شخصی کی مطابقت میں نہیں بدلتی۔ بنگالی، آسامی اور اڑیا میں بھی یہی خصوصیت پائی جاتی ہے چونکہ ان میں ضمائر متصل (دیکھیے 3، 31) کا استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے اس سے فاعل کے متکلم، مخاطب، یا غائب ہونے اور اس کی تعداد کا اظہار ہوتا ہے۔ ان زبانوں کے برخلاف اردو افعال ہیئتی تغیر کے ذریعے فاعل کی جنس و تعداد کو اکثر صورتوں میں باقاعدگی اور وضاحت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔ اردو افعال کی اس امتیازی خصوصیت کی توجیہہ کرتے ہوئے شوکت سبزواری لکھتے ہیں:

"ماہرین لسانیات یہ بتاتے ہیں کہ سنسکرت مشتقات اسم فاعل، اسم مفعول اور اسم حالیہ اردو میں بطور افعال استعمال ہوتے ہیں۔ یہ اسما سنسکرت میں موصوف کے لحاظ سے مذکر یا مؤنث ہوا کرتے تھے۔ اردو میں یہ بطور افعال استعمال ہوئے تو فاعل یا نائب فاعل (* جو حقیقت میں موصوف ہے) مذکر یا مؤنث گردانے جانے لگے ہیں (1)

---

* قوسین کی عبارت اصل متن میں ہیں۔

(1) اردو زبان کا ارتقا۔ ہندوستانی ایڈیشن ص 210 - 209۔

لیکن اُ دے نارائن تواری کے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ اُردو نے سنسکرت سے صرف اسم حالیہ ■■■ کو بطور فعل اپنایا ہے اور سنسکرت میں اسم حالیہ میں جنس کا اظہار ہوتا ہے جیسے ■■■ وہ گیا ■■■ وہ گئی۔ اُدے نارائن تواری لکھتے ہیں :۔

" کھڑی بولی نے جب اسم حالیہ کو اپنایا تو اس کے ساتھ ہی اظہارِ جنس کی خصوصیت کو بھی قبول کر لیا "(2)

۳۰۹ امدادی فعل

اُردو میں وظیفے کے اعتبار سے فعل کی دو قسمیں ہیں۔ خاص اور امدادی فعل۔ امدادی فعل وہ ہے جو خاص فعل کے ساتھ استعمال ہو کر اس میں زور پیدا کرتا ہے۔ اسے امدادی فعل۔ تاکیدی کہتے ہیں۔ (دیکھیے 3.10) کچھ خاص فعل امدادی فعل کی طرح بھی استعمال ہوتے ہیں مثلاً : دے ــ لے ــ جا ــ رہ، وغیرہ خاص فعل بھی ہیں اور امدادی فعل جیسے اس نے قرض دیا (سادہ) ــ اس نے کہہ دیا (امدادی)۔

وہ گیا (سادہ) ــ وہ چلا گیا (امدادی)۔

وہ بیٹھا رہا (سادہ) ــ وہ بیٹھا رہا (امدادی)

اُردو میں کچھ فعل صرف امدادی فعل کی حیثیت سے آتے ہیں۔ سادہ فعل کی حیثیت سے نہیں۔ جیسے : ــ پڑ ۔ چک ۔ سک ؛ اگر خاص فعل کے ساتھ امدادی فعل استعمال ہو تو اسے فعل مرکب کہتے ہیں [فعل مرکب کی قسموں کا ذکر دیکھیے 3.30]

3.10 فعلی صرفیے اور زمانہ

اُردو جملے میں فعلی مادہ خاص خاص ہیئتوں کے ذریعے عمل کے مطلوبہ وقت کا اظہار کرتا ہے۔ یہ مخصوص ہیئتیں جیسا کہ بتایا جا چکا ہے "فعلی صرفیے" کہلاتی ہیں۔ فعل مرکب میں فعل ناقص ... جوڑ کر یہ صرفیے سادہ نہیں بلکہ امدادی فعل کے ساتھ جوڑے جاتے ہیں۔

اُردو ... عمل کے وقت کے اظہار کے لیے مندرجۂ ذیل زمانوں کا استعمال کرتا ہے۔

(1) مضارع : (الف) شرطیہ (ب) مضارع تمنائی۔

(2) حال : (الف) حال مطلق (ب) حال ناتمام (ج) حال تمام اور (د) حالِ احتمالی۔

(2) منیر ... کا اُردو کا اس دوسرا ایڈیشن ص 481

(3) ماضی: (ا) ماضی مطلق (ب) ماضی ناتمام (ج) ماضی تمام (د) ماضی احتمالی اور
(ہ) ماضی شرطیہ

(4) مستقبل: (ا) مستقبل مطلق (ب) مستقبل دوامی (ج) مستقبل ناتمام اور
(د) مستقبل تمام

انسان عملی ضروریات کے پیشِ نظر وقت کے مستقیمی تصور کو تین بڑے حصوں میں بانٹ دیتا ہے۔ ماضی۔ حال۔ مستقبل۔ یہ اصطلاحیں معنوی بھی ہیں اور قواعدی بھی۔ ان میں امتیاز کے لیے حسبِ موقع معنوی اصطلاحوں کو علی الترتیب 'گزشتہ'، 'موجودہ'، اور 'آئندہ' کہہ کر انھیں قواعدی اصطلاحوں۔ ماضی۔ حال اور مستقبل سے ممتاز کیا جا سکتا ہے۔

ماضی : گزشتہ   حال : موجودہ   مستقبل : آئندہ۔

3.11 مستقل اور متناسب صرفیہ

اُردو میں فعلی صرفیہ° فعلی مادّے کے ساتھ استعمال ہو کر نہ صرف زمانہ بلکہ فاعل کی جنس و تعداد کا بھی اظہار کرتا ہے۔ فعلی صرفیے کی دو اہم قسمیں ہیں:

(1)° مستقل صرفیہ، اور (2)° متناسب صرفیہ۔

مستقل صرفیہ وہ صرفیہ ہے جو فعلی مادّے کے ساتھ مستقل طور پر استعمال ہوتا ہے جیسے جملوں، وہ آتا ہے، وہ آتے ہیں، وہ آتی ہیں۔ میں [ت] مستقل صرفیہ ہے۔ یہ /ت/ اردو اور ہندی میں سنسکرت کے حالیۂ ناتمام انت (چل + انت = چلتا ہوا) کا بقیہ ہے۔

متناسب صرفیہ وہ ہے جو فاعل کی جنس و تعداد کی مطابقت میں بدلتا رہتا ہے، جیسے مذکورہ بالا جملوں میں آتا میں /ے ا/ ؛ آتے میں /ــ ے/ اور آتی میں /ــ ی/۔
بدلتے ہوئے صرفیوں کے درمیان علامت (ــ) استعمال ہوتی ہے جس کا مطلب ہے 'یا'، 'اس کے عوض میں'۔

کبھی کبھی فعلی مادّے کے ساتھ مستقل صرفیہ استعمال نہیں ہوتا۔ یکسانیت کے خیال سے اس بات کو اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ فلاں فعلی مادّے میں صفر مستقل صرفیہ استعمال ہوا ہے۔
جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، اُردو فعل کے تین زمانے ہیں اور ان کی ذیلی قسمیں بھی ہیں۔ پہلے ہم مضارع، حال مطلق، ماضی مطلق اور مستقبل مطلق میں زمانے کے اظہار کے لیے استعمال ہونے والے فعلی صرفیوں کا تجزیہ کریں گے۔ بعد میں دوسری ذیلی قسموں کا تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

3.12 فعلی صرفیے۔مضارع

مضارع فعل کا وہ زمانہ ہے جو وقت کو اتنی قطعیت سے ظاہر نہیں کرتا جتنا حال، ماضی اور مستقبل کرتے ہیں بلکہ یہ موجودہ اور آئندہ دونوں پر حاوی ہوتا ہے۔ مضارع کی ہیئت (امر کو چھوڑ کر کہ وہ صرف فعلی مادے کے طور پر بھی استعمال ہو سکتا ہے) سب سے آسان ہے مضارع میں فعلی مادے کے بعد مندرجۂ ذیل متناسب فعلی صرفیے استعمال ہوتے ہیں:
ـیے ـے ـیں ـے ـیں ـیں ـیں۔ جیسے حامد جائے۔ حامدہ جائے۔ حامد اور محمود جائیں، حامدہ اور محمودہ جائیں۔
مضارع میں صفر مستقل صرفیہ استعمال ہوتا ہے۔

اس کا فارمولا ہے،
مضارع = فع مادہ + مُس صَر + الف
فع مادہ = فعلی مادہ
مُس صر = صفر مستقل صرفیہ
الف = متناسب صرفیہ [ـیے ـے ـیں ـے ـیں ـیں ـیں]

قدیم زمانے میں مضارع کے بعد امدادی فعل ۔ ہو بشمول متناسب صرفیے [اے مـ ایں] کے اضافے سے 'حال' بنایا جاتا تھا جیسے:
آئے ہے، جلئے ہے یا مستقل صرفیہ /و/ کے اضافے سے آوے ہے اور جاوے ہے استعمال ہوتا تھا۔ اسی لیے مضارع اب بھی اردو میں حال کے معنی بھی دیتا ہے، بالخصوص ضرب الامثال میں جیسے:۔
ڈوبے کٹورا، بجے گھنٹہ؛ اونٹ چڑھے کتا کاٹے وغیرہ۔
مضارع آئندہ کے معنی بھی دیتا ہے جیسے:
وہ آئے تو کام ہو۔
[نوٹ: ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب کے متناسب صرفیوں ـوں اور ـو کا ذکر ضمیر کے تحت کیا گیا ہے۔]

3.13 فعلی صرفیے۔حال مطلق

نظری اعتبار سے ہم جسے 'موجودہ' کہتے ہیں وہ دراصل 'ابھی' ہے۔ 'ابھی' ایک ایسا

لمحہ ہے جو انسانی تصور میں آتے ہی گزر جاتا ہے۔ اس لیے ہم 'موجودہ' کو وسیع تر معنوں میں استعمال کر کے 'گزشتہ' کو بھی اس میں شامل کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ 'مجھے بھوک لگی ہے' یا 'زید بیمار ہے' تو جس وقت یہ بات کہی جاتی ہے اس سے پہلے ہی بھوک یا بیماری کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور اگر کہیں کہ "مجھے بڑی دیر سے بھوک لگی ہے" یا 'وہ کل سے بیمار ہے' یا میں اُسے دو سال سے جانتا ہوں، تو ہم واضح طور پر گزشتہ کو موجودہ میں شامل کر کے قواعدی سطح پر اسے 'حال' میں ڈھال لیتے ہیں، اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ "میں روزانہ صبح اٹھتا ہوں" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس سے پہلے کئی بار اٹھ چکا ہوں۔ آج بھی اٹھا تھا اور کل بھی اٹھوں گا گویا اسی طرح ہم موجودہ میں گزشتہ اور آئندہ کا تصور بھی شامل کر لیتے ہیں وقت کے ایسے وسیع الذیل تصور کو جملے میں جس زمانے کی مدد سے ظاہر کرتے ہیں اسے سادہ یا حالِ مطلق کہا جاتا ہے :

مندرجۂ ذیل جملے ملاحظہ ہوں :

حامد آتا ہے۔ حامدہ آتی ہے۔ حامد اور محمود آتے ہیں۔ حامدہ اور محمودہ آتی ہیں۔

یہ تمام جملے 'حالِ مطلق' میں ہیں۔ اگر ہم اِن جملوں کے افعال کا تجزیہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اِن میں / آ / فعلی مادہ ہے، ت مستقل صرفیہ اور / ا/ - / ی/ ، / ے / اور / ی / متناسب صرفیے ہیں جو فاعل کی جنس و تعداد کی مطابقت میں استعمال ہوئے ہیں مذکورہ بالا پہلے دو جملوں میں 'ہے'، اور دوسرے جملوں میں 'ہیں' کا استعمال ہوا ہے جو اِن جملوں میں امدادی فعل کی حیثیت سے موجود ہے۔ امدادی فعل — ہو کی جو شکلیں استعمال ہوئی ہیں ان میں / ہ/ مستقل صرفیہ ہے اور [اَے] اور [اَیں] متناسب صرفیے :

مذکورہ بالا جملوں کو مندرجۂ ذیل خاکے میں اِس طرح پیش کیا جا سکتا ہے :-

خاکہ نمبر ۱

جنس	تعداد	فاعل	فعلی مادہ	مستقل صرفیہ	متناسب صرفیہ	امدادی فعل		
						فعلی مادہ	مستقل صرفیہ	متناسب صرفیہ
مذکر	واحد	حامد	آ	ت	ا	ہو	ہ	اَے
مؤنث	واحد	حامدہ	آ	ت	ی	ہو	ہ	اَے
مذکر	جمع	حامد اور محمود	آ	ت	ے	ہو	ہ	اَیں

مؤنث	جمع	حامدہ اور محمودہ	ـــے ا	ت	ـــِ ی	ـ ہو	ـ ہ ـ	اَں

حال اور مطلق کا فارمولا

حال مطلق = فع مادہ + مُس صر [ت] + الف ا + ب

الف ا = متناسب صرفیہ [ـــے ا ـــ ـــِ ی ـــ ـــِ ے ـــ ـــِ ی]

ب = امدادی فعل ـ ہو + مس صر ہ + متناسب صرفیہ [ـــَ ـــ ے ـــ اَں]

3.14 فعلی صرفیے۔ ماضی مطلق

وقت گزشتہ کا قواعدی نمائندہ 'ماضی' کہلاتا ہے۔ اگر فعل کے ذریعے وقت گزشتہ کا اظہار کرنا ہو اور ساتھ ہی زمانی فاصلے کا تعین مقصود نہ ہو تو جملے میں اس مقصد کے لیے استعمال ہونے والی ہیئت 'ماضی مطلق' کہلاتی ہے جیسے 'وہ بھاگا' میں فعل بھاگا کی ہیئت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ 'وہ' کا مدلول کب بھاگا۔ اس کی صراحت جملے کے دوسرے الفاظ یعنی متعلق فعل سے کی جاسکتی ہے یعنی وہ کل بھاگا'، دو سال پہلے بھاگا'، وغیرہ۔

فعل 'بھاگا' میں۔ بھاگ فعلی مادہ ہے اور [ـــے ا] متناسب صرفیہ۔ اس میں صفر مستقل صرفیہ ہے۔ اب یہ جملے دیکھیے :

حامد بھاگا۔ محمودہ بھاگی۔ حامد اور محمود بھاگے۔ حامدہ اور محمودہ بھاگیں۔ ان میں مندرجۂ ذیل متناسب صرفیے استعمال ہوئے ہیں۔

{ ـــے ا ـــ ـــِ ی ـــ ـــِ ے ـــ ـــ ں } ماضی مطلق کی دوسری شکلیں یہ ہیں :۔

(2) حامد بھاگا تھا، (3) حامد بھاگ گیا۔ پہلی شکل الف، دوسری ب اور تیسری ج کے تحت دی گئی ہے؛

خاکہ نمبر 2 الف

جنس	تعداد	فاعل	فعلی مادہ	مستقل صرفیہ	متناسب صرفیہ	امدادی فعل
مذکر	واحد	حامد	بھاگ	= ٥ =	ـَـ ا	= ٥ =
مؤنث	واحد	حامدہ	بھاگ	= ٥ =	ـِـ ی	= ٥ =
مذکر	جمع	حامد اور محمود	بھاگ	= ٥ =	ـِـ ے	= ٥ =
مؤنث	جمع	حامدہ اور محمودہ	بھاگ	= ٥ =	رں	= ٥ =

ماضی مطلق کا فارمولا

ماضی مطلق - الف = فع مادہ + مس صر٥ + الف 2

مس صر٥ = صفر مستقل صرفیہ

الف 2 = متناسب صرفیہ { ـَـا ــ ـِـی ــ ـِـے ــ ں }

ماضی مطلق کی دوسری شکل (ب)

کبھی ماضی مطلق میں امدادی فعل کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔ یہ امدادی فعل ــ ہو بے ضابطہ ماضی کے فعلی مادے۔ تھ میں متناسب صرفیے { ـَـا ــ ـِـی ــ ـِـے ــ ں } کے استعمال سے حاصل ہوتا ہے۔

حامد بھاگا تھا...الخ

ماضی مطلق ب کا فارمولا ہے۔

ماضی مطلق ب = فع مادہ + مس صر٥ + الف 2 + فع مادہ - اِم۔ تھ + الف 2

فع مادہ - اِم۔ تھ = امدادی فعل کا فعلی مادہ تھ ۔

ماضی مطلق کی تیسری شکل (ج)

کبھی زور و تاکید کے لیے فعلی مادہ کے بعد امدادی فعل ــ جا کے فعلی مادے کے بے ضابطہ ماضی۔ گ میں متناسب صرفیہ { ـَـا ــ ـِـی ــ ـِـے ــ ں } کا اضافہ ہوتا ہے۔ جیسے حامد بھاگ گیا

ماضی مطلق (ج) کا فارمولا ہے۔

ماضی مطلق ج ۔ فع مادہ + مس صرہ + فع مادہ ۔ اِم ۔ گ + الف 3

الف 3 ۔ متناسب صرفیہ { یا ۔ یِ ۔ی ۔ یِ ۔ ے ۔ یں }

نوٹ: (1) الف 2 اور الف 3 میں فرق یہ ہے کہ الف 2 کا پہلا متناسب صرفیہ ۔ا ہے اور الف 3 کا [یا] کیونکہ اگر فعلی مادہ [۔ا / یا / ۔ے و / پر ختم ہو تو مذکر واحد کی صورت میں متناسب صرفیہ بجائے / ۔ا / کے / یا / آتا ہے ۔

آ + یا (بجائے آ + آ) ۔ کھایا (بجائے کھا + آ)

نوٹ نمبر (2) کچھ فعلی مادے ماضی میں اپنی ہئیت بالکل بدل دیتے ہیں انھیں بے ضابطہ افعال کہا جاتا ہے ۔ مندرجۂ ذیل افعال بے ضابطہ ہیں:

(1) ۔جا ۔ ماضی میں اس کا فعلی مادہ جا سے گ بن جاتا ہے ۔

۔ جا ۔ گ + یا (بجائے جا + یا)

(2) ۔کر ۔ ماضی میں اس کا فعلی مادہ کِ بن جاتا ہے ۔

(3) ۔ ہو ۔ ۔ ہو کا باضابطہ ماضی 'ہوا' ہے اس کا ایک مادہ ماضی میں ۔ تھ بن جاتا ہے ۔ 'ہو' کے ساتھ ۔ تھ میں بدلنے کی وجہ قواعد نویس یہ بتاتے ہیں کہ ۔ ہو سنسکرت کے فعل ۔ بھو سے نکلا ہے ۔ اس کے حال کی شکلیں سنسکرت کے مادہ (آس) سے اور ماضی کی شکلیں (ستھ) سے ماخوذ ہیں لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ ۔ ہو کا ماضی ہوتا سے ہتھا > اتھا پھر تھا بنا ہوگا ۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے ۔ تھ فعلی مادہ صرف کھڑی بولی میں پایا جاتا ہے ۔ ہو کی ماضی کی شکل 'ہوتا' مراٹھی میں آج بھی مستعمل ہے ۔

نوٹ نمبر ( ) اگر فعلی مادہ دو رکنی ہو تو متناسب صرفیہ الف (1) یا الف (2) کے استعمال سے فعلی مادے کے دوسرے رکن کا ابتدائی خفیف مصوتہ گر جاتا ہے، جیسے،

پگھل ۔ پگھلا ؛ نکل ۔ نکلا ۔

3.15 فعلی صرفیے ۔ مستقبل مطلق

دیگر حیوانات کے برخلاف انسان آئندہ کا بھی تصور کر سکتا ہے ۔ یہ کسی عمل کے امکانی وقوع کا تصور ہے اس لیے اس کا صرف معنوی دنیا سے تعلق ہے ، خارجی دنیا سے نہیں اکثر زبانوں میں زمانہ مستقبل کی ہئیت نہیں پائی جاتی بلکہ اس کے لیے سادہ فعل کے ساتھ

خواہش کا اظہار کرنے والے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ایسے افعال اصطلاح میں 'فعل تمنائی' کہلاتے ہیں۔ اُردو میں بھی اس کی مثالیں مل جاتی ہیں جیسے میں فلاں کام کرنے والا ہوں یعنی فلاں کام آئندہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اُردو میں بعض اوقات حال کی ہیئت سے آئندہ کا مفہوم لیا جاتا ہے جیسے 'وہ آنے کو ہے' 'اس کا آنا ممکن نہیں' 'اچھا تو میں چلتا ہوں'۔

اُردو میں زمانہ مستقبل کے لیے فعلی مادّے کے ساتھ صرفیہ 'گ' استعمال ہوتا ہے اس طرح کہ اس سے ماقبل متناسب صرفیہ { ـِ ے ~ ـِ ے ~ ـِ یں ~ ـِ یں } آتا ہے اور مابعد متناسب صرفیہ { ـَ ا ~ ـِ ی ~ ـِ ے ~ ـِ ی } ہوتا ہے [ـُ وں ~ ـَ و] کا ذکر ضمیر کے تحت دیکھیے (3,31)

زمانۂ مستقبل میں جب متناسب صرفیہ ـِ یں مستقل صرفیہ گ کے ساتھ آتا ہے تو عمل ادغام سے ـِ یں + گ ـِ ینگ بن جاتا ہے۔ جیسے 'جائیں گے'۔ { اسی طرح ضمیر متکلم کا صرفیہ ـُ وں + گ ـُ ونگ بن جاتا ہے }

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ { گ } مستقبل کے مستقل صرفیے کی حیثیت سے سوائے کھڑی بولی کے کسی اور زبان میں نہیں پایا جاتا۔ برج اور پنجابی میں کھڑی بولی کے اثر سے کہیں کہیں استعمال ہوتا ہے۔ چند ماہرینِ لسانیات نے اس 'گ' کا سراغ لگاتے ہوئے قیاس آرائی سے کام لیا ہے اور اس کا اشتقاق سنسکرت کے حالیہ تمام ■■ میں تلاش کیا ہے جو پالی کی کسی ہم عصر نامعلوم پراکرت میں ■■ بناپھر ■■ پھرگ۔

مستقبل مطلق بھی غیر معینہ آئندہ کا قواعدی اظہار ہے۔ اس کا مستقل صرفیہ 'گ' اس کے مستقبل ہونے کی شناخت ہے۔ زمانۂ مستقبل کا خاکہ اس طرح ہے:-

خاکہ نمبر 3

جنس	تعداد	فاعل	فعلی مادہ	ماقبل متناسب صرفیہ	مستقل صرفیہ	مابعد متناسب صرفیہ
مذکر	واحد	حامد	جا	ـِ ے	گ	ـَ ا
مؤنث	واحد	حامدہ	جا	ـِ ے	گ	ـِ ی
مذکر	جمع	حامد اور محمود	جا	ـِ یں ـِ ینگ	گ	ـِ ے
مؤنث	جمع	حامدہ اور محمودہ	جا	ـِ یں ـِ ینگ	گ	ـِ ی

مستقبل مطلق کا فارمولا حسب ذیل ہے:

مستقبل مطلق = فع مادہ + الف + مس صرگ + الف

3.16 کبھی کبھی زور اور تاکید کے لیے مستقبل میں امدادی فعل بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں سادہ فعل کا صرف فعلی مادہ استعمال ہوتا ہے اور اس کے بعد مستقبل مطلق کا فارمولا استعمال ہوتا ہے مثلاً: حمید کرے گا" کی جگہ "حمید کر دے گا یا کرلے گا کہتے ہیں۔ اسی طرح دے گا کی جگہ' دے دیگا'، 'لے گا' کی جگہ لے لیگا اور 'گریگا' کی جگہ 'گر پڑے گا' کہتے ہیں۔

استثنا: جائے گا کی جگہ چلا جائے گا کہتے ہیں۔ * جا جائے گا نہیں کہتے۔

3.17 جنس و تعداد اور فعلی صرفیوں کی مطابقت

اگر ہم مندرجہ بالا خاکوں کا بغور مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ فعل اسم کی جنس و تعداد کا اظہار حیرت انگیز باقاعدگی کے ساتھ کرتا ہے یہی بات روایتی قواعد میں 'گردان' کے ذریعے پیش کی جاتی ہے لیکن 'گردان' کو آسانی سے رٹا تو جا سکتا ہے لیکن ان تبدیلیوں کی تہہ میں جو اصول کارفرما ہوتے ہیں، ان تک نظر نہیں پہنچ سکتی۔ اگر ہم اسم اور فعل کے اُن صرفیوں کا تقابلی مطالعہ کریں جن کا تعلق جنس و تعداد کے اظہار سے ہے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ آ۔ الآخر (مصوتہ ۔ے ا پر ختم ہونے والے) اسما کی جنس و تعداد کے صرفیوں اور متناسب فعلی صرفیوں میں مکمل مطابقت پائی جاتی ہے۔ یعنی اگر اسم غیر مجروری قائم مذکر واحد کے آخر میں مصوتہ /ـَـ ا/ ہو تو متناسب فعلی صرفیہ بھی {ـَـ ا} ہوتا ہے اگر جمع میں اس کے آخر میں /ــِـ ے/ ہو تو متناسب فعلی صرفیہ بھی اسی کی مطابقت میں منصرف ہوکر {ــِـ ے} بن جاتا ہے مستقبل میں ماقبل متناسب صرفیہ ــِـ ے ہوتا ہے۔ البتہ مابعد متناسب صرفیہ ـَـ ا ہی ہے۔ اسے ذیل کے خاکے کی مدد سے سمجھا جا سکتا ہے:

(۹)

فاعل غیر مجروری قائم	جنس	تعداد	آخری مصوتہ	فعل	زمانہ	متناسب فعلی صرفیہ
لڑکا	مذکر	واحد	ـَـ ا	آ رہا ہے	حال	ـَـ ا
لڑکا	مذکر	واحد	ـَـ ا	آیا	ماضی	ـَـ ا
لڑکا	مذکر	واحد	ـَـ ا	آئے گا	مستقبل	ــِـ ے / ـَـ ا

(2)

فاعل غیر مجروری قائم	جنس	تعداد	آخری مصوتہ	فعل	زمانہ	متناسب فعلی صرفیہ
لڑکے	مذکر	جمع	ـِ ے	آتے (ہیں)	حال	ـِ ے
لڑکے	مذکر	جمع	ـِ ے	آئے	ماضی	ـِ ے
لڑکے	مذکر	جمع	ـِ ے	آئیں گے	مستقبل	ءِ ںے + گ + ے

اسی طرح اگر اسم غیر مجروری قائم مؤنث واحد ہو اور اس کے آخر میں مصوتہ/ـِ ی/ ہو تو مستقبل کو چھوڑ کر فعل کا متناسب صرفیہ بھی { ـِ ی } ہوتا ہے۔ مستقبل میں ماقبل متناسب صرفیہ بجائے { ـِ ی } کے { ـِ ے } آتا ہے۔

فاعل غیر مجروری قائم	جنس	تعداد	آخری مصوتہ	فعل	زمانہ	تناسب فعل صرفیہ
لڑکی	مؤنث	واحد	ـِ ی	آتی (ہے)	حال	ـِ ی
لڑکی	مؤنث	واحد	ـِ ی	آئی	ماضی	ـِ ی
لڑکی	مؤنث	واحد	ـِ ی	آئے گی	مستقبل	ـ ے + ـِ ی

لیکن یہ باقاعدگی اسم غیر مجروری۔ قائم مؤنث جمع میں باقی نہیں رہتی۔ موجودہ اردو میں * لڑکیاں آتیاں، * لڑکیاں آئیاں اور * لڑکیاں آئیں گیاں جیسے جملے مستعمل نہیں۔ قدیم اردو میں یہ فعلی صرفیے بالخصوص پہلے دو آتیاں اور آئیاں عام تھے۔ پنجابی اور دکنی میں یہ شکلیں آج بھی ملتی ہیں۔ قدیم اردو میں جمع کے صرفیے [ں] کے ساتھ بھی فعلی صرفیہ [ئیاں] استعمال ہوتا تھا۔

وے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

لیکن دیگر صورتوں میں اسم کے آخری صوتیوں اور ان کے متناسب فعلی صرفیوں میں

صوری مطابقت باقی نہیں رہتی کیونکہ اردو کے تمام اسماء /ے ا/ پر ختم نہیں ہوتے۔ جہاں کچھ مذکر اسما /ے ا/ پر ختم ہوتے ہیں وہیں اکثر کچھ اسما /ے ی/، /ے و/ اور مصمتوں پر بھی ختم ہوتے ہیں۔ اسی طرح جہاں کچھ مونث اسما کے آخر میں /ے ی/ ہوتا ہے وہیں اکثر مؤنث اسما کے آخر میں /ے ا/، /ے و/ /ا/ اور مصمتے بھی آتے ہیں۔ اس کے برخلاف فعلی صرفیے اپنی روش پر قائم رہتے ہیں:

مذکر واحد	آخری صوتیہ	فعل	متناسب فعلی صرفیہ
لڑکا	ے ا	آتا (ہے)	ے ا
بھائی	ے ی	آتا (ہے)	ے ا
ڈاکو	ے و	آتا (ہے)	ے ا
مَرد	مصمتہ	آتا (ہے)	ے ا

اسی طرح:

مذکر جمع	آخری صوتیہ	فعل	متناسب فعلی صرفیہ
لڑکے	ے ے	آتے (ہیں)	ے ے
بھائی	ے ی	آتے (ہیں)	ے ے
ڈاکو	ے و	آتے (ہیں)	ے ے
مرد	مصمتہ	آتے (ہیں)	ے ے

مؤنث اسما کی صورت میں بھی متناسب فعلی صرفیوں میں وہی باضابطگی پائی جاتی ہے جو /ے ی/ پر ختم ہونے والے مؤنث اسما غیر مجروری قائم کے سلسلے میں ملتی ہے جیسے:

مؤنث واحد	آخری صوتیہ	فعل	تناسب فعلی صرفیہ
لڑکی	ـِ ی	آتی (ہے)	ـِ ی
چڑیا	یا	آتی (ہے)	ـِ ی
گھٹا	ـَ ا	آتی (ہے)	ـِ ی
بہو	ـُ و	آتی (ہے)	ـِ ی
عورت	مصمتہ	آتی (ہے)	ـِ ی

اسما مؤنث جمع — غیر مجروری قائم — کی صورت میں تعداد واحد کے فعلی صرفیے استعمال ہوتے ہیں، البتہ فعل امدادی ـ ہو میں تناسب صرفیے { آے ~ ایں } استعمال ہوتے ہیں

مؤنث جمع	آخری صوتیہ	فعل	تناسب فعلی صرفیہ
لڑکیاں	یاں	آتی (ہیں)	ـِ ی +
چڑیاں	یاں	آتی (ہیں)	ـِ ی
گھٹائیں	ـں	آتی (ہیں)	ـِ ی
بہوئیں	ـں	آتی (ہیں)	ـِ ی
عورتیں	ـں	آتی (ہیں)	ـِ ی

غیر مجروری قائم اسما اور ان کے تناسب فعلی صرفیوں کی مساوات اس طرح ہوگی:

	آخری صوتیہ		تناسب فعلی صرفیہ
(۱) مذکر واحد	ـَ ا ـِ ی ـُ و مصمتہ	=	ـَ ا

	آخری صوتیہ		تناسب فعلی صرفیہ
(2) مذکر جمع	ـِـ ے		
	ـِـ ی		ـِـ ے
	ـُـ و		
	مصمتہ		

	واحد ـ جمع		تناسب فعلی صرفیہ
(3) مؤنث واحد و جمع	ـِـ ی ـَـ اں		
	یا ـ یاں	=	ـِـ ی
	ـُـ و ـِـں		
	مصمتہ ـِـں		

• چونکہ جنس و تعداد کے اعتبار سے اُردو اسما کی ہیئتوں میں یکسانیت نہیں ہوتی اس لیے صرف اسما کی ہیئت سے ان کی جنس و تعداد کا انکشاف صرف بعض صورتوں میں ہوتا ہے، ہمیشہ نہیں۔

(الف) مندرجۂ ذیل اسما کی ہیئت سے اُن کی جنس و تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا:

(ایک) مصمتہ الآخر مذکر واحد اسما جیسے: بیل، مرد، پتھر

(دو) مصمتہ الآخر مؤنث واحد اسما جیسے: عورت، حور، زلف

(تین) ـُـ و ـ الآخر مذکر و مؤنث واحد اسما جیسے: ڈاکو، بہو

لیکن جب یہی الفاظ جملوں میں استعمال ہوتے ہیں تو فعل کے متناسب صرفیوں کی مدد سے اِن کی جنس و تعداد کا انکشاف ہوتا ہے جیسے:

ایک بیل آیا ـــ دو بیل آئے

لیکن اگر مصمتہ الآخر مذکر اسما مجروری محرّف ہوں تو ان کی تعداد معلوم ہو جاتی ہے:

واحد ۔ بیل نے ـــ کو ـــ سے

جمع بیلوں نے ـــ کو ـــ سے

لیکن مصمتہ الآخر مؤنث اسما قائم ہوں تو اس صورت میں بھی وہ اپنی ہیئت سے جنس و تعداد کو منکشف کرتے ہیں کیونکہ مصمتہ الآخر مذکر اسما کے برخلاف اِن میں تعداد جمع کے صرفیے لازمی طور

پر آتے ہیں جیسے:

عورت ـ عورتیں ؛ حور ـ حوریں، بہو ـ بہویں۔

اِن کی جنس اس لیے منکشف ہوتی ہے کہ یں تانیث کے لیے مخصوص ہے۔

(ب) اگر مجروری محرف اسما۔ چاہے مذکر ہوں یا مؤنث۔ تعداد جمع میں ہوں تو ان کی ہیئت سے ان کی تعداد تو معلوم ہو جاتی ہے لیکن جنس نہیں کیونکہ مذکر و مؤنث دونوں جنس والے اسما کے ساتھ تعداد جمع کا ایک ہی صرفیہ {ـوں} استعمال ہوتا ہے، جیسے

بیلوں (مذکر)
عورتوں (مؤنث) } نے ـ سے ـ کو ـ سے

(ج) ذیل کے واحد اسما اپنی ہیئت کی مدد سے جنس کا انکشاف نہیں کرتے:

(1) آ ـ الآخر اسما ـ جیسے لڑکا، گھٹنا

(2) ـی ـ الآخر اسما ـ جیسے بھائی، لڑکی

البتہ اگر مذکورۂ بالا ہیئت کے اسما غیر مجروری قائم جمع ہوں تو جنس و تعداد دونوں کا پتہ چلتا ہے کیونکہ 'لڑکا' کی جمع 'لڑکے'، لیکن 'گھٹنا' کی جمع 'گھٹنائیں' ہے۔

غرض اسم کی ہیئت سے تعداد و جنس کا انکشاف ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی لیکن جہاں اسم کی ہیئت سے اس کی تعداد و جنس کا اندازہ نہ ہوسکے، وہاں متناسب فعلی صرفیے ان کی نشان دہی کرتے ہیں۔

اِس بحث سے واضح ہے کہ اردو افعال بیک وقت چار وظائف ادا کرتے ہیں (1) زمانے کا اظہار (2) فاعل کی جنس کا اظہار (3) فاعل کی تعداد کا اظہار اور (4) فعل کے طور[1] کا اظہار۔

---

(1) اکثر زبانوں کے افعال کی طرح اردو فعل جہاں زمانے کا اظہار کرتا ہے وہیں عمل کا طور بھی ظاہر کرتا ہے۔ اسے منطق کی طرز پر لکھی ہوئی قواعد میں فعل کا 'طور' کہتے ہیں۔ منطقی اصطلاح میں یہ طور دو طرح کے ہوتے ہیں۔ یعنی اگر وہ ایسے عمل کی نمائندگی کریں جس کی تصدیق یا تردید ہوسکے تو اسے فعل کا بیانی طور کہتے ہیں۔ تمام بیانیہ جملوں میں فعل کا طور بیانی کہلاتا ہے جیسے "احمد بیمار ہے"۔ "احمد کل یہاں آئے گا"۔ "احمد نہیں آئے گا"۔ لیکن اگر ہم کہیں 'اِدھر آ'، 'اُدھر نہ جا'، 'کاش وہ یہاں آتا۔ اگر وہ چلا جاتا!' 'کاش وہ مر جائے' تو یہ دراصل حکم، خواہش، شرط یا تمنا کا اظہار ہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

3.19 جنس و تعداد فعل (بمطابق مفعول)

1۔ اب تک جو مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں فعل فاعل کی جنس و تعداد ظاہر کرتا ہے لیکن اردو جملے میں ایک مخصوص صورت ایسی بھی ہے جس میں فعل فاعل کے عوض مفعول کی جنس و تعداد کی مطابقت میں آتا ہے۔ چونکہ افعال لازم کے ساتھ جملوں میں مفعول نہیں آتا، اس لیے صرف متعدی افعال کی صورت میں جن میں مفعول استعمال ہوں، یہ امکان پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر متعدی افعال کا زمانہ حال مستقبل اور ماضی ناتمام ہو تو یہ صورت پیدا نہیں ہوتی مثلاً:-

احمد روٹی کھاتا ہے
احمد روٹی کھائے گا
احمد روٹی کھا رہا ہے/ تھا

مذکورۂ بالا جملوں میں احمد فاعل، روٹی مفعول اور کھاتا ہے، کھائے گا۔ اور کھا رہا ہے/ تھا۔ میں 'کھا' فعل متعدی ہے اور فعل فاعل کی جنس و تعداد کا اظہار کر رہا ہے۔

اب مندرجۂ ذیل جملے ملاحظہ ہوں:-

(1) حامد نے روٹی کھائی
مذکر واحد — مؤنث واحد — مؤنث واحد کا فعلی صرفیہ ـــی

(2) حامد نے روٹیاں کھائیں
مذکر واحد — مؤنث جمع — مؤنث جمع کا فعلی صرفیہ ـــیں

(3) محمودہ نے آم کھایا
مؤنث واحد — مذکر واحد — مذکر واحد کا فعلی صرفیہ ـــا

(4) محمودہ نے (دو) آم کھائے
مؤنث واحد — مذکر جمع — مذکر جمع کا فعلی صرفیہ ـــے

(باقی حاشیہ صفحۂ گزشتہ) جن کی نہ تو تصدیق ممکن ہے نہ تردید۔ اس لیے ایسے فعل کا طور انشائی کہلاتا ہے۔ فعل کے انشائی طور میں (1) امر (2) حال احتمالی (3) ماضی شرطی (4) ماضی امکانی، تمنائی، مضارع شرطی تمنائی وغیرہ آتے ہیں۔ ندائیہ، استفہامی، فجائیہ اور طنزیہ طرز کے جملوں میں بھی فعل کا طور انشائی ہوتا ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ فعل کا طور خالص معنوی اصطلاح ہے اور قواعد میں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مذکورہ بالا جملوں میں (1) فعل کا زمانہ ماضی مطلق ہے (2) فاعل کے بعد حرف 'نے' استعمال ہوا ہے اور (3) فعل فاعل کے بجائے مفعول کی جنس و تعداد کی مطابقت میں ہے۔ دوسرے الفاظ میں جب فعل متعدی کا زمانہ ماضی مطلق ہو تو نہ صرف یہ کہ فاعل کے ساتھ حرف 'نے' استعمال ہوتا ہے جسے 'علامتِ فاعل' کہتے ہیں بلکہ فعل مفعول کی جنس و تعداد کے مطابق ہوتا ہے۔

استثنا: (1) مندرجۂ ذیل متعدی افعال اس اصول کے تحت نہیں آتے۔ ڈر؛ ۔ تھوک؛ ۔لڑ؛ ۔لا؛ ۔ بھول؛ ۔بحث؛ ۔ بول (1)

(2) مندرجۂ ذیل متعدی افعال کے ساتھ 'نے' کا استعمال اختیاری ہے:۔

۔ سمجھ؛ ۔ سیکھ؛ ۔ چاہ (جی کے ساتھ 'نے' نہیں آتا جی چاہا لیکن دوسرے اسماو ضمائر کے ساتھ آتا ہے ع

ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا)

(3) (الف) کچھ لازم افعال کے ساتھ 'نے' کا استعمال ہوتا ہے۔

اُس نے تھوکا چھینکا / موتا / ہگا (شاید اس لیے کہ تھوک وغیرہ مقدر مفعول کا درجہ رکھتے ہیں)

(ب) کچھ لازم افعال کے ساتھ 'نے' کا استعمال اختیاری ہے۔

اُس نے ہنس دیا ۔۔ وہ ہنس دیا اس نے رو دیا ۔۔ وہ رو دیا

[نوٹ: یہ صورت صرف متعدی امدادی افعال کے ساتھ ہوتی ہے چند لازم افعال جب مرکب فعل غیر امدادی (اس اصطلاح کے لیے دیکھیے 30 و 3) میں اس طرح استعمال ہوں کہ فعل متعدی ہو اور اس مرکب فعل کا مفعول بھی ہو تو فاعل کے بعد 'نے' آتا ہے، مثلاً ناچ لازم فعل ہے لیکن رقص۔ کر معنوی اعتبار سے لازم ہونے کے باوجود ہیئت کے اعتبار سے متعدی ہے کیونکہ اس کا فعل۔ کر متعدی ہے اور اس کا مفعول 'رقص' ہے اس لیے اُردو میں کہتے ہیں:

اُس نے رقص کیا (لیکن اس نے ناچا نہیں کہتے)

اُس نے پرواز کی (لیکن 'وہ اُڑا')]

---

(1) اس نے جھوٹ بولا بھی کہتے ہیں مگر وہ جھوٹ بولا بھی صحیح ہے: قواعدِ اُردو ص 163 ۔

(4) کچھ اُردو افعال لازم بھی ہوتے ہیں اور متعدی بھی۔ متعدی ہوں تو ماضی مطلق میں فاعل کے بعد 'نے' آتا ہے اور فعل مفعول کی جنس و تعداد کے تابع ہوتا ہے۔ وہ افعال یہ ہیں کھیل جیت؛ ۔بدل؛ ۔بھر جیسے:

لازم	متعدی
(1) میں بہت کھیلا	میں نے کرکٹ کھیلا
(2) میں ہارا	میں نے بازی ہاری
(3) میں جیتا	میں نے بازی جیتی
(4) احمد بدل گیا	احمد نے کپڑے بدلے
(5) کمرہ دھوئیں سے بھر گیا	میں نے پانی بھرا

(5) امدادی فعل۔تاکیدی (اس اصطلاح کے لیے دیکھیے 30 و 3) کی صورت میں اگر خاص فعل متعدی ہو اور امدادی فعل لازم تو فعل فاعل کی جنس و تعداد کی نمائندگی کرتا ہے مفعول کی نہیں اور اس صورت میں علامت فاعل 'نے' کا استعمال بھی نہیں ہوتا جیسے:

وہ مجھ سے کتاب لے گیا۔

اور اگر امدادی فعل۔تاکیدی متعدی ہو۔ تو 'نے' کا بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور فعل مفعول کی جنس و تعداد کا پابند ہو جاتا ہے جیسے:۔

اُس نے مجھ سے کتاب لے لی

اگر اس طرح کے مرکب افعال میں خاص فعل لازم ہو اور امدادی فعل تاکیدی متعدی ہو اور خاص فعل سے قبل آئے تو فاعل اس طرح پیش آتا ہے گویا مرکب فعل لازم ہو جیسے:

وہ آ لیا، ہم سو لیے

لیکن اگر مرکب فعل میں سادہ فعل متعدی ہو اور امدادی فعل تاکیدی اس فعل سے قبل آئے تو 'نے' استعمال ہوگا جیسے اُس نے مجھے آ لیا۔

اُردو جملے میں فعل کے اس غیر معمولی رویے یا اپنی عام روش سے انحراف کی توجیہہ کرتے ہوئے بعض قواعد نویس علامت فاعل 'نے' کو 'علامت آلہ' ثابت کر کے اس قسم کے جملوں میں فاعل کو 'نائب فاعل' قرار دیتے ہیں اور اس طرح جملوں مثلاً گھوڑے نے لات ماری، کی توجیہہ اس

طرح کرتے ہیں کہ گھوڑے کے ذریعہ لات ماری گئی۔

"اوپر کی مثال میں گھوڑا نائب فاعل ہے اور 'ماری' معنوی طور پر مجہول ہے"[1]

'نے' اردو کے علاوہ مراٹھی، گجراتی، پنجابی، ہریانی اور دکھنی کے زیرِ اثر) برج میں بھی ملتا ہے۔ اگرچہ برج کا 'نے' سے بنیادی طور پر کوئی تعلق نہیں۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری نے مراٹھی، گجراتی، پنجابی، ہریانی اور برج سے آلی مفعولی، اضافی اور فاعلی حالتوں میں 'نے' کے استعمال کی مثالیں دی ہیں۔[2] لیکن انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ مراٹھی میں 'نے' علامت آلہ کے ساتھ ساتھ علامت فاعل کے طور پر اور ہریانی میں مفعولی، نصبی اور فاعلی تینوں حالتوں میں مستعمل ہے۔ اس لیے اردو 'نے' کو یہ کہہ کر کہ یہ اردو کے علاوہ کسی اور زبان میں علامت فاعل کے طور پر استعمال نہیں ہوتا؛ اسے صرف علامت آلہ قرار دینا اور اس طرح کے جملوں میں فاعل کو نائب فاعل قرار دینا تکلف سے خالی نہیں۔ یہ بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ 'نے'، قدیم زمانے میں اردو میں علامت آلہ بھی رہا ہوگا۔ لیکن آج تو اردو میں یہ صرف علامت فاعل ہے اور صرف علامت فاعل بقول پلیٹس:

"جب ایک ہندوستانی کہتا ہے کہ 'میں نے روٹی کھائی'، تو اس سے اس کی یہ مراد نہیں ہوتی کہ "روٹی میرے ذریعے کھائی گئی"، جیسا کہ اس جملے کی بناوٹ میں یہ معنی مضمر ہیں بلکہ اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ روٹی کھانے والا میں ہوں۔"[4]

(اس کے باوجود پلیٹس اسم طرز کے جملوں میں فاعل کو نائب فاعل ہی لکھتا ہے)

3.19 جنس و تعداد غیر منصرف فعل

اردو جملے میں فعل کے استعمال کی ایک شکل ایسی بھی ہے جب وہ نہ تو فاعل کی جنس و تعداد کا پابند ہوتا ہے اور نہ مفعول کی بلکہ دونوں کی جنس و تعداد سے بے نیاز ہو کر مستقل شکل میں آتا ہے اور اس شکل میں وہ صرفیہ / ے ا/ قبول کرتا ہے، اس لیے اسے غیر منصرف فعل کہتے ہیں۔ اس استعمال کو ہندی کے قواعد نویس بھاوے پریوگ کا نام دیتے ہیں۔

---
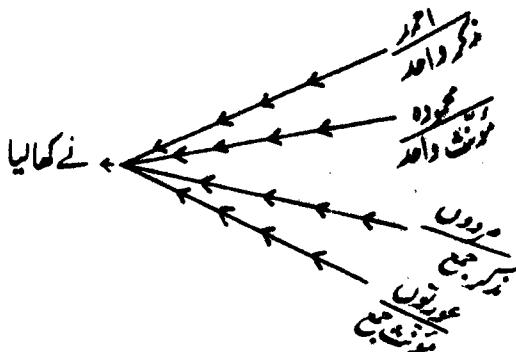
(1) 'لسانی مسائل'، شوکت سبزواری، پہلا ایڈیشن۔ کراچی ص 122۔

(2) ایضاً ـــ نے کی سرگزشت ص 77۔

(4) اے۔ گریمر آف ہندوستانی۔ آر۔ اردو لینگویج ص 200۔
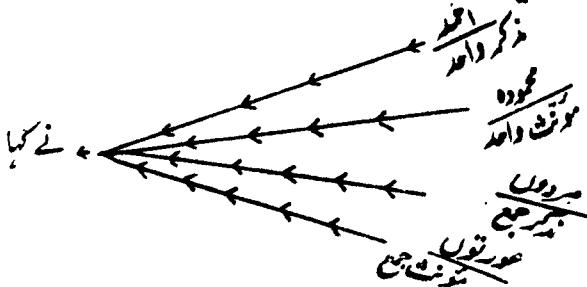
اُردو جملے میں غیر منصرف فعل کے استعمال کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

(1) جب اُردو جملے میں متعدی فعل کا مفعول مقدر ہوتا ہے :

مذکورہ بالا جملوں میں مفعول 'کھانا' مقدر ہے۔

اِن جملوں میں بھی مفعول مقدر ہے۔

(2) غیر منصرف فعل کا استعمال اس وقت بھی ہوتا ہے جب مفعول کے ساتھ علامت مفعول 'کو' استعمال ہو، پہلے مفعول 'کو' کو جان لینا ضروری ہے، جس طرح اُردو جملے میں 'نے' علامت فاعل ہے اسی طرح حرف جار 'کو' علامت مفعول ہے۔ 'کو' دراصل سنسکرت کی حالت ثانوی مفعول [illegible] یاد دلاتا ہے۔ اس لیے اسے علامت ثانوی مفعول بھی کہا جا سکتا ہے۔ اُردو جملے میں اگر فعل متعدی کے دو مفعول ہوں تو علامت مفعول ہمیشہ مفعول ثانی کے بعد آتی ہے :

احمد نے محمود کو کتاب دی

محمود = مفعول ثانی

احمد نے محمود کو خط دیا

مفعول ثانی

مذکورۂ بالا جملوں میں فعل مفعول بالراست کی جنس و تعداد کی نمائندگی کرتا ہے۔ پہلے جملے میں کتاب مؤنث ہے اس لیے فعل میں مؤنث کا متناسب صرفیہ [ـے ی] استعمال ہوا ہے لیکن دوسرے جملے میں چونکہ مفعول بالراست ۔ خط ۔ مذکر ہے اس لیے اس کے فعل میں مذکر کا متناسب صرفیہ [ـے ا] آیا ہے۔ اُردو میں * احمد نے محمود ۔ کتاب کو دیا نہیں کہتے۔ مفعول ثانی بالعموم جاندار معمول پر دلالت کرتا ہے۔ ایسا اردو جملہ جس میں صرف ایک مفعول ہو اگر وہ جاندار معمول پر دلالت کرے تو اس کے ساتھ بھی 'کو' استعمال ہوتا ہے جیسے:

احمد نے محمود کو دیکھا   احمد محمود کو بُلا رہا ہے

* احمد نے محمود دیکھا اور * احمد محمود بلا رہا ہے، اُردو میں غیر مستعمل ہیں۔ البتہ اگر مفعول غیر اہم معمول پر چاہے وہ جاندار ہی کیوں نہ ہو، دلالت کرے تو اُردو میں مفعول کے ساتھ 'کو' استعمال نہیں کرتے۔

احمد نے اپنی پہلی بیوی چھوڑ دی   میں نے ایک آدمی دیکھا

اسی طرح اگر مفعول بے جان معمول کا نمائندہ ہو تو اس کے ساتھ 'کو' استعمال نہیں کرتے۔

احمد نے دہلی دیکھی   احمد نے محمود کا گھر دیکھا۔

لیکن اُردو میں 'احمد نے دہلی کو دیکھا' اور 'احمد نے محمود کے گھر کو دیکھا' بھی کہا جاتا ہے جیسے:
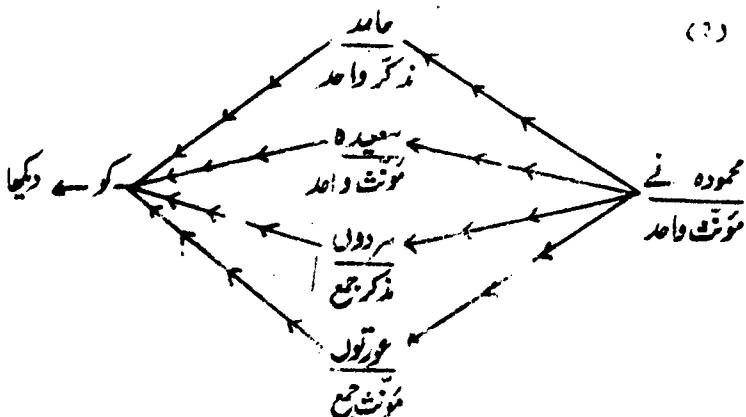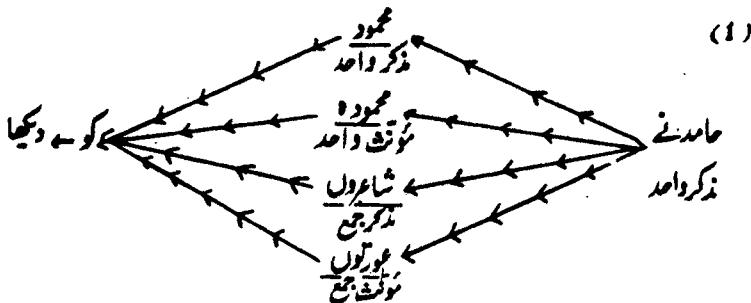
ع   ہم نے بھی دلّی کو جا دیکھا
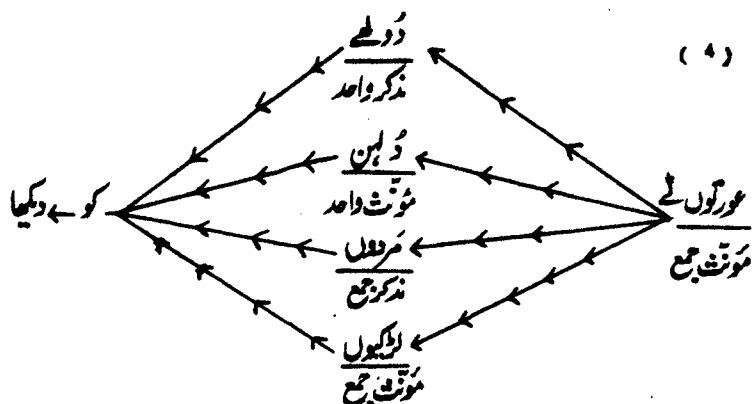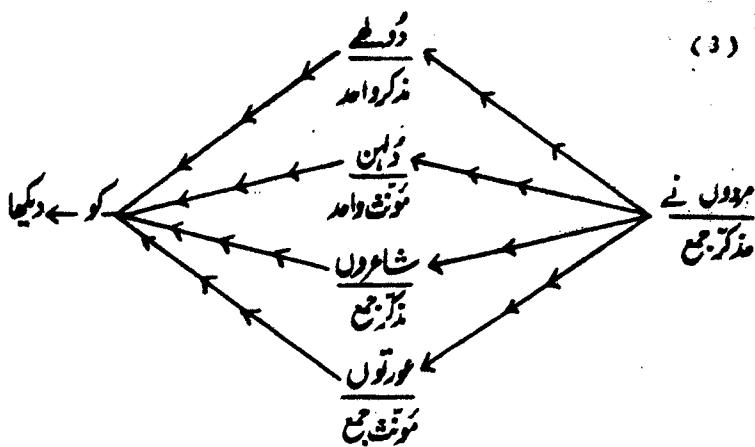
ع   کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

اس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے جان معمول نما مفعول کے ساتھ 'کو' کا استعمال اختیاری ہے۔ عام بول چال میں یہ اختیاری تو ہے لیکن اتنا بھی اختیاری نہیں کیونکہ اگر ہم مذکورۂ بالا جملوں میں 'دہلی دیکھی' اور 'دہلی کو دیکھا'۔ یا 'گھر دیکھا'۔ اور 'گھر کو دیکھا' کا باہمی مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ 'کو' اسی وقت استعمال ہوتا ہے جب بے جان معمول کو معنوی اعتبار سے کسی مخصوص سیاق و سباق میں اہمیت یا خصوصیت دی جائے۔ مثلاً گھر دیکھنا۔ سرسری کام ہو سکتا ہے۔ لیکن گھر کو دیکھنا اہم کام ہے۔ اسی لیے اس خاص کے ساتھ 'کو' کا استعمال لازمی ہے۔

"میں نے حامد دیکھا یا" میں نے حامد اور محمودہ دیکھے۔ اُردو طرزِ گفتار نہیں ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ "میں نے ایک آدمی دیکھا، یا" میں نے دس عورتیں دیکھیں" اب اگر آدمی یا عورتوں کو معنوی اعتبار سے اہمیت دینی ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں "میں نے اُس آدمی کو دیکھا جو کل آیا تھا، یا میں نے کل احمد کی بیوی کو دیکھا"

اب غیر منصرف فعل کے استعمال کی طرف آیئے جب اُردو جملے میں فعل متعدی کا ایک مفعول ہو اور اس مفعول کے ساتھ علامت مفعول 'کو' آئے تو فعل مفعول اور فاعل دونوں کی جنس و تعداد سے بے نیاز ہو کر غیر منصرف رہتا ہے۔

(۱)

(۲)

مذکورہ بالا چاروں خاکے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ فاعل اور مفعول دونوں چاہے (1) مذکر واحد (2) مؤنث واحد (3) مذکر جمع یا (4) مونث جمع ہوں اور اگر مفعول کے بعد علامت مفعول 'کو' آئے تو فعل ہر حالت میں صرف مذکر واحد کا فعل صرفیہ قبول کرتا ہے، دوسرے الفاظ میں غیر منصرف رہتا ہے۔

3.20 حال ناتمام

اب تک فعل کے جن زمانوں کا تجزیہ کیا ہے وہ مضارع، حال، ماضی اور مستقبل ہیں۔ اب ان کی ذیلی اقسام سے بحث کی جائے گی۔

زمانۂ حال کی مندرجۂ ذیل ذیلی قسمیں ہیں:۔

(۱) حال ناتمام (۲) حال تمام، اور (۳) حال احتمالی۔

حال ناتمام: (اوّل) جب فعل سے عمل کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ شروع ہو کر ختم نہیں ہوا ہے تو اسے ظاہر کرنے کے لیے فعل کا جو زمانہ استعمال ہوتا ہے اسے 'حالِ ناتمام' کہتے ہیں۔ حالِ ناتمام فعلی مادے کے ساتھ امدادی فعل۔ رہ کے مادے میں متناسب صرفیہ الف، جوڑ کر اور ب کے اضافے سے بنتا ہے۔

حال ناتمام (اوّل) کا فارمولا ہے۔

حال ناتمام (اوّل) = فع مادہ + فع اِم۔ رہ + الف + ب

(دوم) حال ناتمام سے عمل کی عدم تکمیل کے ساتھ ساتھ عمل کا تواتر بھی ظاہر کیا جاتا ہے جیسے: درد ستائے جاتا / جا رہا ہے۔

محبت مٹائے جاتی / جا رہی ہے　　　لوگ ستائے / جاتے / جا رہے ہیں

حال ناتمام (دوم) کے لیے فعلی مادے میں مستقل صرفیہ ـے اور امدادی فعل جا کو مستقل صرفیہ ت، متناسب صرفیہ الف + ب یا امدادی فعل۔ رہ اور حال ناتمام (اوّل) کے صرفیوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔

حال ناتمام (دوم) کا فارمولا:۔

(الف) فع مادہ + مس صر ـے + فع اِم۔ جا + مس صرت + الف + ب (ب) فع مادہ + مس صر ـے + فع اِم۔ جا + فع اِم۔ رہ + الف + ب۔

(سوم) اس حالِ ناتمام سے صرف عمل کا تواتر اور اس کی تکرار ظاہر کی جاتی ہے۔ اس کے لیے فعلی مادے میں مستقل صرفیہ [ـا] کے بعد امدادی فعل۔ کر کو حال مطلق میں استعمال کرتے ہیں جیسے "احمد آیا کرتا ہے" احمد اور محمود جایا کرتے ہیں، بچیاں کھیلا کرتی ہیں اسے 'حال عادی' بھی کہتے ہیں۔

فارمولا حال ناتمام (سوم):۔

فع مادہ + مس [ـا] + فع اِم۔ کر + مس صرت + الف + ب۔

(چہارم): عمل کا تواتر اور اس کی تکرار ظاہر کرنے کے لیے فعلی مادے میں حال کے مستقل صرفیے ت کو اس کے متناسب صرفیوں کے ساتھ جوڑ کر اس میں امدادی فعل۔ رہ میں حالِ مطلق کے متناسب صرفیے بڑھاتے ہیں جیسے: احمد بولتا رہتا ہے۔

فارمولا حال ناتمام (چہارم) :-

فع مادہ + مس صرت + الف + فعل اِم - رہ + مس صرت + الف + ب

(پنجم) اس میں عمل کے تواتر کا اظہار فعلی مادّے میں حال کے مستقل صرفیے ت کو اس کے متناسب صرفیوں کے ساتھ جوڑ کر اس میں امدادی فعل۔ جا کے ساتھ حال مطلق یا حال ناتمام (اول) کے متناسب صرفیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

احمد پڑھتا جا رہا ہے / جاتا ہے

فارمولا حالِ ناتمام (پنجم) :-

(الف) فع مادہ + مس صرت + الف + فعل اِم۔ جا + مس صرت + الف۔ ب۔

(ب) فع مادہ + مس صرت + الف + فعل اِم۔ جا + فعل اِم۔ رہ + الف + ب۔

(ششم) عمل کی ابتدا ظاہر کر کے اس کا تواتر دکھانے کے لیے حال ناتمام (ششم) میں علامت مصدر 'نا' کو 'نے' میں منصرف کر کے امدادی فعل۔ لگ کے ساتھ حال مطلق کے متناسب صرفیے جوڑے جاتے ہیں۔ 'احمد کہنے لگتا ہے'

فارمولا حال ناتمام (ششم) :- فع مادہ + منصرف علامت مصدر 'نے' + فعل اِم۔ لگ + مس صرت + الف + ب -
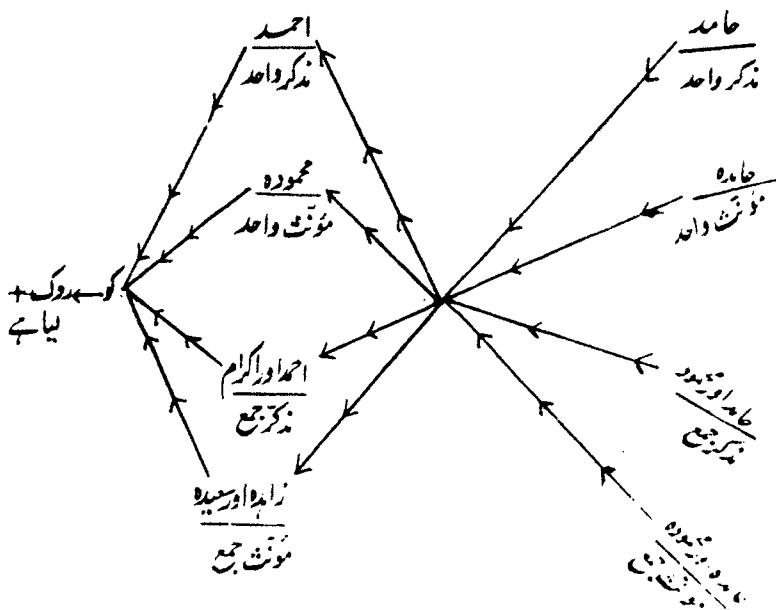
3.20 حال تمام

اگر فعل اپنی ہیئت سے یہ ظاہر کرے کہ متعلقہ فعل ابھی ابھی ختم ہوا ہے تو اسے حالِ تمام کہتے ہیں۔ اسے 'ماضی قریب' بھی کہا جاتا ہے۔ اردو میں اس کی مندرجہ ذیل شکلیں ہیں:

(اول) ماضی مطلق میں امدادی فعل 'ہو' کے ساتھ متناسب صرفیوں کے اضافے سے بنتا ہے۔ صرف مؤنث جمع میں ماضی مطلق کا متناسب صرفیہ [ہں] بدل کر [ـِ ی] بن جاتا ہے جیسے : احمد آیا ہے، محمودہ آئی ہے، احمد اور محمود آئے ہیں، حامدہ اور محمودہ آئی ہیں (دیکھائے آئیں ہیں) ۔

فارمولا حال تمام (اول) : فع مادہ + الف + ب

(دوم) اس شکل میں فعلی مادے کے بعد امدادی فعل 'چک' میں متناسب صرفیہ الف اور ب کا اضافہ کرتے ہیں۔

احمد کھا چکا ہے۔ محمودہ کھا چکی ہے۔ احمد اور محمود کھا چکے ہیں، حامدہ اور محمودہ کھا چکی ہیں

فارمولا حال تمام (دوم): فع مادہ + فع اِم - چک + الف + ب

(سوم) حال کی اس شکل میں امدادی فعل دے / رے میں الف + ب کا استعمال ہوتا ہے۔
چونکہ امدادی فعل دے / رے متعدی ہے اس لیے ماضی مطلق کی طرح فاعل کے ساتھ علامت فاعل 'نے' استعمال ہوتی ہے اور مفعول کے بعد علامت مفعول 'کو' کا استعمال اختیاری ہے۔

(ایک)۔ اگر علامت مفعول 'کو' استعمال ہو تو امدادی فعل لے / دے کے بعد مذکر واحد کا فعلی صرفیہ ا اور ب کا استعمال ہوتا ہے اور یہ امدادی فعل غیر منصرف ہوتا ہے۔

فارمولا حال تمام (سوم) (ایک):-

مفت + کو + فع مادہ + فع اِم — لے / دے + غیر من صـ + ا + ب

مفت = مفعول   غیر من صر = غیر منصرف - فیہ

(دو) اگر مفعول کے بعد علامت مفعول 'کو' استعمال نہ ہو تو امدادی فعل لے / دے / رے کے ساتھ مفعول کی جنس و تعداد کی رعایت سے الف + ب کا استعمال ہوتا ہے جیسے

احمد نے روٹی کھائی ہے   احمد نے روٹیاں کھائی ہیں

محمود نے پانی پی لیا ہے   محمودہ نے بلی کے بچے دیکھ لیے ہیں

فارمولا حال تمام (سوم) ـــ دو :۔

معت + فع مادہ + معت الف + ب۱ (ب۱ کے لیے دیکھیے 32 و 3 ص)

معت الف۱ = مفعول کی جنس و تعداد کی مطابقت میں آنے والا متناسب صرفیہ الف۱

3.2 حال احتمالی

جب فعل کسی ایسے عمل کی ترجمانی کرے جس کے وقوع میں شک ہو اور اس کا تعلق موجودہ سے ہو تو اسے حال احتمالی کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں :۔

(1) حال احتمالی ناتمام (2) حال احتمالی تمام

(1) حال احتمالی ناتمام (ایک) : اس کے اظہار کے لیے حال ناتمام اول کے آخری امدادی فعل ـ ہو ـ میں مستقبل کے مستقل صرفیے [گ] کے ساتھ الف۱ کا اضافہ ہوتا ہے جیسے :

احمد آرہا ہوگا = احمد + آ + رہ + ـا + ہو + گ + ـا

حمیدہ آرہی ہوگی = حمیدہ + آ + رہ + ـی + ہو + گ + ـی

احمد اور محمود آرہے ہوں گے = احمد اور محمود + آ + رہ + ـے + ہو + نگ + ـے

حمیدہ اور محمودہ آرہی ہوں گی = حمیدہ اور محمودہ + آ + رہ + ـی + ہو + نگ + ـی

فارمولا حال احتمالی ناتمام ۔ (ایک) :

فع مادہ + فع ام ۔ رہ + الف۱ + فعل ام ۔ ہو + مس صرگ/نگ + الف۱

حال احتمالی ناتمام ۔ (دو) :

امدادی فعل رہ کی جگہ حال مطلق کے مستقل صرفیہ ت + الف۱ + کے ساتھ مستقبل کے صرفیے گ + الف۱ کا بھی استعمال ہوتا ہے۔

احمد آتا ہوگا

فارمولا حال احتمالی تمام ۔ (دو) :۔

فع مادہ + مس صرت + الف۱ + فعل ام ۔ ہو + مس صرگ/نگ + الف۱

(2) حال احتمالی تمام ۔ (اول) :

یہ شکل ماضی مطلق کے بعد امدادی فعل ۔ ہو ۔ میں مستقبل کے صرفیے گ + الف۱ جوڑنے سے [illegible] ہے، جیسے :

[illegible] آیا ہوگا ـــ حمیدہ آئی ہوگی ۔ احمد اور محمود آئے ہوں گے ـ حمیدہ اور محمودہ آئی

ہوں گی ۔

فارمولا احتمالی تمام ۔ (اوّل) :۔

فع مادہ + الف۱ + فع ام ۔ ہو + مس صرگ / رنگ + الف۱ ۔

(3) حال احتمالی تمام (دوم) :۔

ماضی مطلق کے بعد فعل امدادی ۔ ہو + الف سے بنتا ہے ۔ اس صورت میں ممکن ہے / شاید / غالبا ، وغیرہ کا استعمال جملے کی ابتدا میں ہوتا ہے ۔

ممکن ہے وہ آیا ہو ۔

فارمولا حال احتمالی تمام ۔ (دوم) :۔

فع مادہ + الف۱ + فع ام ۔ ہو + الف ۔

3.23 ماضی تمام ماضی ناتمام اول :۔

اگر فعل کی ہیئت سے گزشتہ عمل کا تسلسل دکھانا مقصود ہو تو اس زمانے کو ماضی ناتمام کہتے ہیں ۔ اس کی ہیئت وہی ہے جو حال ناتمام ۔ اوّل کی ہے صرف امدادی فعل ہو کی ، ماضی کی غیر ضابطہ شکل تھ ، میں متناسب صرفیے جوڑے جاتے ہیں جیسے احمد آرہا تھا (باقی شکلیں قیاس کرلی جائیں)

فارمولا ماضی ناتمام ۔ اوّل :۔

فع مادہ + فع اِم ۔ رہ + الف۱ + فع مادہ ۔ اِم تھ + الف۲

ماضی ناتمام ۔ (دوم) :۔

گزرے ہوئے عمل کا تسلسل ظاہر کرنے کے لیے فعلی مادہ میں مستقل صرفیے ت کو متناسب صرفیہ الف۱ کے ساتھ جوڑتے ہیں ۔ اور امدادی فعل رہ کے ساتھ ب کا اضافہ کرتے ہیں ۔ جیسے :۔

احمد بولتا رہا = احمد بول + ت + ے ا + رہ + ے ا (وقس علیٰ ہذا)

فارمولا ماضی ناتمام ۔ (دوم) :۔

فع مادہ + مس صرت + الف۱ + فع اِم ۔ رہ + الف۲

ماضی ناتمام (سوم) :۔

گزرے ہوئے عمل کی تکرار ظاہر کرنے کے لیے اس کی وہی شکل استعمال ہوتی ہے جو حال ...

ہے صرف امدادی فعل ہو کی ماضی کی شکل تھ میں متناسب صرفیے جوڑے جاتے ہیں۔ جیسے احمد آیا کرتا تھا۔ (وقس علیٰ ہذا)

فارمولا ماضی ناتمام۔ سوم:

فع مادہ + مس صر [ے ا] یا] + فع ام۔ کر + مس صرت + الف١ + فع ام۔ تھ + الف٢

ماضی ناتمام۔ (چہارم):

گزرے ہوئے عمل کا تواتر ظاہر کرنے کے لیے فعلی مادے میں مستقل صرفیے ت میں الف١ کے بعد امدادی فعل ۔ جا میں مستقل صرفیے ت + الف١ جوڑتے ہیں اور امدادی فعل ہو کی ماضی کی ہیئت تھ + الف٢ اضافہ کرتے ہیں۔

احمد پڑھتا جاتا تھا (وقس علیٰ ہذا)۔

اس کی دوسری شکل میں مستقل صرفیہ ت کی جگہ امدادی فعل رہ کا استعمال ہوتا ہے:

احمد پڑھتا جا رہا تھا۔

فارمولا ماضی ناتمام (چہارم):

فع مادہ + مس صرت + الف١ + فعل ام۔ جا + (مس صرت / فع ام راہ) + الف١ + فعل ام۔ تھ + الف٢

ماضی ناتمام۔ (پنجم):

اس شکل میں گزرے ہوئے عمل کی ابتدا ظاہر کرکے اس کا تواتر دکھانے کے لیے علامت مصدر کی منصرف ہیئت 'نے' میں امدادی فعل۔ لگ کے ساتھ الف٢ کا استعمال کرتے ہیں جیسے:

احمد کہنے لگا۔ (وقس علیٰ ہذا)

فارمولا ماضی ناتمام۔ (پنجم):

فع مادہ + منصرف علامت مصدر 'نے' + فع ام۔ لگ + الف٢

24 . ماضی ناتمام

ماضی مطلق کے بعد امدادی فعل ہو کی ماضی کی تھ میں الف٢ کے بڑھانے سے جو فعل کی ہیئت [illegible] ہے اسے عام طور پر ماضی بعید کہا جاتا ہے جیسے وہ گیا، کی جگہ "وہ گیا تھا" کہا جائے [illegible] ماضی بعید کہتے ہیں لیکن [illegible]ست نہیں۔ فعل امدادی۔ تھ + الف٢ گزشتہ عمل کا [illegible] ظاہر کرنے کے لیے نہیں [illegible] بات میں زور پیدا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں

جیسے "میں کل گیا تھا"، سے بُعدِ زمانی ظاہر نہیں ہوتا۔ اس لیے اُردو میں ماضی بعید جیسی فعل کی کوئی ہیئت نہیں۔ البتہ کبھی کبھی دو واقعات میں سے ایک کی تقدیم اور دوسرے کی تاخیر دکھانے کے لیے فعل کی جو مخصوص ہیئت استعمال ہوتی ہے اسے ماضی تمام کہہ سکتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ ماضی تمام اُردو میں باقاعدگی سے استعمال نہیں ہوتا جیسا کہ انگریزی زبان میں ہوتا ہے۔ ماضی تمام کی وہی ہیئت ہوتی ہے جو حال تمام (دوم) کی ہے صرف امدادی فعل ہو کی ماضی کی شکل۔ تھ میں الف₂ کو استعمال کرتے ہیں۔

میرے آنے سے پہلے احمد کھا چکا تھا۔

فارمولا ماضی تمام : فع مادہ + فع اِم۔ چک + الف₁ + فع اِم۔ تھ + الف₂

3.25 فعل غیر زمانی

فعل کی ایک ہیئت ایسی بھی ہے جس سے عمل کا وقوع نہیں بلکہ عدمِ وقوع ظاہر ہوتا ہے یہ بقول یسپرسن فعل کا° غیر زمانی استعمال ہے۔

اس کے تحت ماضی شرطیہ امکانی تمنائی اور مضارع شرطیہ اور تمنائی آتے ہیں۔

ماضی شرطیہ (اول)

اِس میں فعلی مادّے کے ساتھ مستقل صرفیہ ت میں الف₂ بڑھایا جاتا ہے، جیسے

(اگر) محمود آتا (تو)۔ اس ہیئت کا استعمال متعلق فعلی فقروں میں (دیکھیے 6.20) میں ہوتا ہے،

فارمولا ماضی شرطیہ (اول): فع مادہ + مس صرت + الف₂

ماضی شرطیہ (دوم):

کبھی کبھی ماضی مطلق میں امدادی فعل۔ ہو۔ میں مستقل صرفیہ ت کے ساتھ الف₂ استعمال کرتے ہیں، جیسے:

(اگر) محمود آیا ہوتا (تو)

فارمولا ماضی شرطیہ۔ دوم:

فع مادہ + الف₁ + فع ام۔ ہو + مس صرت + الف₂

نوٹ: ہم نے یہاں ماضی امکانی اور ماضی تمنائی کا ذکر علیحدہ سے نہیں کیا ہے کیونکہ ماضی امکانی کی وہی ہیئت ہے جو ماضی شرطیہ دوم کی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ جملے کی ابتدا میں حروف شرط

کا استعمال نہیں ہوتا۔ ماضی امکانی میں عمل کی امکانی صورت کی ترجمانی ہوتی ہے۔ جیسے:

اگر احمد گرا ہوتا ۔ ماضی شرطیہ دوم   احمد گرا ہوتا ۔ ماضی امکانی

ماضی تمنائی سے کسی تمنا یا خواہش کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کی ہیئت ماضی شرطیہ اول کی سی ہے۔ فرق یہ ہے کہ ماضی شرطیہ اول پیچیدہ جملوں میں استعمال ہوتا ہے اور ماضی تمنائی میں کلمات فجائیہ کاش:

اے کاش وغیرہ استعمال ہوتے ہیں:

اگر محمود مالدار ہوتا ۔ ماضی شرطیہ ۔ اول   کاش محمود مالدار ہوتا! ۔ ماضی تمنائی

3.26 مضارع شرطیہ۔ مضارع تمنائی

مضارع شرطیہ کی ہیئت مضارع کی سی ہے صرف جملے کی ابتدا میں حرف شرط 'اگر' استعمال کرتے ہیں جیسے اگر احمد آئے / آجائے۔

مضارع تمنائی کی ہیئت بھی مضارع کی سی ہے صرف جملے کی ابتدا میں کلمات فجائیہ کاش 'اے کاش، وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے جیسے؛

اے کاش وہ آجائے

3.27 مستقبل دوامی

مستقبل دوامی مستقبل مطلق کی ذیلی قسم ہے۔ اس فعل کی ہیئت سے آئندہ کے عمل کا تواتر ظاہر ہوتا ہے۔ فعلی مادے میں مستقل صرفیہ ت + الف استعمال کرنے کے بعد فعل امدادی رہ کو مستقبل مطلق میں استعمال کرنے سے مستقبل دوامی کی ہیئت بنتی ہے جیسے:

احمد کھیلتا رہے گا   تو ہمسایہ کا ہے کو سوتا رہے گا

فارمولا مستقبل دوامی:۔

فع مادہ + مس صرت + الف + فع ام ۔ رہ + الف + مس صرگ + الف

3.28 مستقبل ناتمام

مستقبل ناتمام کی وہی ہیئت ہے جو حال احتمالی ناتمام ۔ ایک کی۔ البتہ جملے میں ایسا قرینہ ہوتا ہے جس سے واقعہ آئندہ کی طرف اشارہ ہو۔

کل جب تم آؤ گے، احمد کھیل رہا ہوگا۔

فارمولا مستقبل ناتمام:۔

فع مادہ + فع ـ ام ـ رہ + الف + فعل ام ـ ہو + مس ـ گ/نگ + الف

3.29 مستقبل تمام

مستقبل تمام میں ماضی تمام کی طرح آئندہ کے دو واقعات میں سے کسی ایک واقعے کے پیش تر امکانی وقوع کی تکمیل کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

جب تم آؤ گے، احمد سوچ چکا ہوگا

اس کی ہیئت وہی ہے جو حال تمام دوم یا ماضی تمام کی ہے۔ صرف فعل امدادی ـ رہ کو مستقبل مطلق میں استعمال کیا جاتا ہے۔

فارمولا مستقبل تمام:

فع مادہ + فع ام ـ چک + الف + فع ام ـ رہ + الف + مس ـ گ/نگ + الف

3.30 جنس و تعداد ـ مرکب فعل ـ غیر امدادی

اب ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ مرکب فعل ـ غیر امدادی کس طرح اُردو جملے میں جنس و تعداد کا اظہار کرتے ہیں:۔

دراصل اُردو میں مرکب فعل کی دو قسمیں مستعمل ہیں۔ اِن میں عام طور پر امتیاز نہیں کیا جاتا۔ وہ اہم قسمیں یہ ہیں:۔

(1) مرکب فعل امدادی اور (2) مرکب فعل ـ غیر امدادی

(1) مرکب فعل امدادی وہ مرکب فعل ہے جس میں دو فعل استعمال ہوتے ہیں ایک اصل یا خاص فعل اور دوسرا امدادی فعل۔ اردو میں امدادی فعل دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو زمانے کے تعین میں خاص فعل کی مدد کرتے ہیں جیسے:

'احمد آتا ہے' میں 'ہے' امدادی فعل ہے جو فعل کے زمانہ حال مطلق کے اظہار میں خاص فعل ـ کی مدد کر رہا ہے۔ کبھی کبھی زمانے کے اظہار کے لیے دو امدادی فعل بھی آتے ہیں جیسے: 'احمد آرہا ہے' میں 'رہا' اور 'ہے'، دونوں امدادی فعل ہیں اور زمانہ حال ناتمام کے تعین میں مدد دے رہے ہیں۔ انھیں امدادی فعل ـ زمانی کہا جا سکتا ہے لیکن خاص فعل کے ساتھ اس طرح امدادی فعل کے آنے کی وجہ سے فعل مرکب نہیں بنتا۔ البتہ دوسری طرح کے امدادی فعل وہ ہیں جو خاص فعل کے ساتھ استعمال ہو کر عمل کے معنی میں زور، حسن یا کوئی اور لطیف معنوی فرق پیدا کرتے ہیں اور خاص فعل کہلاتا ہے جیسے میں:۔

اُسے دیکھ لیا ہے، بجائے دیکھا ہے۔ اِس جملے میں فعل امدادی۔ لے بات میں زور پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اسے "امدادی فعل۔ تاکیدی" کہا جا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا جملے میں (1) دیکھ خاص فعل ہے (2) لیا، امدادی فعل۔ تاکیدی اور (3) ہے امدادی فعل زمانی۔ امدادی فعل تاکیدی کا ذکر (ص 93) پر کیا گیا ہے۔

(2) مرکب فعل۔ غیر امدادی: یہ وہ مرکب فعل ہے جس کا ایک عضو اسم یا صفت ہوتا ہے اور دوسرا فعل۔ اِس میں امدادی فعل کا استعمال نہیں ہوتا اس لیے اِس مرکب فعل میں صرف ایک ہی فعل ہوتا ہے، جیسے:

شمار کرنا، شروع کرنا، اطلاع دینا، شامل ہونا، وغیرہ۔

چونکہ اِس مرکب فعل میں امدادی فعل کا استعمال نہیں ہوتا اس لیے اسے مرکب فعل۔ غیر امدادی کہا جا سکتا ہے۔ مرکب فعل کو نقشے کے ذریعے اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے:

مرکب فعل

مرکب فعل۔ امدادی، تاکیدی	مرکب فعل غیر امدادی

جنس و تعداد کے نقطۂ نظر سے مرکب فعل غیر امدادی کی دو اہم قسمیں ہیں (غیر امدادی کو اختصار میں غ۔ اِم کہا جا سکتا ہے)۔

(1) مرکب فعل۔ غ۔ اِم۔ مفرد اثر۔ اور (2) مرکب نما فعل۔ غ۔ اِم۔

(1) مرکب فعل غ۔ اِم مفرد اثر میں فعل سے قبل آنے والا اسم یا صفت معنوی اعتبار سے اسی فعل کا جزو ہوتا ہے اور ایک معنوی اکائی کی حیثیت سے ماضی مطلق میں جہاں 'نے' کا استعمال ہو۔ مفعول کی جنس و تعداد کی نمائندگی کرتا ہے یا ہے اس اسم یا صفت کی جنس کچھ ہی ہو اور دوسری شکلوں میں فاعل کی جنس و تعداد کا پابند ہوتا ہے۔ مثلاً ایک مرکب فعل غیر امدادی ہے 'شمار کرنا'، اس کا عضو اوّل 'شمار' مذکر ہے۔ اب یہ جملے دیکھیے:

احمد نے پچاس آدمی شمار کیے — احمد نے سو لڑکیاں شمار کیں

احمد نے محمود کو غریبوں میں شمار کیا — احمد بکریاں شمار کر رہا ہے

مذکورہ بالا جملوں میں مرکب فعل 'شمار کرنا' مفرد فعل کی حیثیت سے پیش آتا ہے اس لیے وہ فاعل یا مفعول کی جنس و تعداد کی مطابقت کرتا ہے۔ اس طرز کے مرکب افعال کی دوسری مثالیں درج ذیل ہیں:

لڑکی نے کام شروع کیا (فعل 'کیا' مفعول کی جنس و تعداد کی مطابقت میں ہے)
لڑکی نے پڑھائی شروع کی (فعل 'کی' مفعول کی جنس و تعداد کی مطابقت میں ہے)
احمد کمرے میں داخل ہوا (فعل 'ہوا'، فاعل کی جنس و تعداد کی مطابقت میں ہے)
لڑکیاں کمرے میں داخل ہوئیں (فعل 'ہوئیں' فاعل کی جنس و تعداد کی مطابقت میں ہے)

(2) مرکب نما فعل، غیر امدادی

اُردو میں اکثر ایسے مرکب فعل غیر امدادی بھی ہیں جن کا عضو اول اسم یا صفت ہوتا ہے لیکن ان کے ساتھ آنے والا فعل جملے کے فاعل یا مفعول کی جنس و تعداد کی نمائندگی نہیں کرتا بلکہ اسی اسم یا صفت کی جنس و تعداد کا اظہار کرتا ہے جس کے ساتھ وہ استعمال ہوتا ہے۔ اس قسم کے مرکب افعال میں فعل سے قبل آنے والا اسم یا صفت فعل کا معنوی جز و نہیں ہوتا بلکہ جملے کا مفعول ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ مرکب افعال نہیں ہوتے بلکہ نظر آتے ہیں جیسے اطلاع دینا، پوجا کرانا، عبادت کرانا، توجہ کرانا۔ اس لیے یہ مرکب نما فعل ماضی مطلق میں جملے کے مفعول کی جنس و تعداد کی نمائندگی نہیں کرتا بلکہ اپنے مفعول کی جنس و تعداد ظاہر کرتا ہے، جیسے:

لڑکی نے احمد کو اطلاع دی

اطلاع مؤنث ہے اس لیے فعل میں مؤنث کا متناسب صرفیہ [-ی] استعمال ہوا ہے اطلاع دینا قواعدی اور معنوی دونوں اعتبار سے ایسا ہے جیسے پانی دینا، کتاب دینا۔ اسی لیے ایسے مرکب افعال کو 'مرکب نما' کہنا ضروری ہے۔

3.31 جنس و تعداد ضمائر شخصی

اسم میں جنس و تعداد کے لحاظ سے ہیئتی تبدیلیوں کا جائزہ لیا جا چکا ہے۔ اب ضمائر شخصی میں جنس و تعداد کے اظہار کے لیے ان میں ہونے والی ہیئتی تبدیلیوں پر روشنی ڈالی جائے گی چونکہ ضمیر غائب واحد و جمع اسم کے تحت آجاتی ہے (جیسے احمد آیا = وہ آیا) اس لیے ضمائر شخصی کے سلسلے میں صرف ضمائر متکلم و مخاطب کا ذکر ہوگا۔

اُردو اسم اپنی ہیئت سے جنس کا اظہار بعض صورتوں میں کرتا بھی ہے لیکن اُردو ضمائر شخصی میں ایسی کوئی ہیئتی علامت نہیں ہوتی جس سے ضمیر کی جنس کا انکشاف ہو۔ یہی نہیں بلکہ یہ ضمیریں جنس مشترک کے تحت آتی ہیں کیونکہ اس کا استعمال مرد و زن بلا لحاظ جنس کرتے ہیں۔ بعض زبانوں میں فعل کی ہیئت قطعیت کے ساتھ بتاتی ہے کہ فاعل کی ضمیر کیا ہے کیونکہ فعل سے ایسے پابند صرفیے متصل

ہوتے ہیں جو مختلف ضمائر کا انکشاف کرتے ہیں۔ مثلاً اطالوی، روسی، فارسی، عربی اور بنگالی میں فعل کی ہیئت سے پتہ چل جاتا ہے کہ ضمیر متکلم ہے یا مخاطب یا غائب۔ یہ ہیئتی علامت جو فعل سے متصل ہوتی ہے "ضمیر متصل" کہلاتی ہے مثلاً فارسی میں روَم کے معنی ہیں 'میں جاتا ہوں'۔ اس فعل میں م ضمیر متصل ہے جو ضمیر متکلم واحد کی نمائندہ ہے۔ اردو میں ضمیر متصل استعمال نہیں ہوتی لیکن پھر بھی اس کے فعل کی ہیئت سے ایک حد تک متعلقہ ضمیر شخصی کی نمائندگی ہو جاتی ہے بالخصوص جہاں حال مطلق میں فعل ـ ہو کا استعمال ہو مثلاً: 'میں جاتا ہوں' ـ میں 'ہوں' ضمیر 'میں' کی مطابقت میں ہے، اسی طرح: 'تم جاتے ہو' میں 'ہو' ضمیر 'تم' (مخاطب جمع یا جمع تعظیمی) کی مطابقت میں ہے (لیکن حال احتمالی میں 'ہو' غائب واحد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے 'شاید وہ آیا ہو')۔ چونکہ 'میں' (ضمیر متکلم واحد) کے لیے 'ہوں'، اور اکثر صورتوں میں 'تم' کے لیے 'ہو' مخصوص ہے اس لیے حال مطلق میں فعل کی ہیئت سے جملے کی ضمیر کا انکشاف ہو جاتا ہے۔

اسی طرح مستقبل مطلق میں ضمیر متکلم واحد کے لیے مستقل صرفیے 'گ' میں ماقبل تمناسب صرفیے [ـُـ ں] کا اضافہ ہوتا ہے جو ادغام کے باعث [ـُـ ونگ] ہو جاتا ہے اور مذکر کے لیے [ـُـ ونگا] اور مؤنث کے لیے [ـُـ ونگی] بن جاتا ہے۔ اس لیے فعل میں [ـُـ ونگا] اور [ـُـ ونگی] کی موجودگی اس بات کا اعلان ہے جملے کی ضمیر علی الترتیب متکلم واحد مذکر یا متکلم واحد مؤنث ہے۔

اسی طرح ضمیر مخاطب جمع 'تم' کے لیے فعل میں مستقل صرفیہ 'گ' سے قبل تمناسب صرفیہ [ـے و] استعمال ہوتا ہے جو گ سے مل کر [ـے وگ] بن جاتا ہے اور ما بعد تمناسب صرفیے ـے اور ـی کے استعمال سے [ـے وگے] اور [ـے وگی] بن جاتا ہے۔ [جیسے تم جاؤگے، تم جاؤگی]۔ چونکہ [ـے وگ] ضمیر مخاطب جمع کے لیے مخصوص ہے اس لیے مستقبل مطلق میں فعل میں [ـے وگ] کی موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ فاعل کی ضمیر مخاطب جمع مذکر یا مؤنث ہے۔

لیکن حال اور مستقبل دونوں میں (۱) ضمیر مخاطب واحد اور غائب واحد اور (۲) متکلم جمع، مخاطب جمع، جمع تعظیمی آپ اور غائب جمع کے لیے فعل کی ہیئت مذکر کے لیے یکساں اور مؤنث کے لیے یکساں ہوتی ہے:

(۱) ..... جاتا / تی ہے	تو اور وہ دونوں کے لیے
..... جائے گا / گی	تو اور وہ دونوں کے لیے

(ہ) .... جاتے ہیں — ہم، آپ اور وہ (جمع) تینوں کے لیے

.... جاتی ہیں — آپ (مؤنث) اور وہ (مؤنث جمع) دونوں کے لیے

زمانۂ ماضی میں فعل کی ہیئت (1) تعداد واحد میں مذکر متکلم مخاطب و غائب کے لیے یکساں اور مؤنث متکلم مخاطب اور غائب کے لیے یکساں ہوتی ہے۔ اور (2) تعداد جمع میں مذکر و مونث متکلم کے لیے یکساں اور غائب کی صورت میں مذکر کے لیے یکساں اور مؤنث کے لیے یکساں ہوتی ہے، جیسے:

واحد

متکلم = میں
مخاطب = تو — گیا / گئی
غائب = وہ

جمع

متکلم = ہم
مخاطب = تم (آپ) — گئے / گئیں (مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے)
غائب = وہ

نوٹ: ضمیر متکلم جمع میں مذکر و مؤنث دونوں کے لیے ایک ہی ہیئت "گئے" مستعمل ہے۔
* ہم گئیں یا * ہم گئی تھیں اردو میں مستعمل نہیں۔

3.32 فعل کے مختلف زمانوں کے جو فارمولے اب تک پیش کیے گئے ہیں وہ صرف اسما کی رعایت سے ضمیر غائب واحد و جمع تک محدود ہیں اس اعتبار سے یہ فارمولے نامکمل ہیں۔ اس لیے مضارع حال مطلق اور ماضی مطلق کے فارمولوں میں متکلم اور مخاطب کے متناسب صرفیے بھی شامل کرنے ہوں گے۔ اب یہ فارمولے اس طرح مکمل ہوں گے:

(1) مضارع = فع مادہ + مس صر ہ + الف۔

الف = متناسب صرفیہ { ـوں ـے ـیں ـے ـو ـیں ـے ـیں ـے ـے ـیں }

(2) حال مطلق — فع مادہ + مس صر { ت } + الف + ب

الف ۱ = متناسب صرفیہ { ے ا ے ی ے ے ے ے ا ے ی
ے ے ے ے ے ے ا ے ے ے ی }

ب ۱ = امدادی فعل ۔ ہو + مس صر ۲ + متناسب صرفیہ :
[ے وں ے آیں ے آ ے ے ے و ے آ ے ے آں]

(3) ماضی مطلق : فع مادہ + مس صر ۲ + الف ۲

الف 2 = متناسب صرفیہ { ے ا ے ی ے ے ے ے ے ا ے ی
ے ے لے ے ے ے ے ا ے ی ے ے ے ں }

[نوٹ مستقبل مطلق میں الف اور الف ۱ کا استعمال ہوتا ہے]

چونکہ حال تمام سوم ۔ دو (21 ، 3) میں ضمیر متکلم واحد کے متناسب فعلی صرفیے ےں اور ضمیر مخاطب جمع کے متناسب فعلی صرفیے ے و کے لیے گنجائش نہیں ہے اس لیے اس کے فارمولے میں ب کی جگہ ب ۱ کا استعمال ہوا ہے اور ب ۱ = فعل ام ۔ ہو +
[آ ے ے آیں]

3.33 حرف جار اور ضمیر

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے حروف جار کچھ اسمائے ماقبل کو منصرف کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں (دیکھیے 4 ، 3) ۔ اسی طرح یہ حروف جار ضمیر ماقبل میں بھی ہیئتی تبدیلی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ یہ ہیئتی تبدیلی ہر ضمیر میں نہیں ہوتی ۔ اس تبدیلی کو سمجھنے کے لیے ضمیر مجروری (وہ ضمیر جس کے ساتھ حرف جار کا استعمال ہوتا ہے) کو مندرجۂ ذیل اقسام میں بانٹنا ہوگا ۔ (1) ضمیر مجروری فاعلی (2) ضمیر مجروری اضافی اور (3) ضمیر مجروری مفعولی ۔

(1) وہ ضمیر مجروری جس کے ساتھ علامت فاعل 'نے' استعمال ہو ضمیر مجروری فاعلی کہلاتی ہے ۔

(2) وہ ضمیر مجروری جس کے ساتھ حرف اضافت کا ، کی ، کے استعمال ہو ضمیر مجروری اضافی کہلاتی ہے ۔ اور

(3) وہ ضمیر مجروری جس کے ساتھ علامت مفعول 'کو' استعمال ہو یا اس کی متبادل ہیئت جس میں صرفیے { ے ے ے ں ے ے ے ے ں ے ے ے ے ں } کا استعمال ہوتا ہے آئے [جیسے مجھ کو کی جگہ 'مجھے' ، ہم کو کی جگہ 'ہمیں' ، تجھ کو کی جگہ 'تجھے' ، تم کو کی

جگہ 'تمھیں' ؛ اس کو کی جگہ 'اسے' ،اور ان کو کی جگہ 'انھیں'] تو یہ ضمیر 'ضمیر مجروری مفعولی' کہلاتی ہے۔

[نوٹ :- اختصار کے خیال سے ضمیر مجروری فاعلی کو ضمیر فاعلی ، ضمیر مجروری اضافی کو ضمیر اضافی اور ضمیر مجروری مفعولی کو ضمیر مفعولی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن یہاں یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ ضمیر فاعلی سے ہماری مراد صرف ضمیر مجروری فاعلی ہو، عام ضمیر فاعلی نہیں۔ مثلاً 'میں آتا ہوں' ، میں 'میں' فاعل تو ہے لیکن 'میں' کو ضمیر فاعلی کہنا غیر ضروری ہے۔ کیونکہ 'میں' ، میں کوئی ہیئتی تبدیلی نہیں پیدا ہوتی۔ یوں تو ضمیر مجروری فاعلی متکلم واحد و جمع اور مخاطب واحد و جمع میں بھی ، 'نے' کے استعمال سے 'میں' ، 'ہم' ، 'تو' اور 'تم' میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوتی لیکن چونکہ غائب واحد و جمع میں ہیئتی تبدیلی واقع ہوتی ہے جیسے وہ ← اس نے ؛ وہ ← انھوں نے) ، اس لیے اس قسم کی ضمیر مجروری کو فاعلی کہنا ضروری ہے۔ لیکن ضمیر اضافی اور ضمیر مفعولی ہمیشہ مجروری ہوتی ہیں۔ اس لیے ضمیر مجروری اضافی کو ہم صرف ضمیر اضافی اور ضمیر مجروری مفعولی کو صرف ضمیر مفعولی ، کہیں گے۔]

حروف جار سے ضمیر شخصی میں پیدا ہونے والی ہیئتی تبدیلیوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) ضمیر فاعلی میں سوائے ضمیر غائب واحد و جمع کے ، دیگر ضمائر میں کوئی ہیئتی تبدیلی نہیں ہوتی مثلاً :-

میں ← میں نے ؛ ہم ← ہم نے ؛ تو ← تو نے ؛ تم ← تم نے / آپ ← آپ نے

لیکن ضمیر غائب واحد 'وہ' سے* وہ نے نہیں بنتا بلکہ 'اس نے' بن جاتا ہے اسی طرح ضمیر غائب جمع میں* وہ نے کی جگہ 'انھوں نے' استعمال ہوتا ہے۔

استثنا :- اگر ضمیر متکلم واحد یا مخاطب واحد کے بعد کوئی صفت ہو تو 'میں' ، 'مجھ' اور تو ← 'تجھ' بن جاتا ہے جیسے 'مجھ عاجز نے کہا تھا' ،

لیکن موجودہ اردو میں یہ استعمال عام نہیں۔

(2) ضمیر اضافی میں حرف اضافت کی وجہ سے اس حد تک تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں کہ ان کے روپ ہی بدل جاتے ہیں۔ اگرچہ اردو حروف جار غیر منصرف ہوتے ہیں لیکن حرف اضافت 'کا' ، اسم اور ضمیر دونوں کی مطابقت میں منصرف ہوتا ہے۔ پہلے ہم اسم کے ساتھ اس کی تصریفات کا جائزہ لیں گے پھر ضمیر کے سلسلے میں ان کا ذکر کیا جائے گا۔

مندرجۂ ذیل ترکیبیں (اصطلاح ترکیب کے لیے دیکھیے 3 و 4 ص) ملاحظہ ہوں:

(1) احمد کا گھوڑا (2) احمد کی بلی اور (3) احمد کے گھوڑے۔

ان ترکیبوں میں 'گھوڑا'، 'بلی' اور 'گھوڑے'، اسم ماقبل 'احمد' سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لیے یہ اسما اصطلاح میں 'مضاف' کہلاتے ہیں اور اسم ماقبل (احمد) کو 'مضاف الیہ' کہا جاتا ہے اور اس تعلق کو ظاہر کرنے والا حرف 'کا' 'حرفِ اضافت' کہلاتا ہے جس کی دوسری شکلیں 'کی' اور 'کے' ہیں۔ اگر مذکورۂ بالا ترکیبوں میں مضاف اور حرفِ اضافت کی ہیئت کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں ان کے صرفیوں میں یکسانیت نظر آئے گی:

کا گھوڑا = ک + ـا گھوڑ + ـا

کی بلی = ک + ـی بل ل + ـی

کے گھوڑے = ک + ـے گھوڑ + ـے

بعض اُردو اسما میں ـا مذکر کا صرفیہ، ـی مؤنث کا اور ـے جمع مذکر کے صرفیے ہیں (جیسے لڑکا ـ مذکر، لڑکی ـ مؤنث، لڑکے ـ جمع مذکر) اس لیے حرف اضافت کا مذکر اسم کے ساتھ، مؤنث اسم کے ساتھ اور 'کے'، جمع مذکر اسم کے ساتھ آتا ہے لیکن جن اُردو اسما میں جنس و تعداد کے یہ صرفیے نہ ہوں تو بھی حرف اضافت کا ـ کی ـ کے اسی طرزِ عمل پر قائم رہتا ہے:

احمد کا گھوڑا ـ احمد کا بیل احمد کی بلی ـ احمد کی کتاب

احمد کے گھوڑے ـ احمد کے بیل

یہ حرف اضافت 'کا'، دوسرے حروف جار کے اثر سے جو مضاف کے بعد استعمال ہوتے ہیں منصرف ہو کر 'کے' بن جاتا ہے جیسے: احمد کا گھر ـ لیکن احمد کے گھر میں

لیکن حرف اضافت 'کی' اور 'کے' غیر منصرف رہتے ہیں جیسے:

احمد کی گلی ـ احمد کی گلی میں احمد کے مکانات ـ احمد کے مکانات میں

یہ تو رہا حرفِ اضافت کا اسم کے ساتھ طرزِ عمل لیکن ضمیر کے ساتھ اس کا رویہ زیادہ دور رس اثرات کا حامل ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ حرف جار 'نے'، صرف ضمیر غائب واحد و جمع میں ہئیتی تبدیلی پیدا کرتا ہے لیکن حرف اضافت تینوں ضمائر شخصی کا حلیہ اس حد تک تبدیل کر دیتا ہے کہ ان بدلی ہوئی ہئیتوں کا سراغ لگانے کے لیے ہمیں تاریخی لسانیات سے مدد لینی پڑتی ہے مثلاً اردو میں *میں کا، *ہم کا، *تو کا، *تم کا *وہ (واحد) کا، *وہ (جمع) کا نہیں کہتے بلکہ ان کی جگہ

علی الترتیب 'میرا'، 'ہمارا'، 'تیرا'، 'تمھارا'، 'اس کا'، اور 'ان کا' کہتے ہیں۔ البتہ ضمیر تعظیمی 'آپ'
کے ساتھ 'کا' استعمال کرکے 'آپ کا' کہتے ہیں۔

اِن ہیئتی تبدیلیوں کی وجہ قواعد نویس یہ بتاتے ہیں کہ اُردو کی ضمیریں سنسکرت اور
پراکرت سے ماخوذ ہیں۔ اُردو ضمیر متکلم واحد 'میں'، پراکرت میں 'مے'، تھا جو بطور ضمیر اضافی
'مجھا'، اور عوامی پراکرت میں 'مہا' کی شکل میں رائج تھا۔ اسی طرح اُردو حرفِ اضافت 'کا'،
سنسکرت 'کرتا' کی اصل 'کیرا' یا 'کیرو' ہے جب یہ حرف اضافت پراکرت کی ضمیر متکلم واحد
'مے' کے ساتھ استعمال ہونے لگا تو مے + کیرو سے مہاکیرو بنا جو اُردو تک آتے آتے 'میرا'
بن گیا۔ اس کے علاوہ پراکرت میں ضمیر مخاطب واحد 'توں'، تھا جو عوامی پراکرت میں 'توہا' کی
شکل میں رائج تھا۔ اس میں 'کیرو' کے اضافے سے 'توہاکیرو' بنا اور پھر اُردو میں آتے آتے
'تیرا' بن گیا۔ یہی حال 'ہمارا' اور 'تمھارا' کا ہے:-

ہمارا = امھے ([illegible]) پراکرت میں 'ہم' کے معنوں میں) + کیر > امھاکیرو
> ہمارو > ہمارا۔

تمھارا = تمھے ([illegible]) پراکرت میں 'تم' کی شکل) + کیرو > تمھاکیرو > تمھارو > تمھارا

ضمیر غائب 'وہ'، جو شاید سنسکرت [illegible] سے ماخوذ ہے 'اس' اور جمع میں 'اُن' بنی
اور ضمیر اضافی میں 'اس کا' اور 'اُن کا' کی شکل میں رائج ہے۔ بالفاظ دیگر 'کا' کی قدیم شکل 'کیرا' جو
قدیم دکنی میں ملتی ہے متکلم واحد و جمع اور مخاطب واحد و جمع میں ضم ہو گئی اور صرف 'را' میں اپنا
نشان چھوڑ گئی لیکن غائب واحد و جمع میں 'کا' کی شکل میں لوٹ آئی۔

ہم بتا چکے ہیں کہ 'کا' میں ـا مذکر واحد، 'کے' میں ـے مذکر جمع کی اور 'کی' میں ـی
مؤنث واحد و جمع کی علامتیں ہیں (قدیم اُردو میں مؤنث واحد و جمع کے ساتھ 'کیاں' کی شکل رائج
تھی)۔ یہی متناسب صرفیے ضمائر اضافی کی اُن ہیئتوں کے ساتھ بھی رائج ہیں جن میں 'کا' 'کیرا' کی
شکل میں مدغم ہو گیا ہے۔ یعنی: میر + ـا ـ گھر ـ مذکر واحد

میر + ـے ـ لڑکے ـ مذکر جمع

میر + ـی کتاب — مؤنث واحد

میر + ـی کتابیں — مؤنث جمع

'میرا' پر 'تیرا'، 'ہمارا' اور 'تمھارا' کا قیاس کیا جائے۔

نوٹ :۔ اگر ضمیر متکلم واحد یا مخاطب واحد کے بعد کوئی ° بدل' آئے (اس اصطلاح کے لیے دیکھیے ۴۶۴ - (۵)) اور یہ دونوں مل کر فاعل کا وظیفہ انجام دیں تو ضمیر اضافی 'کا' کے استعمال کے باوجود؛ شروع میں ضمیر اضافی کی جگہ ضمیر مفعولی استعمال ہوتی ہے۔ جیسے : 'مجھ کمبخت کا یہ حال ہے' بجائے "میں کم بخت کا یہ حال ہے"۔

(۳) ضمیر مفعولی میں بھی حرف جار 'کو' کی وجہ سے اس حد تک ہیئتی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں کہ ان کی اصل شکل کچھ کی کچھ ہوگئی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح حرف اضافت سے ضمائر شخصی کی شکلیں بدل گئی ہیں اِن تبدیل شدہ ہیئتوں کی توجیہہ بھی تاریخی لسانیات کی روشنی میں کی گئی ہے۔ مثلاً اردو میں ضمیر مفعولی متکلم واحد* میں کو؛ مخاطب واحد* تو کو اور غائب واحد و جمع* وہ کو نہیں بولتے بلکہ ان کی جگہ علی الترتیب مجھ کو یا مجھے؛ تجھ کو یا تجھے؛ اس کو یا اسے واحد اور ان کو یا انھیں (جمع) استعمال کرتے ہیں۔ البتہ ضمیر متکلم جمع 'ہم' کو (ہمیں بھی) مخاطب جمع تم کو (تمھیں بھی) اور 'آپ کو' مستعمل ہیں یعنی اِن ضمائر کا اصلی روپ قائم رہتا ہے۔

دراصل 'مجھ' پراکرت ضمیر اضافی [illegible] اور 'تجھ' [illegible] سے ماخوذ ہیں۔ 'مجھا' اور 'تجھا' کے بعد 'ہی' کے اضافے سے 'مجھاہی' اور 'تجھاہی' بنے اور اس سے موجودہ شکلیں 'مجھے' اور 'تجھے' بنیں۔

'ہم کو' اور 'تم کو' کی متبادل شکلیں 'ہمیں' اور 'تمھیں' [illegible] ، اور [illegible] سے ماخوذ ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شکلیں 'مجھے' اور 'تجھے' کے قیاس پر بنی ہوں۔

اُردو میں مندرجۂ ذیل ضمائر مفعولی مستعمل ہیں :

	واحد	جمع
متکلم	مجھ کو / مجھے	ہم کو / ہمیں
	واحد	جمع
مخاطب	تجھ کو / تجھے	تم کو / تمھیں
غائب	اس کو / اسے	اُن کو / انھیں

ضمائر مفعولی مذکورۂ بالا ہیئتیں (متبادل ہیئتوں مجھے / ہمیں / تجھے وغیرہ کو چھوڑ کر) مندرجۂ ذیل حروف جار کے ساتھ بھی مستعمل ہیں :

علی الترتیب 'میرا'، 'ہمارا'، 'تیرا'، 'تمہارا'، 'اس کا'، اور 'ان کا' کہتے ہیں۔ البتہ ضمیر تعظیمی 'آپ' کے ساتھ 'کا' استعمال کرکے 'آپ کا' کہتے ہیں۔

اِن ہیئتی تبدیلیوں کی وجہ قواعد نویس یہ بتاتے ہیں کہ اُردو کی ضمیریں سنسکرت اور پراکرت سے ماخوذ ہیں۔ اُردو ضمیر متکلم واحد 'میں'، پراکرت میں 'مے'، تھا جو بطور ضمیر اضافی 'مجھا'، اور عوامی پراکرت میں 'مہا'، کی شکل میں رائج تھا۔ اسی طرح اُردو حرفِ اضافت 'کا'، سنسکرت 'کرتا'، کی اصل 'کیرا'، یا 'کیرو'، ہے جب یہ حرف اضافت پراکرت کی ضمیر متکلم واحد 'مے' کے ساتھ استعمال ہونے لگا تو مے + کیرو سے مہاکیرو بنا جو اُردو تک آتے آتے 'میرا'، بن گیا۔ اس کے علاوہ پراکرت میں ضمیر مخاطب واحد 'توں'، تھا جو عوامی پراکرت میں 'توہا'، کی شکل میں رائج تھا۔ اس میں 'کیرو' کے اضافے سے 'توہاکیرو' بنا اور پھر اُردو میں آتے آتے 'تیرا'، بن گیا۔ یہی حال 'ہمارا' اور 'تمہارا'، کا ہے:۔

ہمارا = امھے (▬) پراکرت میں 'ہم' کے معنوں میں) + کیر > امھاکیرو > ہمارو > ہمارا۔

تمہارا = تمھے (▬) پراکرت میں 'تم' کی شکل) + کیرو > تمھاکیرو > تمھارو > تمھارا

ضمیر غائب 'وہ'، جو شاید سنسکرت ▬ سے ماخوذ ہے 'اُس' اور جمع میں 'اُن' بنی اور ضمیر اضافی میں 'اس کا'، اور 'اُن کا' کی شکل میں رائج ہے۔ بالفاظ دیگر 'کا' کی قدیم شکل 'کیرا' جو قدیم دکنی میں ملتی ہے متکلم واحد و جمع اور مخاطب واحد و جمع میں ضم ہوگئی اور صرف 'را' میں اپنا نشان چھوڑ گئی لیکن غائب واحد و جمع میں 'کا' کی شکل میں لوٹ آئی۔

ہم بتا چکے ہیں کہ 'کا' میں ـــا مذکر واحد؛ 'کے' میں ـــے مذکر جمع کی اور 'کی' میں ـــی مؤنث واحد و جمع کی علامتیں ہیں (قدیم اُردو میں مؤنث واحد و جمع کے ساتھ 'کیاں' کی شکل رائج تھی)، یہی متناسب صرفیے ضمائر اضافی کی اُن ہیئتوں کے ساتھ بھی رائج ہیں جن میں 'کا' 'کرا'، کی شکل میں مدغم ہوگیا ہے۔ یعنی: میر + ـــا ـ گھر ـ مذکر واحد

میر + ـــے ـ لڑکے ـ مذکر جمع

میر + ـــی کتاب میر + ـــی کتابیں

مؤنث واحد مؤنث جمع

'میرا' پر 'تیرا'، 'ہمارا' اور 'تمہارا'، کا قیاس کیا جائے۔

مصدر کو 'نے' میں منصرف کرکے دے/دو/دیجے/دیجیے کا اضافہ کرتے ہیں جیسے: آنے دے، آنے دو/آنے دیجیے/آنے دیجے/کبھی کبھی/دیکھو/اور/دیجیو/بھی استعمال ہوتا ہے۔

نوٹ: قدیم اُردو میں مخاطب واحد کے لیے بھی 'یو' یا صرف 'و' صرفیۂ فعلی مادّے کے ساتھ استعمال کرتے تھے جیسے: تو آئیو۔

کبھی فعل مادّے میں صرفیہ/ے ا/ بڑھا کر فعل امدادی تاکیدی ۔جا ،۔ لے ،۔ دے وغیرہ متناسب صرفیوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے ضمیر مخاطب واحد: سنا دے، ہٹالے، دکھادے، کھالے، چلاجا وغیرہ۔ ضمیر مخاطب جمع (جمع تعظیمی بھی) : سنا دو، ہٹالو، سنا دیجے۔ (سنا دیجیے)۔

استثنا:۔ چلا جا، چلے جاؤ، چلے آؤ بھی بن جاتا ہے۔

کبھی کبھی 'امر' میں حالِ ناتمام کا زمانہ بھی استعمال کیا جاتا ہے، جیسے: 'آیا کرتا ہے' حالِ ناتمام۔سوم سے آیا کر/کرو/کیجیے/کیجے۔

اِس مقصد کے لیے فعل امدادی۔ رہ بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے:
حالِ ناتمام۔چہارم' بولتا رہتا ہے'، سے بولتا رہ۔ لیکن مخاطب جمع میں مستقل صرفیہ ت کے بعد کا متناسب صرفیہ ے سے بن جاتا ہے: کرتے رہو۔ پڑھتے رہو۔

کبھی ضمیر مخاطب کے لیے ضمیر نکرہ 'کوئی' استعمال کرتے ہیں لیکن چونکہ روئے سخن مخاطب ہی کی طرف ہوتا ہے اس لیے فعل میں مخاطب جمع کا متناسب صرفیہ استعمال کرتے ہیں: ع

کوئی یہ بتلاؤ کہ بتلائیں کیا

لیکن اگر اشارہ غائب ہی کی طرف ہو تو پھر فعل میں غائب واحد کا متناسب صرفیہ استعمال کرتے ہیں:۔ ع

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو

امر میں مخاطب کو متکلم جمع میں شامل کر لیا جاتا ہے خصوصاً اس وقت جب کسی بات پر، مل جل کر عمل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا جائے۔ جیسے آؤ کھانا کھالیں، آیئے چلیں۔ اس صورت میں فعلی صرفیہ مضارع کا ہوتا ہے۔

ایسے موقع پہ آؤ اور آیئے کی جگہ کوئی اور فعل بھی استعمال ہو سکتا ہے ع

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو

اجازت مانگنے کی صورت میں مضارع کے فعل صرفیے استعمال ہوتے ہیں:

'تو ہم جائیں'۔ 'کیا ہم آئیں'

اجازت مانگنے کے سلسلے میں فعل زمانۂ حال میں بھی استعمال ہوسکتا ہے۔

'کیا میں اندر آسکتا ہوں؟'

'امر' کی ایک شکل وہ ہے جس میں کسی کام کے کرنے پر اصرار کا مفہوم پیدا کرنا مقصود ہو۔ اس صورت میں مصدر کے ساتھ 'چاہیے'، 'ہوگا'، 'پڑے گا'، استعمال کرتے ہیں۔ چونکہ اس طرز کے جملوں میں جملی فاعل کے ساتھ علامت مفعول 'کو'، استعمال کرتے ہیں اس لیے فعل غیر منصرف ہوتا ہے۔ 'آپ کو جانا ہوگا'، 'احمد کو جانا پڑے گا'، 'تمھیں جانا چاہیے'

چاہیے۔ چاہ سے مشتق ہے اور یہاں غیر منصرف فعل کا حکم رکھتا ہے۔ امر کے لیے مصدر کا بھی استعمال ہوتا ہے جیسے: 'تم وہاں آنا۔ ایسا مت کرنا'

'غزل اُس نے چھیڑی، مجھے ساز دینا

ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا'

شاید امر کی اس ہیئت میں علامت مصدر 'نا'، نہ ہو بلکہ حرف تاکید 'نا'، ہو جیسے

آؤ + نا > آنا / جاؤنا > جانا۔

3.35 حالیہ، تمام و ناتمام بطور صفت اور جنس و تعداد

اِن کا ذکر سرسری طور پر 9 و 2 پر کیا گیا ہے۔ یہاں حالیہ تمام و ناتمام سے متعلق مزید باتیں بتائی جائیں گی۔

حالیہ تمام فعل کے ماضی مطلق سے حاصل ہوتا ہے۔

— مر — مرا (ماضی مطلق) — مرا آدمی — کٹ — کٹا (ماضی مطلق) — کٹا سر

اِن ترکیبوں میں 'مرا' اور 'کٹا' بطور صفت استعمال ہوئے ہیں۔ اس لیے جس طرح آ۔ لاآخر صفت تعداد جمع میں منصرف ہوکر ے بنتی ہے (جیسے اچھا آدمی (واحد) — اچھے آدمی (جمع)، اسی طرح اگر اسم جمع ہو تو حالیہ تمام کا آخری صرفیہ /ا/ بھی /ے/ بن جاتا ہے، جیسے:

مرے آدمی، کٹے سر۔ اسی طرح اگر اسم مؤنث ہو تو حالیہ تمام میں بھی /ی/ کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کٹی ناک۔

اردو میں بالعموم حالیہ تمام کے ساتھ فعل امدادی ۔ ہو ۔ مع متناسب صرفیہ استعمال ہوتا ہے جیسے: مرا ہوا آدمی، کٹا ہوا سر

ایسی صورت میں (ہوا) کی تصریف (حالیہ تمام) کی مطابقت میں ہوتی ہے۔ جیسے:

مرا ہوا آدمی (واحد) ۔ مرے ہوئے آدمی (جمع)

مری ہوئی عورت (واحد) مری ہوئی عورتیں (جمع)

حالیہ ناتمام فعلی مادے میں مستقل صرفیہ ت اور متناسب فعلی صرفیوں کے استعمال سے حاصل ہوتا ہے:

جیسے: بہہ + ت + ا پانی ہنس + ت + ا چہرہ

اگر اسم تعداد جمع میں ہو تو [ا] [ے] میں منصرف ہو جاتا ہے جیسے:

ہنستے چہرے، روتے لوگ۔

اگر اسم مؤنث ہو تو مستقل صرفیہ ت کے بعد [ی] استعمال کرتے ہیں:

گرتی دیواریں

چلتی پھرتی چھاؤں

حالیہ تمام کی طرح حالیہ ناتمام کے بعد بھی بالعموم فعل امدادی ۔ ہو ۔ کو متناسب صرفیوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ صرفیے حالیہ ناتمام کے صرفیوں کی مطابقت میں ہوتے ہیں:

بہتا ہوا پانی، ہنستے ہوئے چہرے، گرتی ہوئی دیواریں

3.36 حالیہ تمام و ناتمام بطور متعلق فعل اور جنس و تعداد

اردو میں حالیہ تمام و ناتمام صرف بطورِ صفت نہیں بلکہ بطور متعلق فعل بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ذیل کے جملوں میں حالیہ تمام بطور متعلق فعل استعمال ہوا ہے:۔

(1) احمد مرا ہوا پایا گیا۔ (2) احمد اور محمود مرے ہوئے پائے گئے

(3) حمیدہ مری ہوئی پائی گئی۔ (4) حمیدہ اور محمودہ مری ہوئی پائی گئیں۔

مذکورہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے کہ حالیہ تمام اور فعل امدادی ۔ ہو کے متناسب صرفیے فاعل کی جنس و تعداد کی مطابقت میں آتے ہیں۔

مذکر واحد کے لیے ۔/ ا + ا / مذکر جمع کے لیے [ے + ے] اور مؤنث واحد جمع کے لیے { ی + ی }

ذیل کے جملوں میں حالیہ ناتمام کا استعمال بطور متعلق فعل ہوا ہے :۔

(۱) احمد لڑتا ہو آتا ہے/ آیا/ آئے گا ۔

(2) احمد اور محمود لڑتے ہوئے آتے ہیں/ آئے/ آئیں گے ۔

3 حمیدہ لڑتی ہوئی آتی ہے/ آئی/ آئے گی ۔

(۴) حمیدہ اور محمودہ لڑتی ہوئی آتی ہیں/ آئیں/ آئیں گی۔

اِن مثالوں میں بھی حالیہ ناتمام اور فعل امدادی۔ ہو کے متناسب صرفیے فاعل کی جنس و تعداد کی مطابقت میں آتے ہیں۔

مذکر واحد کے لیے {ـَـ ا + ـَـ ا} مذکر جمع کے لیے {ـِـ ے + ـِـ ے} اور مؤنث واحد وجمع کے لیے {ـِـ ی + ـِـ ی}

اُردو میں حالیہ تمام و ناتمام تکرار کے ساتھ بھی بطور متعلق فعل آتے ہیں۔ ایسی صورت میں حالیہ تمام اور ناتمام کے صرفیے [ـَـ ا] فاعل کی جنس و تعداد سے بے نیاز ہو کر [ـِـ ے] بن جاتا ہے اور اسی ہیئت میں مستقل رہتا ہے۔

حالیہ تمام

فاعل	حالیہ تمام	تکملۂ ناقص	فعل
(۱) احمد / مذکر واحد	پڑے پڑے	بیمار	ہو گیا
(2) احمد اور محمود / مذکر جمع	پڑے پڑے	بیمار	ہو گئے
(3) حمیدہ / مؤنث واحد	پڑے پڑے	بیمار	ہو گئی
(۴) حمیدہ اور محمودہ / مؤنث جمع	پڑے پڑے	بیمار	ہو گئیں

حالیہ ناتمام

درد (مذکر واحد) رُکتے رُکتے رُکے گا۔

آنسو (مذکر جمع) تھمتے تھمتے تھمیں گے

٥ کر آتی ہے آر دو زباں آتے آتے
مونث واحد

اگر جملے میں مفعول کے بعد 'کو' آئے تو حالیہ تمام وناتمام کا صرفیہ { ے ا } {ـے ے} میں منصرف ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی۔ اس کا استعمال اختیاری ہے:

میں نے احمد کو سویا ہوا دیکھا
میں کو احمد سوئے ہوئے دیکھا

لیکن اگر مفعول کے بعد 'کو' نہ آئے تو [ے ا] [ـے ے] میں منصرف نہیں ہوتا۔

غنچہ پھر لگا کھلنے، آج ہم نے اپنا دل ٭ خوں کیا ہوا دیکھا، گم کیا ہوا پایا

لیکن حالیہ ناتمام میں { ے ا } عام طور پر منصرف ہو کر ـے ے بن جاتا ہے۔

میں نے احمد کو کھیلتے ہوئے دیکھا۔

3.37 زمانہ اور وقت میں عدم مطابقت

یوں تو اُردو فعل میں حال سے موجودہ، ماضی سے گزشتہ اور مستقبل سے آئندہ کے اظہار کے لیے مخصوص فعلی صرفیے استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن دنیا کی دوسری زبانوں کی طرح اُردو میں بھی زمانہ اور وقت میں کمل مطابقت نہیں پائی جاتی۔ اُردو میں بھی حال کے صرفیے گذشتہ کے لیے، ماضی کے موجودہ اور آئندہ کے لیے اور مستقبل کے موجودہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں:

(الف)

1۔ حال کے صرفیے برائے آئندہ:۔

(1) میں آج بمبئی جا رہا ہوں (بمعنی بمبئی جاؤں گا)
(2) وہ دلی جانے والا ہے (بمعنی وہ دلی جائے گا)
(3) پانچ بجا چاہتے ہیں

(ب) برائے گزشتہ:۔

اسے حال تاریخی یا مولوی عبدالحق کی اصطلاح میں 'حال حکائی' کہتے ہیں:

(1) 'پھر شیر آتا ہے اور شکاری پر جھپٹتا ہے' (= پھر شیر آیا اور شکاری پر جھپٹا)
(2) 'شیخ سعدی فرماتے ہیں (بمعنی فرمایا)

2۔ ماضی کے صرفیے برائے موجودہ:۔

(1) جس نے آپ سے علم حاصل نہ کیا، وہ بد قسمت (یعنی جو آپ سے علم حاصل نہیں کرتا وہ بد قسمت ہے)

(2) تم سے یہ کام ہو چکا (یعنی تم نہیں کر سکتے)

3 ۔ ماضی کے صرفیے برائے آئندہ :۔

(1) ذرا ہٹے اور گولی تمہارے سینے کے پار ہوئی (یعنی ذرا ہٹو گے تو میں گولی مار دوں گا)

(2) یونہی گر روتا رہا غالب تو اے اہلِ جہاں :: دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں
(ویراں ہو گئیں = ویران ہو جائیں گی)

4 ۔ ماضی کے صرفیے برائے مصدر

(1) کچھ تو کیا چاہیے ہے نا اُمیدی اس کی دیکھا چاہیے
'کیا' اور 'دیکھا' میں ماضی کے صرفیے ہیں لیکن وہ مصدر 'کرنا' اور 'دیکھنا' کی جگہ استعمال ہوئے ہیں۔ اب یہ استعمال متروک ہے۔

3.38 کچھ مخصوص اُردو افعال

اُردو کے کچھ افعال اپنی ہیئت، فعلی صرفیوں اور معنی کے اعتبار سے عام افعال سے الگ تھلگ ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے :۔

1 ۔ کھڑا ہو :۔ یہ مرکب فعل ہے۔ اس طرز کا اُردو میں کوئی اور فعل نہیں ہے۔ 'کھڑا' میں فعلی صرفیے کا اضافہ نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا فعلی صرفیہ {ـــا} فاعل کی جنس و تعداد کی مطابقت میں اس طرح منصرف ہوتا ہے جیسے آ۔ الآخر صفت کا صرفیہ [ـــا]

لڑکا کھڑا ہے لڑکی کھڑی ہے لڑکے کھڑے ہیں

عام افعال کی طرح کھڑا کے ساتھ علامت مصدر 'نا' استعمال نہیں ہوتی۔

مراٹھی میں بھی اس کا ہم معنی فعل اسی طرز کا ہے۔

तो उभा आहे	وہ کھڑا ہے
ती उभी आहे	وہ کھڑی ہے
ते उभे आहेत	وہ کھڑے ہیں

2 ۔ بیٹھ، حال ناتمام میں، اس کے ساتھ ماضی مطلق کے صرفیے استعمال ہوتے ہیں۔

* وہ بیٹھ رہا ہے، کی جگہ اُردو میں 'وہ بیٹھا ہے' کہتے ہیں۔ البتہ محاورے میں 'دل بیٹھ رہا ہے' کہتے ہیں۔

3 ۔ اُردو کے بعض امدادی فعل۔ تاکیدی مخصوص معنوں میں استعمال ہوتے ہیں جیسے:

(ایک) ۔ پڑ، پڑنا کے لغوی معنی ہیں 'گرنا'، یہ فعل مجبوری اور جبر کے معنوں میں اس طرح استعمال ہوتا ہے کہ اس کے قبل کا خاص فعل ہمیشہ مصدر کی ہیئت میں آتا ہے، جیسے 'مجھے آنا پڑتا ہے'، اسے آنا پڑا۔ آپ کو آنا پڑے گا۔

اسی طرح کسی عمل کا اچانک یا بحالت مجبوری وقوع پذیر ہونا ظاہر کرنے کے لیے بھی یہ فعل امدادی استعمال ہوتا ہے جیسے:

کتاب میرے ہاتھ سے گر پڑی۔ وہ احمد سے لڑ پڑا۔

پڑا ۔ پڑی۔ حالیہ تمام کی ہیئت میں متعلق فعل کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس سے عمل کا تسلسل ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔

احمد پڑا سو رہا ہے۔ نہریں پڑی بہہ رہی ہیں۔

(دو) ۔ چاہ۔ مفرد فعل کی حیثیت سے اس کے معنی ہیں پیار کرنا۔ خواہش کرنا۔

(1) میں احمد کو چاہتا ہوں۔

(2) ؎ ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا۔

اس کی ایک مستقل ہیئت 'چاہیے' ہے۔

آپ کو کیا چاہیے؟ یعنی آپ کیا چاہتے ہیں۔

جمع میں 'چاہیے' 'چاہئیں' بن جاتا ہے۔

'مجھے کتابیں چاہئیں'۔

مصدر کے ساتھ چاہیے کا استعمال ہو تو اس سے عمل کا لزوم ظاہر ہوتا ہے، جیسے:

'آپ کو آنا چاہیے'۔

(تین) دے ۔ مفرد فعل بھی ہے اور فعل امدادی۔ تاکیدی بھی۔ دونوں ایک ساتھ بھی استعمال ہوتے ہیں 'دے دے'، اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل مکرر استعمال ہوا ہے لیکن دراصل اس میں فعل کی تکرار اتفاقی ہے۔ فعل امدادی و تاکیدی کی حیثیت سے ماضی مطلق میں یہ مفعول کی جنس و تعداد کے اعتبار سے منصرف ہوتا ہے، جیسے:

'میں نے کتاب دے دی ۔ پیسے دے دیے ۔حساب دے دیا۔
اگر مصدر کے ساتھ استعمال ہو تو اس سے رخصت اور اجازت کا مفہوم نکلتا ہے اور علامت مصدر 'نے' میں منصرف ہو جاتی ہے جیسے :
مجھے جانے دے / دو / دیجو / دیجیے (دیکھیے امر 34 ، 3)
میں نے اسے آنے دیا۔ میں نے بیل گاڑی گھر کے قریب آنے دی۔
قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو
(چار) ۔ لے ۔ لے بھی دے کی طرح مفرد فعل ہے اور فعل امدادی۔ تاکیدی بھی سادہ اور امدادی دونوں ہیئت میں ساتھ ساتھ آسکتا ہے۔
'لے لے' امدادی فعل کی حیثیت سے ماضی مطلق میں مفعول کی جنس و تعداد کے اعتبار سے منصرف ہوتا ہے۔
میں نے کتاب لے لی۔ کتابیں لے لیں پیسے لے لیے
[نوٹ (1) فعل امدادی۔ دے زور پیدا کرنے کے لیے خاص فعل سے پہلے استعمال کرتے ہیں :
احمد نے محمود کو زمین پر دے پٹکا ۔ میں نے ان کی رقم ان کے منہ پر دے ماری
اس مقام پر 'دے' منصرف نہیں ہوتا۔
'لے' بھی فعل سے پہلے آکر بات میں زور پیدا کرتا ہے جیسے :
لے بھاگا (اصل میں 'لے کر بھاگا' ہے) لیکن یہاں 'لے' حالیہ معطوفہ ہے (دیکھیے 14 ، 6) وہ ہمیں لے مرا (ہمیں ساتھ لے کر مرا)
(2) کسی چیز کو دینے میں دوسرے کا فائدہ ہوتا ہے اور لینے میں اپنا۔ مرکب فعل۔ امدادی سمجھا دینا اور سمجھا لینا میں بھی یہی معنوی فرق ہوتا ہے، سمجھا دینے میں جسے سمجھایا جائے، اس کا فائدہ اور سمجھا لینے میں اپنے فائدے کا مفہوم مضمر ہوتا ہے۔
(پانچ) ۔ آ اور ۔ جا ۔ یہ دونوں مفرد فعل بھی ہیں اور فعل امدادی۔ تاکیدی بھی، لیکن جب سادہ فعل ۔ 'آ' کے ساتھ 'جا' فعل امدادی۔ تاکیدی کے طور پر آئے تو یہ معنوی تضاد کا رشتہ نہیں رہتا۔ جیسے : "پتہ نہیں کہاں سے آجاتے ہیں۔"

'چل دیا' بھی کہتے ہیں اور 'چلا گیا' بھی لیکن ان میں معنوی فرق ہے۔ 'چل دیا' کے معنی ہیں چپکے سے یا بطور ناراضگی، چلا گیا۔

'دیکھ آیا ہوں' میں 'آیا' فعل امدادی۔ تاکیدی نہیں ہے کیونکہ دیکھ آیا ہوں = دیکھ کر آیا ہوں۔

لیکن ابھر آیا، نکل آیا میں ۔ آ فعل امدادی۔ تاکیدی ہے۔

(چھ) ۔ رہ ۔ مفرد فعل بھی ہے اور امدادی ۔ تاکیدی بھی۔ اور امدادی۔ زمانی کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ مفرد ۔ وہ بمبئی میں رہتا ہے

امدادی زمانی :۔ وہ گھر جا رہا ہے۔ وہ جاتا رہتا ہے۔

امدادی تاکیدی :۔ اس کی بیوی میکے میں بیٹھ رہی۔ وہ میرے ہاتھ سے جاتا رہا۔

۔ رہ، حالیہ معطوفہ کے لزوم کا مفہوم پیدا کرتا ہے جیسے : 'وہ جاکر رہا'،

۔ رہ سے نفی کا مفہوم بھی نکلتا ہے۔ آپ تو آتے رہے (= آپ نہیں آئے)

'رہ جانا' عمل کی عدم تکمیل کا مفہوم دیتا ہے جیسے یہ کام ہوتے ہوتے رہ گیا۔ آپ آتے ہی رہ گئے۔

(سات) ۔ ڈال ۔ مفرد بھی ہے اور امدادی۔ تاکیدی بھی۔

میں تمھیں چیر ڈالوں گا۔ تیری ادا نے مجھے مار ڈالا۔

(آٹھ) ۔ اُٹھ ۔ سنسکرت ▪▪▪▪ سے 'اتھان' اور پھر فعلی مادہ ۔ اُٹھ بنا اور مفرد فعل کی حیثیت سے 'کھڑا ہونا' کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

بطور امدادی ۔ تاکیدی بھی مستعمل ہے۔

اس کی قسمت چمک اٹھی۔ وہ میری بات سنتے ہی بھڑک اٹھا۔ ان جملوں میں (قسمت) 'چمک گئی'، اور (وہ) 'بھڑک گیا' سے زیادہ زور ہے۔

(نو) ۔ بیٹھ ۔ مفرد فعل بھی ہے اور امدادی۔ تاکیدی بھی جیسے 'وہ بیچ میں بول بیٹھا'، بول اٹھنا بھی کہتے ہیں۔ 'بول بیٹھا' اور 'بول اٹھا' میں لطیف معنوی فرق ہے۔ 'بول اٹھا' میں کسی بات سے یکایک متاثر ہوکر کہنے کا مفہوم مضمر ہے لیکن 'بول بیٹھنا' سے ناگواری اور مجبوری کا مفہوم نکلتا ہے۔ 'بول پڑا' بھی کہتے ہیں۔ اس سے بھی ناگواری کا مفہوم نکلتا ہے۔

(دس) ـ رکھ ـ سنسکرت ـــ سے مشتق ہے اور بچانا اور حفاظت کرنا کے معنی دیتا ہے
جیسے: 'میرے پاس آپ کی امانت رکھی ہے۔'
لیکن ـ رکھ، دھرنا کے معنوں میں بھی استعمال ہونے لگا جیسے:
'کتاب میز پر رکھ دو۔' بظاہر بطور امدادی ـ تاکیدی آتا ہے۔ لیکن بعض افعال میں درحقیقت حاشیہ معطوفہ، ہوتا ہے۔
اس نے مجھے بٹھا رکھا (= اس نے مجھے بٹھا کر (اپنے ساتھ) رکھا۔
اس نے مال چھپا رکھا ہے (= اس نے مال چھپا کر (محفوظ) رکھا ہے۔

(گیارہ) ـ چھوڑ ـ مفرد فعل بھی ہے اور امدادی ـ تاکیدی بھی ـ مفرد فعل کی حیثیت سے 'چھوڑنا'، 'پکڑنا'، کی ضد کے معنی دیتا ہے جیسے اُس نے دس قیدی چھوڑ دیے۔
لیکن امدادی ـ تاکیدی کی حیثیت سے تسلسل عمل کا مفہوم رکھتا ہے۔
تمھارے باپ نے کیا جائیداد رکھ چھوڑی ہے۔
اس نے کچھ گُر گے رکھ چھوڑے ہیں۔
تم نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا ؛ کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے۔
حالیہ معطوفہ کے ساتھ وہی معنی دیتا ہے جو امدادی ـ تاکیدی ـ رہ سے پیدا ہوتے ہیں۔
جیسے: اس نے فلاں کام کر کے چھوڑا۔

(بارہ) ـ پا ـ مفرد فعل کی حیثیت سے حاصل کرنا (کھونا کی ضد) کے معنوں میں مستعمل ہے۔
کبھی 'معلوم ہونا' کے معنی بھی دیتا ہے جیسے:
'ہم نے انھیں نیک پایا' تاڑ لینا کے معنی بھی رکھتا ہے
کھوئے گئے ہم ایسے کہ اغیار پا گئے

لیکن امدادی ـ تاکیدی کی حیثیت سے 'سکت' کا مفہوم رکھتا ہے۔
میں لکھ پایا (= میں لکھ سکا)، یہاں 'پانا' نامساعد حالات کے باوجود کسی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی صلاحیت کا مفہوم رکھتا ہے۔ اس کے برخلاف 'سکنا' سے کسی کام کے کرنے کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔
'پانا' جب حرف نفی کے ساتھ آئے تو کسی کام کے شروع نہ کرنے کا مفہوم دیتا ہے
'اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے'

'ابھی میں سونے بھی نہ پایا تھا کہ تم آدھمکے'

حرف نفی کے ساتھ اجازت کا مفہوم بھی پیدا ہوتا ہے۔ یہاں کوئی آنے نہ پائے۔

مارے ساقی جانے نہ پائے

(تیرہ) ۔ سک ۔ صرف فعل امدادی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس سے مصدر 'سکنا' نہیں بنتا۔ یہ ۔۔۔ سے مشتق ہے جس کی ایک شکل 'سکت' اردو میں بطور اسم مستعمل ہے اور لغوی معنی کا حامل ہے۔

'سک' کام کرنے کی قدرت کے معنی دیتا ہے۔ بعض مرتبہ اس سے اجازت کا مفہوم بھی نکلتا ہے، جیسے : 'کیا میں اندر آسکتا ہوں؟' آپ جاسکتے ہیں۔

(چودہ) : ۔ لگ ۔ مفرد فعل کی حیثیت سے فعل ناقص ہے اور 'محسوس ہونا' کے معنوں میں مستعمل ہے جیسے :

مجھے بُرا لگا۔ مجھے لگا کہ آپ نہیں جائیں گے

مگر دراصل 'ربط' (الگ کی ضد) کے معنی بھی رکھتا ہے۔ مثلاً :-

کپڑے میں داغ لگ گیا۔ لکڑی کو دیمک لگ گئی۔ میرا پاؤں اسے لگ گیا۔

'مشغول ہونا' کے معنوں میں بھی مستعمل ہے جیسے 'وہ باتوں میں لگ گیا' کسی 'کام کا ضروری ہو جانا' کے معنی بھی دیتا ہے ؂

دل لگا کر لگ گیا ان کو بھی تنہا بیٹھنا

'شروع ہونا' کے معنوں میں وہ مصدر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے وہ بولنے لگا۔ چلنے لگا۔ لگ چلنا 'ساتھ ساتھ چلنا' بھی مستعمل ہے۔

(پندرہ) ۔ چُک ۔ سک کی طرح صرف امدادی فعل ہے۔ اس سے 'چکنا' مصدر نہیں بنتا۔ امدادی زمانی کے طور پر حال تمام، ماضی تمام اور مستقبل تمام میں استعمال ہوتا ہے۔

میں دیکھ چکا ہوں / تھا / ہوں گا۔

اس سے نفی کا مفہوم بھی نکلتا ہے، جیسے آپ یہ کام کر چکے (= نہیں کر سکتے)

(سولہ) ۔ ہو، فعل ناقص ۔ ہو، لفظ پاس کے ساتھ رکھنے کا مفہوم دیتا ہے :

میرے پاس پانچ روپے ہیں = میں پانچ روپے رکھتا ہوں۔

حصّہ سوم
نحو

باب چہارم

جملہ

4.1 جملہ کیا ہے؟

زبان کو ایک ایسے تودۂ برف سے تشبیہ دینا برمحل ہے جس کا چھوٹا سا حصّہ سطح آب سے اوپر اور بہت بڑا حصّہ سطح آب کے نیچے ہوا کرتا ہے۔[1] یہ تشبیہ اس لیے برمحل ہے کہ زبان کا صرف ایک چھوٹا سا حصّہ بالراست مشاہدے کے حدود میں آتا ہے، لیکن اس کا بہت بڑا حصّہ سائنٹفک تجزیے سے دور، تخمین وظن کے سراب میں گم ہے۔ مثلاً ذہنِ متکلم میں معنوی تصورات کس طرح لسانی سطح پر آتے ہیں۔ اس پیچیدہ ذہنی عمل میں لاشعور، تحت الشعور اور شعور کس طرح آنکھ مچولی کھیلتے ہیں۔ کیا واقعی 'خیال' اور گفتگو' کے درمیان ایک اور مرحلہ ہوتا ہے جسے وگوتسکی 'ناگفتہ کلام' کا نام دیتا ہے؟[2] اس مفروضہ 'ناگفتہ کلام' اور خارجی گفتگو میں صرف کمیت کا اختلاف ہے یا کیفیت کا؟ اور اگر واقعتہً اختلاف ہے تو کس نوعیت کا ہے؟ پھر جب یہ معنوی تصورات آواز کی لہروں میں ڈھل کر سماعی اعصاب کے راستے ذہنِ سامع میں داخل ہوتے ہیں تو وہ کون سا استحالہ عمل میں آتا ہے جس کی وجہ سے آواز کی لہریں ایک بار پھر معنوی تصورات میں ڈھل جاتی ہیں۔ کیا واقعی "علامتیت" کا عمل انسان کے لیے اتنا ہی فطری ہے جتنا عملِ تنفس جیسا کہ سوسین لینگر نے دعویٰ کیا ہے؟۔ آواز ی۔ علامتوں کا انسانی تجربے کے ساتھ وہ کونسا رشتہ ہے جو 'معنی' کی شکل میں نمودار ہوتا ہے؟ خود 'معنی' کے کیا معنی ہیں؟ غرض ایسے صدہا سوالات

---

(1) Symboliem make Men By John Lotz

(2) Thought and Speech. By L.S. Vigostky

ہیں جو زبان کے اس مخفی پہلو سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے جوابات ناقابلِ تصدیق ہیں۔ یہ مسائل ان مشترکہ علوم سے تعلق رکھتے ہیں جن میں لسانیات کو شریک ثانی کی حیثیت حاصل ہے۔ ہم صرف زبان کے قابلِ مشاہدہ اور قابلِ تصدیق حصے کے بارے میں وثوق سے گفتگو کر سکتے ہیں۔

زبان کے بارے میں جو باتیں وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جملوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ بالعموم ہم 'لفظوں کی کائنات' 'لفظوں کی قوت' 'لفظوں کی اہمیت'، اور لفظوں میں سوچنے کی بات کرتے ہیں اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زبان صرف لفظوں سے عبارت ہوتی ہے۔ یہ کائنات بھی لفظِ 'کُن' کا نتیجہ بتائی جاتی ہے (جو صحیح معنوں میں 'امر' پر مشتمل یک لفظی جملہ ہے)۔ لیکن دراصل یہ فکری مغالطہ ہے۔ زبان لفظوں سے نہیں بلکہ جملوں سے عبارت ہوتی ہے۔ 'جملہ' صرف لفظوں کے مجموعے کا، سہولت کی خاطر دیا ہوا نام نہیں ہے، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ لفظوں کے معنی متعین کرنے اور انھیں سمت و رفتار عطا کرنے میں فعال کردار ادا کرتا ہے۔ یہ کردار چونکہ قواعدی نوعیت کا ہوتا ہے اس لیے سطحی مشاہدہ اسے نظر انداز کرکے 'لفظ' ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے اس لیے کہ لغوی معنی کا حامل ہونے کی حیثیت سے، "لفظ" ہماری توجہ فوراً اپنی طرف منعطف کر لیتا ہے۔ 'لفظ' ہی لغت میں جگہ پاتا ہے اور 'لفظ' ہی کے ایک ایک معنوی پہلو کی گرہیں کھولی جاتی ہیں۔ غالب نے 'لفظ ہی' کو 'گنجینۂ معنی کا طلسم' کہا تھا لیکن لفظ کے اس معنوی پہلو کو توجہ کا مرکز بناتے ہوئے ہم یہ بنیادی حقیقت فراموش کر دیتے ہیں کہ خیالات جملوں ہی میں ڈھلتے ہیں۔ ہر لغوی لفظ جملے سے باہر رہ کر بھی معنی کا اشاریہ تو ہوتا ہے لیکن جملے کے سیاق و سباق ہی میں اس کے معنی متعین ہوتے ہیں اور لفظ کی بالقوۃ معنیت کو قوت سے فعل میں لانے کے لیے لفظ کو جملے ہی میں دوسرے تفاعلی الفاظ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ کسی زبان کا مطالعہ دراصل اس کے جملوں کا مطالعہ ہے۔

روایتی قواعد میں 'جملے' کی جتنی تعریفیں ملتی ہیں ان میں صرف اس کے معنوی پہلو کا ذکر ہوتا ہے مثلاً بقول مولوی عبدالحق،

"کوئی شخص کتنی ہی کم سے کم بات کرنی چاہے تو وہ بھی جملے سے کم نہ ہوگی یعنی اتنی بات کہ جس سے دوسرا آدمی اس کا مطلب سمجھ جائے۔"[1]

---

(1) اُردو صرف و نحو۔ عبدالحق۔ انجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڑھ ص 2

اسی طرح کی معنوی تعریفیں انگریزی زبان کی روایتی قواعدوں میں بھی ملتی ہیں یہاں تک کہ یسپرسن بھی جملے کی قواعدی نہیں بلکہ معنوی تعریف پر اصرار کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

"جملہ ، ایک ⊗(نسبتہً) مکمل اور آزاد انسانی کلام ہے ۔ اس کے مکمل اور آزاد ہونے کا اظہار اس کے قائم بالذات ہونے کی صلاحیت سے ہوتا ہے۔ اس تعریف میں لفظ ⊗ 'کلام' خاص طور پر، ایک سب سے زیادہ وسیع الذیل اصطلاح کی حیثیت سے، جو مجھے سوجھ سکی ہے، استعمال کیا گیا ہے۔ عام طور سے 'کلام' سے مراد ہوتی ہے کسی بات کو دوسرے تک پہنچانا لیکن یہ ضروری نہیں ⊗ (جیسے ⊗ خود کلامی میں)۔ پھر بھی کلام کو جملے کی شکل میں شناخت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ترسیل کا کام اس طرح انجام دے جیسے اسے کوئی سننے والا ہو۔" (1)

آگے چل کر جملے کی مذکورۂ بالا تعریف کے متعلق وہ یوں رقمطراز ہے :-

"یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ جملے کی جو تعریف بیان کی گئی ہے، وہ خالص معنوی نوعیت کی ہے۔ ایک لفظ یا مجموعۂ الفاظ کو جملہ بننے کے لیے خاص قواعدی ہیئت کی ضرورت نہیں ہوتی۔" (2)

حالانکہ یہ درست نہیں۔ یسپرسن کا یہ کہنا صحیح ہے کہ "اس کے (جملے کے) مکمل اور آزاد ہونے کا اظہار اس کے قائم بالذات ہونے یا قائم بالذات صلاحیت سے ہوتا ہے"۔ لیکن اس صلاحیت کا اظہار ہیئتی سطح پر ہوتا ہے، معنوی نہیں۔ جملے کی شناخت میں "سُر" کا اُتار چڑھاؤ بنیادی اہمیت رکھتا ہے جو ہیئتی خصوصیت ہے۔ جملہ آواز کے ذریعے ادا ہوتا ہے اور صرف سُر کے اُتار چڑھاؤ سے، اکثر زبانوں میں، جن میں اردو زبان بھی شامل ہے، جملے کا تعین کیا جاتا ہے۔ اسی لیے بلوم فیلڈ جملے کی تعریف اس کی ہیئت کے پیشِ نظر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے :-

"جملہ وہ آزاد لسانی ہیئت ہے جو کسی قواعدی تعمیر کے ذریعے اس سے بڑی لسانی ہیئت کا حصہ نہ ہو۔۔۔۔

جب کوئی لسانی ہیئت کلاں تر لسانی ہیئت کا حصہ ہوتی ہے تو کہا جاتا

⊗ قوسین کی عبارت اصل متن میں ہیں۔

(1) فلاسفی آف گریمر ص 306 - 307 -

(2) ایضاً ص 306 - 307 -

ہے کہ یہ "شمولی موقف" میں ہے۔ بصورتِ دیگر جب یہ لسانی ہیئت مطلق ہوتی ہے تو اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ "مطلق موقف" میں ہے، یعنی جملہ ہے"۔(1)

جملے میں "سُر" کے آتار چڑھاؤ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے بلوم فیلڈ لکھتا ہے:۔

"کلام ایک سے زیادہ جملوں پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ "کہو خیریت تو ہے؟" "آج موسم بڑا خوشگوار ہے" "کیا ہم ٹینس کھیلنے نہیں جائیں گے؟" ۔ یہ تینوں لسانی ہیئتیں مل کر ایک مکمل کلام کا اظہار کرتی ہیں لیکن اِن کے درمیان کوئی "قواعدی انتظام" نہیں ہے جو اُن کو ایک وسیع تر لسانی ہیئت میں تبدیل کر دے۔ اس لیے یہ تینوں لسانی ہیئتیں "آزاد لسانی ہیئتیں" یعنی جملے ہیں"۔(2)

دراصل ہم جملے کے ختم ہونے کا اظہار گِرتے "سُر" سے کرتے ہیں جسے "ر ماندہ/ پستا سُر" بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی جب ہم کوئی بیانیہ جملہ ختم کرتے ہیں تو ہماری آواز مدھم ہوتے ہوتے ڈوب جاتی ہے۔ اِسے بلوم فیلڈ "اختتامی سُر" کا نام دیتا ہے اور اس کی یہ خصوصیت بتاتا ہے کہ اس کے بعد متکلم جب تک توقف کرنا چاہے کر سکتا ہے بلکہ اپنی بات ختم بھی کر سکتا ہے۔ اسے ہم تحریر میں علامت ختمہ (۔) سے ظاہر کرتے ہیں۔ اگر متکلم بات کرتے کرتے تھوڑی دیر کے لیے رک کر آگے بڑھے تو اس وقت وہ اپنی آواز میں ایک مختلف سُر سے کام لیتا ہے جس کی وجہ سے توقف سے فوراً قبل جملے کے اندر آواز قدرے بلند ہو جاتی ہے، اسے بلوم فیلڈ "وقفی سُر" کہتا ہے۔ یہاں "ہموار سُر" سے بھی کام لیا جاتا ہے، جس میں توقف سے فوراً قبل آواز ہموار سُر میں ہونے کی وجہ سے لفظ کی ادائیگی قدرے طویل ہو جاتی ہے۔ ہمارے کان "اختتامی سُر" اور "وقفی سُر" میں فوراً امتیاز کر لیتے ہیں۔ بقول ڈبلیو نیلسن فرانسس:۔

"اگر کوئی یہ کہے: "سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں" ۔۔ اور یہ کہتے کہتے اپنی آواز نیچی کرلے اور رُک جائے تو مخاطب سمجھ جاتا ہے کہ اب وہ کسی ادھورے جملے میں دخل درمعقولات کا خطرہ مول لیے بغیر اپنی بات شروع کر سکتا ہے لیکن اگر متکلم یہی جملہ اس طرح ادا کرے کہ آخر میں سُر ہموار ہو تو شریف مخاطب متکلم کو اپنا جملہ

---

(1) لینگویج۔ بلوم فیلڈ ص 170 (2) ایضاً ۔۔ ص 170

مکمل کرنے کا پورا موقع دے گا، الفاظ بھی وہی ہیں، معنی بھی وہی۔ صرف جملے کے آخری جزو میں سُر کا خفیف فرق ہے جو خالص ہیئتی فرق ہے۔ اس سے اس بات کا اشارہ ملتاہے کہ پہلی صورت میں بات مکمل ہے یعنی جملہ پورا ہوگیا، لیکن دوسری صورت میں بات ادھوری رہ گئی ہے۔ پہلی صورت کو ہم تحریر میں علامت ختمہ (۔) اور فجائیہ (!) کے ذریعے ظاہر کرتے ہیں اور دوسری صورت میں نیم وقفہ (،) یا خط (—) کے ذریعے۔ ہم خیال کی تکمیل کے ذریعے نہیں بلکہ صرف ہیئت کے ذریعے معلوم کرسکتے ہیں کہ فلاں جملہ ہے یا فقرہ۔[1] (اس اصطلاح کے لیے دیکھیے 6،17)

ایک جملہ 'مرکب' ہے (اس اصطلاح کے لیے دیکھیے 6،18) یا الگ الگ دو مفرد جملے ہیں۔ اس بات کا تعین بھی لہجے کے ذریعے ہوتا ہے جسے اصطلاح میں 'سُر لہر' کہتے ہیں مثلاً۔ یہ جملے ملاحظہ ہوں۔

شام ہوچکی ہے'۔' مجھے گھر جانا ہے'

یہ دو مفرد جملے بھی ہوسکتے ہیں اور دونوں مل کر ایک مرکب جملہ بھی۔ اگر شام ہوچکی ہے کہتے ہوئے جملے کے آخری حصے کو اختتامی سُر میں ادا کیا جائے اور توقف کے بعد" مجھے گھر جانا ہے کو بھی اسی سُر میں ادا کیا جائے تو یہ دو جملے ہوں گے (تحریر میں ہر جملے کے بعد علامت ختمہ استعمال ہوگی) لیکن اگر یہی بات اس طرح ادا کی جائے کہ 'وقفی سُر' کی وجہ سے الفاظ 'ہوچکی ہے' کی ادائیگی ہموار سُر میں ہو اور 'مجھے گھر جانا ہے' کا آخری حصہ 'اختتامی سُر' میں ادا ہو تو یہی کلام ایک جملے پر مشتمل ہوگا (تحریر میں پہلی لسانی ہیئت کے بعد علامت سکتہ '، اور دوسری لسانی ہیئت کے بعد علامت ختمہ استعمال ہوگی)۔

اسی طرح استفہامیہ کا اظہار 'استفہامی سُر' اور فجائیہ جملے کا اظہار 'فجائیہ سُر' کے ذریعے ہوتا ہے (جن کی مکتوبی علامتیں بالترتیب '؟' اور '!' ہیں) اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں حسبِ موقع پیش کی گئی ہے۔

'جملے کی اِس ہیئتی خصوصیت کو اصطلاح میں 'تنغیمہ' (ٹیکسیم) کہتے ہیں جس طرح

---

(1) منقول از Revolution in Grammar Applied English Linguistics ہندوستانی ایڈیشن سنہ 1971ء ص 76۔

،صوتیہ، آواز کی وہ چھوٹی سے چھوٹی اکائی ہے جو بامعنی یا معنی سے متعلق ہے، اسی طرح "تنظیمیہ" جملے کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی ہے، جو بامعنی یا معنی سے متعلق ہے۔ اسی طرح "تنظیمیہ" جملے کی چھوٹی سے چھوٹی وہ ہیئتی اکائی ہے، جملے کی مذکورہ بالا خصوصیت کو جس میں سُر لہر کے ذریعے جملے کے اختتام یا توقف کا اظہار ہوتا ہے ° تنظیمیہ لہجہ، کہا جاتا ہے۔ تنظیمیہ لہجہ کا استعمال استفہامیہ اور فجائیہ جملوں میں بھی ہوتا ہے۔

4.2 تنظیمیہ ترتیب

جملہ الفاظ کا مجموعہ تو ہوتا ہے لیکن کیا الفاظ کا ہر مجموعہ جملہ کہلانے کا مستحق ہے؟ الفاظ کے مندرجہ ذیل مجموعے ملاحظہ ہوں:

(1) ہے اوپر بیٹھا بندر کے پیڑ۔ (2) جایا تم یار کرو تم نے تنہا سے میں لاکھ ہے کہ کیا نہ۔

کوئی بات سمجھ میں آئی؟۔ اب اگر انھیں الفاظ کی ترتیب بدل کر ہم یوں کہیں:

(1) بندر پیڑ کے اوپر بیٹھا ہے (2) میں نے تم سے لاکھ بار کہا ہے کہ تم تنہا جایا نہ کرو۔

تو بات فوراً سمجھ میں آجاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جملہ الفاظ کا صرف مجموعہ نہیں بلکہ بامعنی مجموعہ ہوتا ہے اور یہ معنی پن، صرف مجرد الفاظ کے ذریعے نہیں بلکہ جملے میں الفاظ کی مخصوص ترتیب کی بدولت پیدا ہوتا ہے۔ جملے کی اس قواعدی خصوصیت کو جس میں جملے میں الفاظ کی مخصوص ترتیب متعین ہوتی ہے ° "تنظیمیہ ترتیب، کہا جاتا ہے۔

اوپر درج کیے ہوئے بے معنی جملوں میں پہلے جملے کے الفاظ اس طرح بھی آگے پیچھے کیے جا سکتے ہیں:۔

(الف) اوپر بیٹھا کے پیڑ ہے بندر پیڑ ہے کے بیٹھا اوپر بندر

ہے پیڑ بیٹھا کے بندر اوپر۔

الفاظ کی اِن ترتیبوں سے بھی کوئی بات نہیں بنتی۔ اب یہ ترتیبیں ملاحظہ ہوں:۔

(ب) (1) بندر پیڑ کے اوپر بیٹھا ہے۔ (2) پیڑ کے اوپر بندر بیٹھا ہے۔

(3) اوپر پیڑ کے بندر بیٹھا ہے۔ (4) بندر ہے بیٹھا پیڑ کے اوپر۔

(5) پیڑ کے اوپر بندر ہے بیٹھا۔ (6) بیٹھا ہے بندر، پیڑ کے اوپر۔

جملہ نمبر ایک اور دو بامعنی ہیں لیکن جملے نمبر (3) تا (6) بھی بامعنی ہیں، لیکن الفاظ کی ترتیب وہ نہیں ہے جو بول چال میں مستعمل ہے۔ بول چال کی ترتیب جملہ نمبر

(2) میں ملتی ہے ۔ جملہ نمبر تین بول چال کے قریب ہے بلکہ قدیم بول چال کی یادگار ہے ۔ جملہ نمبر (4)، (5) اور (6) میں موزونیت ہے اس لیے یہ مصرعے کہلائے جا سکتے ہیں کیونکہ کلام موزوں میں الفاظ کی یہ ترتیب جائز ہے اور تعقید لفظی کے ذیل میں نہیں آتی ۔ جملے میں الفاظ کے مذکورۂ بالا اُلٹ پھیر سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں ۔ ایک تو یہ کہ جملے میں الفاظ کی ترتیب میں اُلٹ پھیر کرنے سے جملہ بامعنی بھی رہ سکتا ہے اور بے معنی بھی بن سکتا ہے اور دوسری بات یہ کہ معنی آفریں ترتیب بول چال کی ترتیب سے مختلف بھی ہو سکتی ہے ۔ دوسرے الفاظ میں اُردو جملے میں تنظیمیہ ترتیب متعین ہونے کے باوجود ایک خاص حد کے اندر اختیاری بھی ہوتا ہے ۔ اسی لیے مذکورہ بالا مجموعۂ الفاظ میں 'پیڑ کے اوپر' 'اوپر پیڑ کے'، یا 'پیڑ اوپر'، یا 'پیڑ پر'، تو کہا جا سکتا ہے لیکن کے اوپر پیڑ، یا 'اوپر پیڑ'، یا 'پر پیڑ'، اردو میں بے معنی مجموعۂ الفاظ ہیں ۔ کیونکہ اُردو جملے میں حرف جار 'پر' لازمی طور پر اسم کے بعد ہی آتا ہے ۔ انگریزی اور فارسی میں حرف جار اسم سے قبل آتا ہے ۔

اُردو جملے میں اجزائے کلام کے مقام مقرر ہیں ۔ مثلاً مندرجۂ ذیل جملہ ملاحظہ ہو ۔

'نیولا سانپ کھاتا ہے'

اِس جملے میں 'نیولا' فاعل، 'سانپ' مفعول اور 'کھاتا ہے' فعل ہے ۔

اس طرح کہ اُردو جملے میں فاعل، مفعول اور فعل کے مقام مقرر ہیں ۔ بالعموم فاعل جملے کی ابتدا میں، مفعول فعل کے قبل اور فعل سب کے آخر میں آتا ہے ۔

اب یہ جملہ دیکھیے : "بڑا نیولا چھوٹے سانپ کھاتا ہے"

اس جملے میں 'بڑا' اور 'چھوٹے' صفت ہیں جو علی الترتیب اسم 'نیولا'، اور 'سانپ' کے قبل آئے ہیں ۔ اُردو میں صفت اسم سے قبل آتی ہے ۔ اگر موصوف فاعل ہو تو جملے کی ابتدا بجائے فاعل کے صفت سے ہوتی ہے ۔

لیکن صفت خبری (دیکھیے 3 و 2 ص) فعل ناقص سے قبل آتی ہے جیسے 'نیولا بڑا ہے'۔

اُردو جملے میں متعلق فعل کا مقام سختی سے متعین نہیں ہے ۔ عام طور پر متعلق فعل کا مقام فعل سے فوراً قبل ہوتا ہے، جیسے :- "وہ دھیرے دھیرے آیا"

لیکن اگر متعلق فعل پر زور دینا مقصود ہو تو یوں بھی کہا جا سکتا ہے ۔

"دھیرے دھیرے وہ آیا"

زمانی متعلق فعل فاعل سے قبل بھی آتا ہے اور بعد بھی۔ اور کبھی فعل سے پہلے بھی مثلاً:
(1) کل وہ میرے پاس آیا (2) وہ کل میرے پاس آیا (3) وہ میرے پاس کل آیا۔
اُردو جملے میں اجزائے کلام کا مقام متعین ہونے کے باوجود ایک خاص حد کے اندر اختیاری کیوں ہے۔ اس کی وجہ جاننے کے لیے اُردو زبان کے لسانی مزاج سے واقفیت ضروری ہے۔ تصریفی زبانوں میں مختلف اجزائے کلام مخصوص ہیئتوں کے حامل ہوتے ہیں اور نہ صرف اپنے وظیفے کی بدولت بلکہ اپنی ہیئتوں کے ذریعے بھی پہچانے جاتے ہیں کہ فلاں فاعل ہے یا مفعول۔ اِن زبانوں میں اگرچہ جملے میں اِن اجزائے کلام کا مقام متعین ہوتا ہے لیکن اگر وہ جملے میں اپنے مقام سے ہٹا کر آگے پیچھے کردیے جائیں تو اپنے انداز قد سے پہچانے جا سکتے ہیں اور اس طرح نہ جملے کا مفہوم بدلتا ہے اور نہ خبط ہوتا ہے۔ سنسکرت، عربی اور لاطینی ایسی تصریفی زبانیں ہیں جن میں فاعل اور مفعول کی ہیئتیں مخصوص ہوتی ہیں۔ مثلاً عربی میں زیدٌ حالت فاعلی میں اور زیداً حالتِ مفعولی میں ہے۔
اُردو میں فاعل اور مفعول کے ساتھ کوئی صرفیہ جڑا نہیں ہوتا۔ لیکن بعض طرز کے جملوں میں فاعل کے بعد علامت فاعل 'نے' اور مفعول کے بعد علامت مفعول 'کو' بھی استعمال ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں جملے میں فاعل اور مفعول کے مقام بدلنے سے جملے کے معنی خبط یا تبدیل نہیں ہوتے مثلاً ایک جملہ ہے۔
بیل نے لڑکے کو دوڑایا۔
اِس جملے میں 'بیل' فاعل ہے اور 'لڑکے' مفعول۔ لیکن اِن کے ساتھ علامت فاعل (نے) اور علامت مفعول (کو) دونوں استعمال ہوئی ہیں۔ فاعل جملے کی ابتدا میں آیا ہے اور مفعول فعل سے قبل۔ لیکن اسی جملے کی مندرجہ ذیل ترتیبیں بھی ممکن ہیں۔
(1) لڑکے کو بیل نے دوڑایا۔ (2) بیل نے دوڑایا لڑکے کو۔ (3) لڑکے کو دوڑایا بیل نے (4) دوڑایا بیل نے لڑکے کو۔ (5) دوڑایا لڑکے کو بیل نے۔
اِن جملوں میں فاعل کو مفعول اور فعل کے مقام پر یا مفعول کو فاعل اور فعل کے مقام پر یا پھر فعل کو فاعل اور مفعول کے مقام پر لانے سے مفہوم میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی کیونکہ علامت فاعل 'نے' اور علامت مفعول 'کو' فاعل و مفعول کی شناخت کا کام دیتی ہیں۔ مندرجۂ بالا جملوں میں فاعل بیل ہی رہتا ہے اور مفعول لڑکا ہی۔ تصریفی زبانوں میں فاعلی اور مفعولی

فاعل و مفعول سے بالترتیب متصل ہوتے ہیں لیکن اُردو میں حروف جار 'نے'، اور 'کو'، اپنا آزاد وجود رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے اُردو تصریفی زبانوں کی اس خصوصیت میں شریک ہو جاتی ہے کہ ان میں اجزائے کلام کا مقام بدلنے سے جملے کا مفہوم نہ تو بدلتا ہے اور نہ خبط ہوتا ہے۔

اس کے برعکس تحلیلی زبانوں میں اجزائے کلام کا مقام بدلنے سے جملے کا مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔ چونکہ ان زبانوں میں فاعل اور مفعول کے ساتھ کوئی علامت جڑی نہیں ہوتی اس لیے جملے میں یہ صرف اپنے مقام سے پہچانے جاتے ہیں، مثلاً یہ اُردو جملہ ملاحظہ ہو:

نیولا سانپ کھاتا ہے۔

اِس جملے میں فاعل 'نیولا' جملے کی ابتدا میں آیا ہے اور مفعول 'سانپ' فعل 'کھاتا ہے' کے قبل آیا ہے۔ چونکہ اس جملے میں نہ تو فاعل کے بعد علامت فاعل 'نے'، اور نہ مفعول کے بعد علامت مفعول 'کو'، استعمال ہوئی ہے اس لیے اس طرز کے جملے میں فاعل اور مفعول دونوں اپنے مقام کے ذریعے پہچانے جاتے ہیں۔ اگر ہم لفظ 'نیولا' کی جگہ لفظ 'سانپ'، اور لفظ سانپ کی جگہ لفظ 'نیولا'، رکھ دیں تو سانپ 'فاعل'، اور 'نیولا' مفعول بن جائے گا اور جملے کا مفہوم ہی الٹا ہو جائے گا، سانپ نیولا کھاتا ہے۔

اِس لحاظ سے اُردو تحلیلی زبانوں کی اس خصوصیت میں بھی شریک ہو جاتی ہے کہ ان میں اجزائے کلام جملے میں صرف اپنے مقام سے پہچانے جاتے ہیں۔ چونکہ اُردو میں مخصوص طرز کے جملے ہی میں علامت فاعل 'نے'، اور علامت مفعول 'کو'، استعمال ہوتی ہیں اور یہ علامتیں ہر طرز کے جملوں میں نہیں پائی جاتیں اس لیے اُردو تصریفی اور تحلیلی زبانوں کے بین بین کہی جا سکتی ہے۔

اُردو جملے میں اجزائے کلام کی ترتیب متعین تو ہے لیکن یہ ترتیب بعض صورتوں میں اختیاری بھی ہوتی ہے۔ مثلاً:

(۱) اُردو جملے میں فعل عموماً آخر میں آتا ہے لیکن زور پیدا کرنے کے لیے ابتدا میں بھی آسکتا ہے جیسے:

(الف) ہے کوئی مائی کا لال؟ (ب) اب آتے ہیں آپ کے سامنے جگر مراد آبادی۔

(ج) دکھا دو اپنا چہرہ۔ (د) دوں ایک طمانچہ!

ایسی صورت میں فعل پر زور پڑتا ہے اور بل پڑنے فعل کی ادائیگی میں آواز بلند ہو جاتی ہے۔

(۲) مندرجہ ذیل مخصوص جملے میں: 'ایک تھا بادشاہ'

(2) اُردو جملے میں عموماً فاعل مفعول سے قبل آتا ہے لیکن بعض صورتوں میں یہ ترتیب بدل جاتی ہے اور مفہوم میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔

(الف) یہ کتابیں تم کہاں لیے جارہے ہو؟ (ب) دودھ بلی پی گئی۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھیے مجہول جملے 3.13)

(3) اُردو میں صفت اسم سے قبل آتی ہے لیکن زورِ بیان کے لیے اسم کے بعد بھی استعمال کرتے ہیں جیسے:

میں نے ایک غار دیکھا۔ بھیانک۔ تاریک اور گہرا۔

جملے میں ترکیبوں کا استعمال بھی بعض مقامات پر اختیاری ہے۔ اس کی تفصیل ترکیبوں کے تحت ملاحظہ کیجیے۔

4.3 **ترکیب** ذیل کے مجموعۂ الفاظ ملاحظہ ہوں:-

(الف) (1) لمبا آدمی۔ بہتا پانی۔ (2) کھلونے کی دکان۔ سونے کی انگوٹھی

(ب) (1) گھر میں۔ میز پر۔ (2) پاؤں کے نیچے، گھر کے اندر، چھت کے اوپر۔

اگر آپ کسی کے سامنے مذکورۂ بالا الفاظ استعمال کریں تو سننے والے پر وہی اثر ہوگا جو ایک لفظ مثلاً 'آدمی'، 'دکان'، یا 'گھر' سننے سے ہو سکتا ہے۔ جس طرح ایک لفظ کے معنی قوت سے فعل میں صرف جملے کے حدود میں آتے ہیں، اسی طرح کچھ مجموعۂ الفاظ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے معنی جملے ہی میں ابھرتے ہیں۔ الفاظ کا ایسا مجموعہ جو قواعدی وظیفے کے اعتبار سے ایک ہی لفظ کی طرح پیش آئے اصطلاح میں 'ترکیب' کہلاتا ہے۔

4.4 اسمی ترکیب: **ترکیب توصیفی** اب یہ ترکیبیں ملاحظہ ہوں:

(1) لمبا آدمی (2) کالا لمبا آدمی (3) موٹے ہونٹوں والا کالا لمبا آدمی

(4) بڑے بالوں، چھوٹے کانوں اور موٹے ہونٹوں والا کالا لمبا آدمی۔

(5) کرسی پر بیٹھا ہوا، بڑے بالوں، چھوٹے کانوں اور موٹے ہونٹوں والا کالا لمبا آدمی۔

مذکورہ بالا مجموعۂ الفاظ ترکیبیں ہیں۔ ان ترکیبوں میں لفظ 'آدمی' بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور اس سے قبل کے تمام الفاظ اس آدمی کے بارے میں کچھ نہ کچھ بتاتے ہیں چونکہ ان ترکیبوں میں 'آدمی' بنیادی حیثیت رکھتا ہے اس لیے اسے مذکورہ بالا ترکیبوں کا 'راس' کہتے ہیں۔ اسے مرکزہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس ترکیب کو اسمی ترکیب کہتے ہیں۔ چونکہ ایسی ترکیبوں میں ایک ہی

توصیفی کے اجزائے کلام استعمال ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی بناوٹ "داخل مرکزی" کہلاتی ہے۔
بڑا قلم، بہت بڑا قلم، سب سے بڑا قلم۔ یہ سب اسمی ترکیبیں ہیں۔ جن میں 'بڑا' صفتِ ذاتی، 'بہت' صفت تشدیدی اور 'سب سے بڑا' تفضیل کل ہے۔ چونکہ 'بڑا' صفت ہے اور 'قلم' موصوف اس لیے مندرجہ بالا ترکیبیں "ترکیب توصیفی" کہلاتی ہیں۔ چونکہ 'ترکیب توصیفی' اسم کی طرح پیش آتی ہے۔ اس لیے ترکیب توصیفی دراصل اسمی ترکیب ہے۔

اسمی ترکیب کے طور پر استعمال ہونے والی ترکیب توصیفی میں بیک وقت صفت کی کئی قسمیں بھی استعمال ہو سکتی ہیں۔ ایسی صورت میں ان کی تنظیمیہ ترتیب اور جملے میں مخصوص ہوتی ہے، مثلاً:

(الف) اگر اردو اسمی ترکیب ترکیب توصیفی ہو اور اس میں جب صفت ذاتی اور صفت تشدیدی دونوں استعمال ہوں تو صفت تشدیدی صفتِ ذاتی سے قبل آتی ہے، جیسے:

بہت بڑا قلم۔ نہایت عمدہ تصویر، بہت زیادہ حسین لڑکی۔

اردو میں * بڑا بہت قلم؛ * عمدہ نہایت تصویر، * حسین بہت زیادہ لڑکی نہیں کہتے۔

(ب) جب اردو اسمی ترکیب ترکیب توصیفی ہو اور اس میں صفتِ ذاتی کے ساتھ صفت عددی یا صفت مقداری استعمال ہو تو صفت عددی یا مقداری صفتِ ذاتی سے قبل آتی ہے جیسے:

'دس بڑے آم'، کئی خوبصورت عورتیں، چند اچھے لوگ، کچھ عمدہ گیہوں۔

'دس بڑے آم' کی جگہ 'بڑے دس آم' بھی کہا جا سکتا ہے، خصوصاً اس صورت میں جب تعداد پر زور دینا مقصود ہو۔ یہاں تقدیم و تاخیر اختیاری ہے لیکن:

* خوبصورت کئی عورتیں، * اچھے چند لوگ، * عمدہ کچھ گیہوں۔ اردو میں نہیں کہتے۔

(ج) اگر اردو اسمی ترکیب، ترکیب توصیفی ہو اور اس میں صفت ذاتی کے علاوہ صفت عددی یا مقداری اور صفت تشدیدی بھی ہوں تو (1) پہلے صفت عددی یا مقداری (2) اس کے بعد صفت تشدیدی اور (3) آخر میں صفتِ ذاتی کا استعمال ہوتا ہے، جیسے:

دس کافی بڑے آم۔ کئی نہایت خوبصورت عورتیں، چند بہت اچھے لوگ۔ کچھ نہایت عمدہ گیہوں۔

* کافی دس بڑے آم * نہایت کئی خوبصورت عورتیں وغیرہ اردو میں نہیں کہتے۔

(د) اگر اُردو اسمی ترکیب توصیفی ہو اور اس میں صفت ذاتی ایک سے زائد ہوں تو ان کی تقدیم و تاخیر اختیاری ہو سکتی ہے اور نہیں بھی۔

(ایک) اگر صفاتِ ذاتی میں کوئی گہرا معنوی علاقہ نہ ہو تو تقدیم و تاخیر اختیاری ہے، جیسے اچھی، نفیس، بلند پایہ، دیدہ زیب، قیمتی اور عالمانہ کتابیں۔

مذکورہ بالا ترکیب میں صفاتِ ذاتی میں تقدیم و تاخیر اختیاری ہے۔ اگر شروع میں ضمیر اشارہ استعمال ہو تو پھر اس سے پہلے کوئی صفت استعمال نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں اس ترکیب کو بند بناوٹ والی ترکیب کہتے ہیں؛

(دو) لیکن جب ترکیب توصیفی میں کوئی اسم بطور صفت استعمال ہو تو وہ موصوف کے فوراً قبل آتا ہے اور صفتِ ذاتی اِس صفت نما اسم سے قبل آتی ہے جیسے جدید اُردو شاعری بجائے اُردو جدید شاعری، خوبصورت انگریز دوست، بجائے انگریز خوبصورت دوست۔

(2) ترکیب اضافی

محمود کا قلم، حمید کی ماں، احمد کے کھلونے۔

یہ ایسی ترکیبیں ہیں جن میں ایک کا دوسرے سے تعلق حرف کا ۔ کی ۔ کے ذریعے ظاہر کیا گیا ہے۔ ترکیب 'محمود کا قلم' میں قلم کا تعلق محمود سے ظاہر کیا گیا ہے۔ قلم کو اصطلاح میں 'مضاف'، محمود کو 'مضاف الیہ' اور 'کا' کو حرفِ اضافت کہتے ہیں اور یہ ترکیب 'ترکیب اضافی' کہلاتی ہے۔

معنوی سطح پر حرف اضافت مضاف الیہ اور مضاف کے درمیان مختلف نوعیتوں کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے:-

(1) ملکیت کا تعلق ـــــ احمد کا قلم؛ احمد کی کتاب؛ احمد کے باغ۔
(2) رشتے کا تعلق ـــــ احمد کا باپ، احمد کی ماں؛ احمد کے بیٹے۔
(3) اشیا کا باہمی تعلق ـــــ سونے کی انگوٹھی؛ شہنائی کی آواز۔ گلاب کا رنگ
(4) مکانی تعلق ـــــ بمبئی کا ٹھگ؛ گھر کی مُرغی
(5) زمانی تعلق ـــــ چار دن کی چاندنی؛ سولہ سال کا جوان
(6) جزو کا کُل سے تعلق ـــــ سر کے بال؛ پاؤں کا انگوٹھا

(7) کسی بات کے من حیث الکل اظہار کے لیے ــــ گھر کا گھر؛ سب کے سب؛ شہر کا شہر

(8) پچھلی حالت کے برقرار رہنے کو ظاہر کرنے کے لیے ــــ ٹیڑھی کی ٹیڑھی۔ ویسے کا ویسا

(9) قیمت کا تعلق ــــ دو روپے کا گھی (یہاں قیمت مقدر ہے یعنی دو روپے قیمت کا گھی۔)

(10) استعارے کا تعلق ــــ ع مہکیں ترے عارض کے گلاب اور زیادہ

(11) صفتِ ذاتی کے طور پر ــــ غضب کا آدمی؛ اعلیٰ درجے کے لوگ

(12) کسی تعلق کی وضاحت کے لیے ــــ پینے کا پانی؛ اتوار کا دن

اردو میں کبھی کبھی ایک حرف اضافت کی جگہ دو دو حروف اضافت بھی استعمال ہوتے ہیں، جیسے:- احمد کے لائق کی کتاب۔ احمد کے برابر کا آدمی،

کبھی حرف اضافت کسی اور حرف جار کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے۔ میز پر کی کتاب۔

حرف اضافت کی جگہ اردو میں لفظ 'والا' بھی استعمال ہوتا ہے جو مؤنث واحد جمع مضاف کی مطابقت میں والی اور مذکر جمع مضاف کی مطابقت میں 'والے' بن جاتا ہے۔ جیسے: سامنے والا دروازہ (= سامنے کا دروازہ)؛ پاس والی سڑک (= پاس کی سڑک)، یہ بھی اضافی ترکیبیں ہیں۔

چونکہ اضافی ترکیب میں مضاف راس کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اضافی ترکیب بھی اسم کی طرح پیش آتی ہے، اس لیے ترکیب توصیفی کی طرح ترکیب اضافی بھی اسمی ترکیب کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

اسمی ترکیب کے طور پر استعمال ہونے والی ترکیب اضافی میں مضاف کے ساتھ صفت کا بھی استعمال ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں مضاف الیہ اور صفت کی تنظیمیہ ترتیب مخصوص ہوتی ہے مثلاً:

(الف) اگر اردو اسمی ترکیب، ترکیب اضافی ہو اور اس میں مضاف کے لیے صفت ذاتی کا استعمال ہو تو مضاف الیہ صفت سے پہلے آتا ہے جیسے:

احمد کا چھوٹا بھائی

(ب) اگر اردو اسمی ترکیب، ترکیب اضافی ہو اور اس میں مضاف کے لیے صفت ذاتی کے علاوہ صفتِ عددی/مقداری، صفت تشدیدی اور مضاف الیہ کا استعمال ہو تو (1) سب سے پہلے مضاف الیہ (2) اس کے بعد صفت عددی/مقداری (3) پھر صفت تشدیدی اور (4) سب سے آخر میں صفت ذاتی کا استعمال ہوتا ہے جیسے:

احمد کے	کچھ	نہایت	عمدہ	گھوڑے
1	2	3	4	5

(ج) اُردو میں ضمیر اضافی مضاف سے قبل آتی ہے، جیسے میری کتاب، اس کی ٹوپی۔[1]
اگر اسمی ترکیب کے طور پر استعمال ہونے والی ترکیب اضافی میں مضاف الیہ کی جگہ ضمیر اضافی کا استعمال ہو تو مضاف الیہ کی طرح یہ ضمیر سب سے قبل یعنی جملے کی ابتدا میں آتی ہے جیسے:

میرا چھوٹا گھوڑا ۔ میرے کچھ نہایت عمدہ گھوڑے

(د) اگر اسمی ترکیب کے طور پر استعمال ہونے والی ترکیب اضافی میں صفت ضمیری 'یہ' استعمال ہو تو صفت ضمیری مضاف الیہ کے بعد آتی ہے اور بقیہ صفات کی ترتیب وہی ہوتی ہے جو ترکیب توصیفی میں ہوتی ہے، جیسے :-

احمد کے یہ چند نہایت عمدہ گھوڑے

لیکن اگر مضاف الیہ کی جگہ ضمیر اضافی آئے تو صفت ضمیری اس سے پہلے بھی آتی ہے اور بعد میں بھی :-

میرے یہ چند نہایت عمدہ گھوڑے اور یہ میرے چند نہایت عمدہ گھوڑے

(3) **ترکیب توصیفی اور حالیہ**

حالیہ ناتمام اور حالیہ تمام بھی اسم سے قبل آکر صفت کا وظیفہ انجام دیتے ہیں۔ انھیں

---

(۱) لیکن باغ و بہار میں مضاف کے ابتدا میں آنے یا ضمیر اضافی کے مضاف کے بعد استعمال ہونے کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً:

منشا اس تالیف کا یہ ہے	بجائے	اِس تالیف کا منشا یہ ہے
نام اس کا آزاد بخت تھا	بجائے	اِس کا نام آزاد بخت تھا
دکانیں بازار کی کھلی رہتیں	بجائے	بازار کی دکانیں کھلی رہتیں

اگرچہ باغ و بہار قدیم اردو بول چال کا مستند نمونہ ہے پھر بھی یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ مثالیں سچ مچ قدیم اُردو بول چال کا نمونہ ہیں یا مکتوبی زبان میں عربی فارسی ترکیبوں کی تقلید جن میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں استعمال ہوتا ہے اور ضمیر اضافی مضاف کے بعد آتی ہے۔

• فعلِ صفت، بھی کہا جاتا ہے۔ ایسی ترکیب وصفی میں اسم راس ہوتا ہے اور پوری ترکیب اسمی ترکیب کا حکم رکھتی ہے۔

اس طرح کی اسمی ترکیب میں حالیہ ناتمام اور تمام اسم سے قبل آتے ہیں۔

قوسین کی عبارت اختیاری ہے۔

(الف) حالیہ ناتمام:

(1) کانپتے ہوئے ہاتھ (2) ڈگمگاتے (ہوئے) پاؤں (3) اُچھلتی، کودتی، ناچتی، گاتی لہریں (4) جوان ہوتی ہوئی لڑکیاں (5) کام کرتے ہوئے مزدور۔

چونکہ حالیہ ناتمام فعل ہی کا روپ ہے اس لیے حالیہ ناتمام (اور حالیہ تمام) سے قبل متعلق فعل کا بھی استعمال ہو سکتا ہے جیسے:

(1) زور زور سے کانپتے ہوئے ہاتھ (2) اِدھر اُدھر ڈگمگاتی ہوئی ٹانگیں۔ (3) تیزی سے جوان ہوتی ہوئی لڑکیاں۔

[نوٹ: حالیہ ناتمام بطور اسم بھی آتا ہے جیسے: ع مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا]

(ب) حالیہ تمام:۔ ذیل کی ترکیبوں میں حالیہ تمام کا استعمال راس۔ اسم سے قبل ہوا ہے۔ قوسین کی عبارت اختیاری ہے۔

(ایک) بجھی (ہوئی) آگ، پھٹی (ہوئی) آنکھیں۔ جھلسے (ہوئے) چہرے۔

(دو) فعل کی تکرار یا دو قریب المعنی افعال کے ساتھ جیسے:

جھکی جھکی پلکیں، بھری بھری بانہیں، دیکھے بھالے لوگ، گری پڑی چیزیں۔

(تین) اگر حالیہ تمام مرکب ہو تو اس کا عضو اول اسم اور عضو ثانی فعل ہوتا ہے، جیسے:

مُنہ دیکھی تعریف، آنکھوں دیکھا حال، کانوں سنی بات۔

(چار) حالیہ تمام حرف جار کے اضافے کے ساتھ بھی صفت کے طور پر آتا ہے، جیسے رات کا کیا ہوا وعدہ، میز پر رکھی ہوئی کتاب، آتش دان کے قریب کھڑی ہوئی عورت۔

[نوٹ:۔ حالیہ تمام بطور اسم بھی آتا ہے مرے کو مارے شاہ مدار]

ایسی تمام تراکیب وصفی جن میں حالیہ بطور صفت آئے اسمی ترکیب کا حکم رکھتی ہیں۔

2 4) اسمی ترکیب اور مصدر: اردو جملوں میں مصدر بھی بطور اسم آتا ہے جیسے:

ہنسنا اچھی عادت ہے

اُردو میں مرکب نا فعل غیر امدادی کی صورت میں مرکب نا مصدر استعمال ہوتا ہے

جیسے : چوری کرنا بُرا ہے

اِس جملے میں چوری کرنا، اسمی ترکیب ہے۔

چونکہ مصدر فعل ہی کا روپ ہے اس لیے اِس سے قبل متعلق فعل بھی استعمال ہوتا ہے جیسے:

تیز تیز دوڑنا اچھی ورزش ہے جلدی جلدی کھانا بُری عادت ہے

اُردو جملے میں مصدر کے ساتھ اضافی ترکیب بھی مستعمل ہے جیسے:

دل کا آنا (آفت سے کم نہیں) وہاں کا جانا (ٹھیک نہیں)

کبھی کبھی راس۔ اسم سے قبل مصدر بطور مضاف الیہ آئے تو حرف اضافت کا۔ کی

۔ کے، کا استعمال ہوتا ہے اور علامت مصدر 'نا' منصرف ہو کر 'نے' بن جاتی ہے جیسے،

ہنسنے کی عادت ؛ کام کرنے کی مشق

ایسی اضافی ترکیبوں میں مصدر سے قبل بھی حرف اضافت کا استعمال ہوتا ہے:

اُس کی ہنسنے کی عادت

اس مصدر سے قبل متعلق فعل بھی آتا ہے۔

اس کی زور سے ہنسنے کی عادت، احمد کی تیزی سے بولنے کی عادت ایسی صورت میں ضمیر اضافی

۔ یا مضاف الیہ جملے کی ابتدا میں آتا ہے اور متعلق فعل مصدر سے قبل۔ ایسی ترکیب میں مصدر، مضاف

الیہ ثانی کی حیثیت رکھتا ہے اور مضاف سے قبل آتا ہے۔

(5) اسمی ترکیب اور بدل

یہ جملہ ملاحظہ ہو : میرا بھائی احمد تمھارا دوست ہے۔

اِس جملے میں ترکیب میرا بھائی جو اصل میں ترکیب اضافی ہے اسم احمد کی وضاحت کے

طور پر استعمال ہوئی ہے۔ اسے اصطلاح میں 'بدل' کہتے ہیں۔ بدل وہ متوازی اسمی ترکیب ہے

جو فاعل یا مفعول کی وضاحت کرے، جب کسی جملے میں کوئی ترکیب فاعل یا مفعول کی وضاحت

کے لیے استعمال ہو تو متعلقہ فاعل یا مفعول کو 'مبدل منہ' کہتے ہیں۔ مذکورہ بالا جملے میں 'میرا

بھائی' بدل اور احمد مبدل منہ' ہے۔

بدل ایک لفظ بھی ہو سکتا ہے، اور مبدل منہ سے قبل بھی آتا ہے اور بعد میں بھی جیسے؛

'شہر دہلی، جناب داغ ۔ اور دہلی شہر؛ اکبر بادشاہ

بدل مبدل منہ سے قبل بھی آتا ہے اور بعد میں بھی جیسے؛

(الف) ہمارے آقائے نامدار، حضرت محمدؐ فرماتے ہیں ۔ ۔ ۔

جنوں کے بادشاہ فرخ نے کہا ۔ چھوٹے بڑے سب آپ کی قدر کرتے ہیں

(ب) جناب ماچیائی وزیر خارجہ' چین تشریف لے گئے۔

جناب عبدالرحمٰن، صدر مدرس نے کہا:

'بدل' کو جملے میں وقفی نشر کے ذریعے ممتاز کیا جاتا ہے۔

فعلی ترکیب: متعلق فعلی ترکیب

ہم جانتے ہیں کہ متعلق فعل، فعل کی صراحت کرتا ہے۔ اگر کوئی ترکیب متعلق فعل کا وظیفہ انجام دے تو اسے متعلق فعلی ترکیب کہتے ہیں، اس ترکیب میں بالعموم حرف جار کا استعمال ہوتا ہے یعنی یہ ترکیب مجروری ہوتی ہے جیسے: احمد گھر میں ہے

اس جملے میں 'گھر میں' متعلق فعلی ترکیب ہے۔ کیونکہ یہ ترکیب متعلق فعل مکانی کا کام کر رہی ہے۔

سوال: احمد کہاں ہے؟ جواب: گھر میں۔

کبھی کبھی اسم بھی متعلق فعل کا کام کرتا ہے' جیسے؛

وہ گزشتہ ہفتے گھر آیا۔ وہ گھر گیا وہ شہر گیا ہے

مکانی ۔ گھر میں؛ شہر میں۔

اُس کی زبان میں جادو ہے۔ ہاتھ میں شفا ہے۔ دُعا میں اثر ہے۔

ان جملوں میں گزشتہ ہفتے، شہر اور گھر متعلق فعل کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔

متعلق فعلی مجروری ترکیبوں میں مندرجۂ ذیل حروف جار استعمال ہوتے ہیں:

(۱) 'میں'[1]؛ مکانی متعلق فعلی ترکیبوں اور زمانی متعلق فعلی ترکیبوں ۔ دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔

---

(۱) 'میں' مندرجۂ ذیل دوسرے مواقع پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ مقابلہ: وہ عمر میں مجھ سے بڑا ہے، وہ لاکھوں میں ایک ہے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ پیمائش، ناپ میں کم ہے، وزن میں کم ہے۔

زمانی: دن میں، سال میں، رات میں، آخر میں۔
کبھی کبھی طوری متعلق فعلی ترکیب میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے:
وہ جلدی میں تھا ؛ حقیقت میں ایسا نہیں ہے: اصل میں میں اسے نہیں جانتا۔

(2) 'سے'[1]
مکانی؛ زمانی؛ طوری اور دیگر متعلق فعلی ترکیبوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے:
مکانی: وہ گھر سے نکلا؛ سر سے پاؤں تک؛ وہ راستے سے لوٹ گیا۔
زمانی: وہ صبح سے نہیں آیا۔ وہ کل سے غائب ہے۔
ذریعہ نما: وہ بس سے گیا
طوری: شوق سے؛ چپکے سے؛ دھیرے؛ بھولے سے: آہستہ سے وغیرہ۔
آلی: اس نے لکڑی سے مارا۔
سببی: میں آپ کے خوف سے نہیں آیا۔

(3) تک ـــ اختتام یا انتہا ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے۔
مکانی: گھر تک
زمانی: شام تک
[نوٹ: تک حرف تاکید کے طور پر بھی آتا ہے، جیسے: "ہمیں خبر تک نہ ہوئی"]

(4) پر ـــ
مکانی: میز پر؛ سر پر، گھر پر (بمعنی گھر میں)
(مجازی استعمال: وہ لڑائی پر گیا ہے؛ اس کا دارومدار مجھ پر ہے)
زمانی: وقت پر

(5) کو[1] ـــ یوں تو علامت مفعول ہے لیکن متعلق فعلی ترکیب میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

---

(1) علامت مفعول کے طور پر بھی مستعمل ہے، جیسے: مجھے اس سے نفرت ہے۔ میں نے اس سے کہا، اضافی تعلق کے لیے مستعمل ہے جیسے: وہ آنکھوں سے اندھا ہے۔ مثلاً، وہ احمد سے بڑا ہے۔

(1) 'کو' زمانے کے اظہار میں بھی مدد دیتا ہے جیسے وہ آنے کو ہے، یعنی ابھی آئے گا۔ کبھی فعل ناقص 'ہو' کو محذوف کر کے 'کو' کا استعمال ہوتا ہے، جیسے:
جور و جفا کو کاوشِ خونِ جگر کو میں (یعنی جور و جفا کے لیے میں رہ گیا)۔

مکانی: یہ راستہ کالج کو جاتا ہے۔ خیر سے بدھو گھر کو آئے۔ کدھر کو ؟ اِدھر کو۔
زمانی: وہ اتوار کو گھر لوٹا، وہ رات کو آیا۔ کل کو تم کہو گے کہ :
'وہ رات آیا'، بجائے 'وہ رات کو آیا'، بھی کہتے ہیں۔
طوری: بھلے کو ؎ میخانے کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ
سببی: (بمعنی 'کے لیے') وہ سیر کو نکلا۔
؎ شباب سیر کو آیا تھا سوگوار گیا
کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں۔ (کہنے کو بمعنی کہنے کے لیے)
(۶) آگے / پیچھے (تکراری)
مکانی: وہ آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ آگے چل رہا تھا
میں پیچھے پیچھے تھا۔ میں پیچھے تھا
زمانی: (ان معنوں میں تنہا آتا ہے)
؎ آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
فعلی ترکیب :- یہ جملہ پھر ملاحظہ ہو: 'احمد گھر میں ہے'
اس جملے میں 'گھر میں ہے' بھی ترکیب ہے۔ اس میں 'فعل' ہے، راس کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے یہ ترکیب° فعلی ترکیب کہلاتی ہے، ہم بتا چکے ہیں کہ اس جملے میں 'گھر میں' متعلق فعلی ترکیب ہے۔ 'گھر میں ہے'، ایسی کلاں تر ترکیب ہے جس میں متعلق فعلی ترکیب 'گھر میں'، شمولی موقف میں ہے۔
چونکہ متعلق فعل اور فعل میں نوعی تعلق ہے اس لیے فعلی ترکیب بھی داخل مرکزی ترکیب ہے۔
فعلی ترکیب افعال ناقصہ پر بھی مشتمل ہوتی ہے :-
(الف) ایسی صورت میں اگر فعلی ترکیب میں متعلق فعلی ترکیب شامل ہو تو وہ تکملۂ ناقص کے طور پر آتی ہے، جیسے :
احمد گھر میں ہے۔ میں متعلق فعلی ترکیب گھر میں تکملۂ ناقص کے طور پر استعمال ہوئی ہے۔
احمد کل یہیں تھا۔
اِس جملے میں 'کل' اور 'یہیں' تکملۂ ناقص کے طور پر آئے ہیں۔
نوٹ: عموماً طوری متعلق فعل تکملۂ ناقص کے طور پر نہیں آتا۔

"وہ دفعتہً گھر میں ہے یا "احمد دھیرے دھیرے وہاں تھا، اُردو میں مستعمل نہیں۔ اور نہ معنوی لحاظ سے ایسا ممکن ہے.

(ب) فعلی ترکیب میں اسمی ترکیب بطور تکملۂ ناقص آتی ہے۔ جیسے:

احمد فوج کا کپتان ہے۔ شیلا بڑے گھر کی بیٹی ہے۔ اسلم ایک مالدار آدمی کا بھائی ہے۔

فعلی ترکیب میں اسمی ترکیب بطور مفعول آتی ہے۔

احمد میٹھے آم کھا رہا ہے۔ احمد نے محمود کو کتاب دی۔

4•4 ترکیبوں کا جملے میں مقام

اردو جملے میں اسمی ترکیب فاعل کی حیثیت سے جملے کی ابتدا میں اور مفعول کی حیثیت سے فعل سے قبل آتی ہے۔ فعلی ترکیب جملے کے آخر میں آتی ہے۔

متعلق فعلی ترکیبیں اُردو جملے میں بالعموم فاعل سے قبل آتی ہیں:

رانی کے پاس ایک طوطا تھا۔ گھر میں ایک بھی آدمی نہیں۔

لیکن جب متکلم فاعل پر زور دینا چاہے تو مجروری ترکیبیں فاعل کے بعد ورنہ فاعل سے قبل استعمال ہوتی ہیں۔ مندرجہ ذیل جملوں میں مجروری ترکیبوں کا مقام اختیاری ہے:۔

	الف	ب
(1)	اُردو ہمارے کالجوں میں پڑھائی جاتی ہے	ہمارے کالجوں میں اُردو پڑھائی جاتی ہے
(2)	ہم غالب پر فخر کرتے ہیں	غالب پر ہم فخر کرتے ہیں
(3)	یہ جملہ اُردو میں اس طرح استعمال نہیں کرتے	اُردو میں یہ جملہ اس طرح استعمال نہیں کرتے۔

کبھی کبھی جملے میں اضافی ترکیبوں کے غلط مقام سے وہ مفہوم نہیں پیدا ہوتا جو قائل کا مقصود ہے اور جملہ مبہم ہو جاتا ہے۔ مثلاً اخبار کی یہ سُرخی ملاحظہ ہو:

"اندرا کانگریس کی حکومت سے علیحدگی پر آمادگی"

بظاہر اندرا کانگریس کی حکومت ترکیباً معلوم ہوتی ہے، لیکن کہنے والا یہ کہنا چاہتا ہے۔ 'حکومت سے علیحدگی پر اندرا کانگریس کی آمادگی'۔

4•5 تنظیمیہ انتخاب

جملے کی ایک اور قواعدی خصوصیت جس میں مختلف اجزائے کلام میں مخصوص صرفیوں کے

انتخاب سے مطابقت پیدا کی جاتی ہے اصطلاح میں ° تنظیمیہ انتخاب ، کہلاتی ہے۔ اسے ° مطابقت بھی کہتے ہیں۔ اُردو میں ' مطابقت ' کی دو قسمیں ہیں۔

(1) ° متابعت اور (2) ° توافق

متابعت دراصل تصریفی زبانوں کی خصوصیت ہے جن میں مختلف ' حالتوں ' کے لیے فعل کی رعایت سے مفعول میں مخصوص ہیئتیں استعمال ہوتی ہیں۔ جہاں تک اُردو کا تعلق ہے، متابعت صرف ضمیر میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً:

(1) میں نے تجھ کو مارا۔ (2) تو نے مجھ کو مارا۔

پہلے جملے میں ' میں نے ' فاعلی حالت میں ہے اور تجھ کو مفعولی حالت میں۔ مفعولی حالت میں ' میں کو ' کبھی استعمال نہیں ہوگا۔ بلکہ ' میں ' کی مخصوص ہیئت ' مجھ ' استعمال ہوگی۔ اسی طرح دوسرے جملے میں تو نے فاعلی حالت میں ہے جو مفعولی حالت میں تو کو کی جگہ تجھ کو بن جائے گا اور ' مجھ کو ' مفعولی حالت میں ہے جو ' میں کو ' کبھی نہیں بنے گا۔ اس لزوم کو متابعت کہتے ہیں۔

توافق کی دو قسمیں ہیں:

(1) ° اسمی توافق (2) ° فعلی توافق

جب جنس اور تعداد کے مقابلے میں اسم اور صفت میں مطابقت پائی جائے تو اسے ' اسمی توافق ' کہتے ہیں۔ اکثر زبانوں میں صفت موصوف کی جنس و تعداد کی مطابقت میں ہوتی ہے مثلاً عربی کی توصیفی ترکیبوں میں (جنھیں عربی قواعد میں مرکباتِ توصیفی کہتے ہیں) صفت موصوف کی جنس و تعداد کی مطابقت میں ہوتی ہے، مثلاً:۔

(1) وَلَدٌ حَسَنُ الوجہ = خوبصورت لڑکا

(2) بِنْتٌ حسنۃ الوجہ = خوبصورت لڑکی

پہلے جملے میں موصوف مذکر ہے اس لیے صفت حَسَنٌ بھی مذکر ہے۔ لیکن دوسرے جملے میں چونکہ موصوف مؤنث ہے اس لیے صفت حسنۃٌ بھی مؤنث ہے۔

اُردو جملے میں ' اسمی توافق ' صرف اِسی صورت میں پایا جاتا ہے جب صفت کے آخر میں [ے ا] ہو، ورنہ صفت کی ہیئت موصوف کی جنس و تعداد سے بے نیاز ہوتی ہے۔

مندرجۂ ذیل ترکیبوں میں اسمی توافق ہے۔

اچھا لڑکا ۔ اچھے لڑکے ۔ اچھی لڑکیاں ۔ بڑا لڑکا ۔ بڑے لڑکے ۔ بڑی لڑکیاں

چونکہ بعض اردو اسما میں { ـَـ ا } مذکر کا صرفیہ ہے، اسی طرح [ـِـ ی] مؤنث کا اور [ـِـ ے] مذکر جمع کا اس لیے صفتِ آ۔ لآخر کا صرفیہ ـَـ ا تمام مذکر اسما کے ساتھ استعمال ہوتا ہے چاہے موصوف۔ آ۔ لآخر ہو یا نہ ہو جیسے اچھا مرد، بڑا بیل، بڑا آدمی۔

اسی طرح اگر موصوف مؤنث ہو (چاہے اس کے آخر میں ـِـ ی ہو یا نہ ہو) تو ـَـ ا۔ الآخر صفت [ـِـ ی] میں اور تمام مذکر جمع اسما کے ساتھ (چاہے ان کے آخر میں [ـِـ ے] ہو یا نہ ہو) { ـِـ ے } میں منصرف ہو جاتی ہے۔ جیسے:

اچھی لڑکی کے قیاس پر اچھی عورت، بُری عادت

اچھی لڑکیاں ـــ بری عورتیں اور اچھے لڑکے ـ اچھے لوگ چھوٹے گھر

جب مذکر واحد موصوف کے ساتھ حرف جار آئے تو آ۔ لآخر صفت کا [ـَـ ا] منصرف ہو کر { ـِـ ے } بن جاتا ہے جیسے:

اچھا آدمی ـــ اچھے آدمی نے ـــ کو ـــ سے ـــ پر ـــ تک

لیکن تعداد جمع میں اچھے کا { ـِـ ے } منصرف ہو کر { ـَـ وں } نہیں بنتا۔

اُردو میں "اچھوں آدمیوں نے ـــ کو ـــ سے ـــ پر تک نہیں کہتے بلکہ اچھے آدمیوں نے ـــ کو ـــ ۔ ـــ کہتے ہیں۔

اسی طرح "اچھیاں لڑکیاں یا" اچھیوں لڑکیوں نے نہیں کہتے

بلکہ اچھی لڑکیاں یا اچھی لڑکیوں نے ـــ کو ـــ سے ۔ ـــ کہا جاتا ہے۔

صفت خبری میں بھی آ ـــ الآخر صفت موصوف کی جنس و تعداد کی مطابقت میں ہوتی ہے جیسے:

لڑکا / محمود مذکر واحد	اچھا	ہے	لڑکے / حامد اور محمود مذکر جمع	اچھے ہیں
لڑکی / محمودہ مؤنث واحد	اچھی	ہے	لڑکیاں / حامدہ اور محمودہ مؤنث جمع	اچھی ہیں
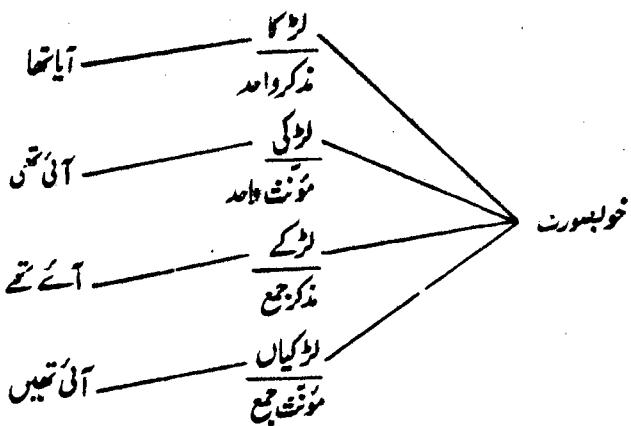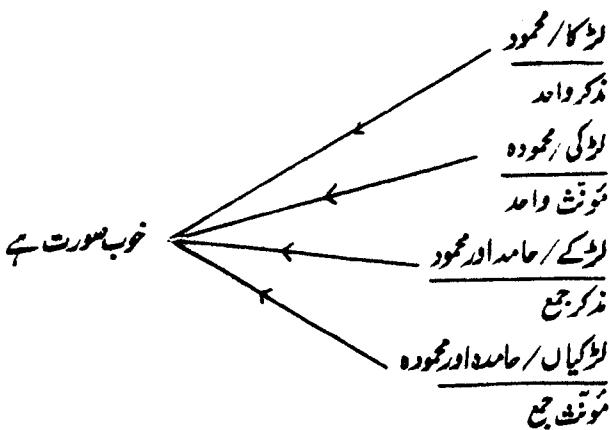
جیسا کہ کہا جا چکا ہے، صفت اور موصوف میں یہ اسمی توافق صرف اسی صورت میں ہوتا ہے جب صفت کے آخر میں { ـَـ ا } ہو، ورنہ جب صفت آ۔ لآخر نہ ہو تو صفت اور موصوف میں جنس و تعداد کے اعتبار سے کوئی مطابقت نہیں پائی جاتی ہے، جیسے:

صفتِ خبری کا بھی یہی حال ہے :

نوٹ :۔ اگر صفت میں { ـی } اشتقاقی لاحقہ ہو تو وہ موصوف کی جنس و تعداد کی مطابقت میں منصرف نہیں ہوتا جیسے :

دیہاتی لڑکا / لڑکی / لڑکے / لڑکیاں

فعلی توافق

جب جنس و تعداد کے معاملے میں فاعل اور فعل میں مطابقت پائی جائے تو اس تنظیمیہ انتخاب کو فعلی توافق کہتے ہیں۔ صرف کے حصے میں فعلی توافق پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ دراصل

فعل توافق صرف کا موضوع بھی ہے اور نحو کا بھی۔ چونکہ صرف میں پابند صرفیوں سے بحث ہوتی ہے اس لیے جنس و تعداد کے اظہار کے سلسلے میں اِن پابند صرفیوں کا ذکر 'صرف' کے ذیل میں کیا گیا لیکن اسم اور فعل کے درمیان مطابقت جملے کی خصوصیت ہے اس لیے اس کا ذکر نحو کے تحت بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے، جنس و تعداد کے اظہار کے سلسلے میں پابند صرفیوں میں ہونے والی تبدیلیاں 'صرف' اور 'نحو' دونوں کا مشترک حصہ ہیں یہاں ہم اس سلسلے میں چند اہم باتیں اختصار میں دُہرائیں گے۔

(1) اردو میں فعل کے ذریعے صرف زمانے ہی کا اظہار نہیں بلکہ فاعل یا مفعول کی جنس و تعداد کا بھی اظہار ہوتا ہے اور اس سلسلے میں اسمی اور فعلی صرفیوں میں حیرت انگیز تعاون پایا جاتا ہے، مثلاً:

لڑکا	آتا ہے	آیا	آئے گا
لڑکی	آتی ہے	آئی	آئے گی
لڑکے	آتے ہیں	آئے	آئیں گے
لڑکیاں	آتی ہیں	آئیں	آئیں گی

مذکورہ بالا جملوں میں اگر فاعل میں صرفیہ –ا ہے تو فعل میں بھی یہی صرفیہ ہے۔ اگر فاعل میں صرفیہ –ی ہے تو فعل کا بھی یہی صرفیہ ہے، یہ فعلی توافق مذکر جمع فاعل کے سلسلے میں بھی ملتا ہے یعنی اگر مذکر جمع فاعل کا صرفیہ –ے ہے تو یہی صرفیہ فعل کا بھی ہے۔ البتہ مؤنث جمع فاعل اور فعل میں یہ توافق باقی نہیں رہتا کیونکہ * لڑکیاں آتیاں ہیاں، * لڑکیاں آئیاں یا * لڑکیاں آئینگیاں، اردو میں نہیں کہتے۔

(2) اگر فاعل کے ساتھ مذکر واحد کا صرفیہ –ا، مؤنث واحد جمع کا صرفیہ –ی اور مذکر جمع کا صرفیہ –ے نہ بھی ہو تو فعلی صرفیہ فاعل کے مذکر واحد ہونے کی صورت میں {–ا} 'مؤنث واحد و جمع کی صورت میں {–ی} اور مذکر جمع ہونے کی صورت میں –ے ہی رہتا ہے۔

مرد آتا ہے	عورت آتی ہے	مرد آتے ہیں	عورتیں آتی ہیں
مرد آیا	عورت آئی	مرد آئے	عورتیں آئیں
مرد آئے گا	عورت آئے گی	مرد آئیں گے	عورتیں آئیں گی

(3) (الف) زمانہ حال میں فعل امدادی۔ ہو فاعل کے واحد ہونے کی صورت میں متناسب صرفیہ 'آے' بجائے '–ِ ے' اور جمع ہونے کی صورت میں 'آں' بجائے '–ِں' قبول کرتا

ہے، اور ضمیر متکلم واحد کی صورت میں "ؤں" اور ضمیر مخاطب واحد کی صورت میں "ے و" کو قبول کرتا ہے۔

(ب) زمانۂ ماضی میں فاعل کے مونث جمع ہونے کی صورت میں فعل میں فیہ { ـِ ی } انفیا دیا جاتا ہے۔

(ج) زمانۂ مستقبل میں مستقل مہ فیہ فعلی "گ" استعمال ہوتا ہے۔ اور فاعل کے مذکر جمع اور مونث جمع ہونے کی صورت میں گ میں عمل ادغام کے باعث وہ بالترتیب ـنگ + ـِے اور ـنگ + ـِ ی بن جاتا ہے اسی طرح ضمیر متکلم واحد و جمع میں ـُ ونگ + ـَ ا ـ ـِ ی اور ـنگ + ـِ ے بنتا ہے اور ضمیر مخاطب و غائب واحد میں ـِ ے + گ + ـَ ا ـ ـِ ی اور ضمیر مخاطب جمع میں ـَ و + گ + ـِ ے ـ ـِ ی۔ جیسے:

	واحد	جمع
متکلم	میں جاؤں گا / جاؤں گی	ہم جائیں گے
مخاطب	تو جائے گا / جائے گی	تم جاؤ گے / جاؤ گی
غائب	وہ جائے گا / جائے گی	وہ جائیں گے / جائیں گی

حصۂ صرف میں ہم بتا چکے ہیں کہ کس طرح فعل فاعل کی جنس و تعداد کا اظہار باقاعدگی سے کرتا ہے۔ یہاں ہم ان پیچیدہ صورتوں کا ذکر کریں گے جن میں جنس کے معاملے میں فاعل اور فعل کی مطابقت اتنی میکانیکی نہیں ہوتی۔ پھر بھی ان پیچیدگیوں کی تہہ میں کچھ اصول بھی کارفرما ہوتے ہیں:۔

1 ۔ ایک پیچیدہ صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب جملے میں دو یا دو سے زیادہ فاعل مختلف الجنس ہوں۔ یہ تعداد جمع میں تو ہوتے ہیں اس لیے فعل بھی اس تعداد جمع کو اظہار کرتا ہے لیکن ایسی صورت میں یہ مسئلہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ فعل میں مذکر کے صرفیوں کا انتخاب کیا جائے یا مونث کے۔ اس سلسلے میں ہم یہاں دو قواعد نویسوں کی رائیں نقل کرتے ہیں:

> "اگر معطوف علیہ مذکر ہو اور معطوف مونث تو فعل میں علامت تانیث کی ملحق کریں گے اور اگر معطوف علیہ مونث اور معطوف مذکر ہو تو فعل میں علامت مذکر کی ملحق کریں گے[1]" "جہاں ایک فعل کے کئی فاعل بعضے مذکر اور بعضے مونث ہوں"

(حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے)

فعل کے مذکر اور مونث لانے میں متکلم مختار ہے لیکن اولیٰ اور فصیح یہ ہے کہ کلمہ متصل فعل کا اختیار کیا جائے۔" (2)

مذکورۂ بالا بیانات کا مفہوم تقریباً ایک ہے۔ یعنی اگر فاعل ایک سے زائد ہوں جن میں پہلا فاعل (معطوف علیہ یعنی جو حرف عطف سے قبل آئے) مذکر ہو اور دوسرا فاعل (معطوف جو حرف عطف کے بعد آئے) مونث ہو تو فعل صرفیہ مونث جمع کا اظہار کرے گا، یا دوسرے الفاظ میں فعل اپنے قریب کے فاعل کی جنس کی مطابقت میں ہوگا۔ البتہ دوسرے بیان میں اگرچہ متکلم کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ فعلی صرفیہ مذکر یا مونث جمع کا بھی استعمال کر سکتا ہے، لیکن ترجیح قریب کے فاعل کی جنس کی مطابقت کو ہے۔ لیکن یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ مذکورۂ بالا بیانات کا اطلاق صرف انہیں صورتوں میں ہوتا ہے جب فاعل کا مدلول غیر ذی روح یا معنوی تصور ہو، مثلاً:

(1) جا بجا مسافر خانے اور عمارتیں بنی ہوئی ہیں
مذکر جمع — مونث جمع — مونث جمع

(2) جا بجا عمارتیں اور مسافر خانے بنے ہوئے ہیں
مونث جمع — مذکر جمع — مذکر جمع

(3) میز پر کپڑے کتابیں رکھی ہوئی ہیں
مذکر جمع — مونث جمع — مونث جمع

(4) میز پر کتابیں اور کپڑے رکھے ہوئے ہیں
مونث جمع — مذکر جمع — مذکر جمع

(5) احمد کے طور طریقے اور عادتیں اچھی ہیں
مذکر جمع — مونث جمع — مونث جمع

(6) احمد کی عادتیں اور طور طریقے اچھے ہیں
مونث جمع — مذکر جمع — مذکر جمع

(حاشیہ صفحۂ گزشتہ) (1) مولوی امام بخش، اردو قواعد ص 118

(2) مولوی شیخ عبد اللہ۔ دونوں اقتباسات پلیٹس کی گرامر سے منقول ہیں۔

2 ۔ اگر ایک سے زائد فاعل ایک ہی معنوی تصور کے مختلف پہلوؤں پر دلالت کرنے والے اسما پر مشتمل ہوں تو فعل واحد ہوتا ہے اور اپنے قریب ترین اسم کی جنس کی مطابقت میں ہوتا ہے مثلاً:

(1) اس سے بزدلی، کم ہمتی اور بے غیرتی پیدا ہوتی ہے
مؤنث واحد — مؤنث واحد

(2) اس کا رعب و وقار جاتا رہا
مذکر واحد — مذکر واحد۔

(3) چاروں طرف امن اور آسودگی نظر آتی تھی
مذکر واحد — مؤنث واحد — مؤنث واحد

(4) اس میں زہد و قناعت تھی
مذکر واحد — مؤنث واحد — مؤنث واحد

استثنا

ہوش و حواس — اس کے ہوش و حواس جاتے رہے

روز و شب — اس کے روز و شب چین سے گزرتے ہیں

3 ۔ اگر دو یا دو سے زائد فاعل مختلف معنوی تصورات کی نمائندگی کریں تو فعل مذکر جمع کا صرفیہ منتخب کرتا ہے چاہے قریب کا اسم مؤنث واحد ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے:

علم اور شرافت انسان کی عزت بڑھاتے ہیں
مؤنث واحد — مذکر جمع

4 ۔ جاندار مدلول کی صورت میں اگر دو یا دو سے زائد فاعل مختلف الجنس ہوں تو فعل مذکر جمع کے فعلی صرفیے منتخب کرتا ہے، چاہے مؤنث جمع اسم فعل کے قریب ترین کیوں نہ ہو۔

(1) لڑکے اور لڑکیاں چلے گئے
مؤنث جمع — مذکر جمع

(2) لڑکیاں اور لڑکے چلے گئے
مذکر جمع — مذکر جمع

(3) حامدہ اور اس کا شوہر چلے گئے
مذکر واحد — مذکر جمع

اس کی جگہ حامدہ اور اس کا شوہر چلا گیا بھی کہتے ہیں۔ یہاں یہ بیان صادق آتا ہے "فعل کے مذکر اور مؤنث لانے میں متکلم مختار ہے"

(۴) ایک بوڑھیا اور اس کی بڑھیا وہاں پہنچے
مؤنث واحد — مذکر جمع

(ی) کھجور کے درختوں میں نر اور مادہ ہوتے ہیں
مونث واحد — مذکر جمع

5۔ (الف) جب فاعل مختلف الشخص ضمائر پر مشتمل ہو تو فعل صرف مذکر جمع کے صرفیے منتخب کرتا ہے، جیسے:-

میں اور وہ سیر کو گئے۔ وہ اور میں اُن سے ملنے جا رہے ہیں ۔

ہم اور وہ ایک ساتھ رہیں گے ۔

(ب) جب فاعل مختلف الجنس ہو اور فعل سے قبل ضمیر نکرہ کوئی، یا کچھ استعمال ہو یا مندرجہ ذیل ترکیبیں استعمال ہوں ۔

سب کچھ، سب کا سب، سب کے سب تو فعل فاعل کی جنس و تعداد کو نظر انداز کر کے مذکر واحد یا جمع کے متناسب صرفیہ انتخاب کرتا ہے جیسے:

(۱) حامد کا گھر بار، مال، دولت، عزت، آبرو، سب کچھ برباد ہو گیا۔
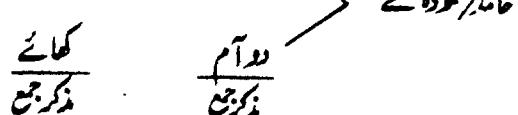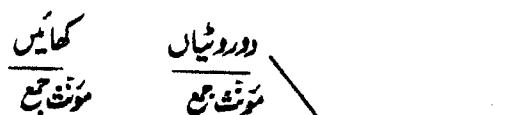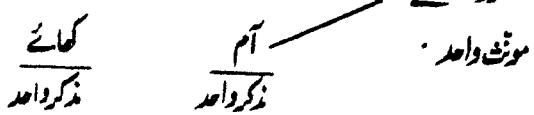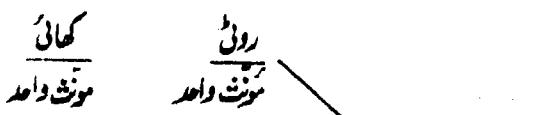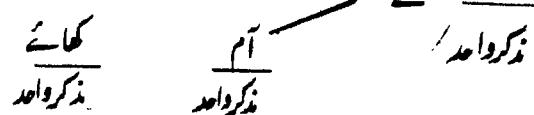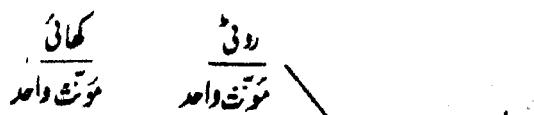
(۲) حامد کے کھیت، گاؤں، بیل، بکریاں سب کے سب برباد ہو گئے۔

(۳) حامد کے گھر میں، اس کی بیوی، بچے، نوکر چاکر کوئی نہ بچا

(۴) حامد کے پاس مکانات، کپڑے، کتابیں کچھ نہ بچا۔
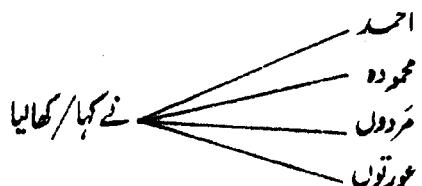
4.7 حصہ صرف (۱۰ و ۵ ص) میں ہم بتا چکے ہیں کہ اردو جملے میں ایک مخصوص صورت ایسی بھی ہے، جب فعل فاعل کے بجائے مفعول کی جنس و تعداد کی مطابقت میں آتا ہے۔ یہ صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب فعل متعدی کے زمانۂ ماضی مطلق میں فاعل کے ساتھ علامت فاعل "نے" استعمال جیسے:
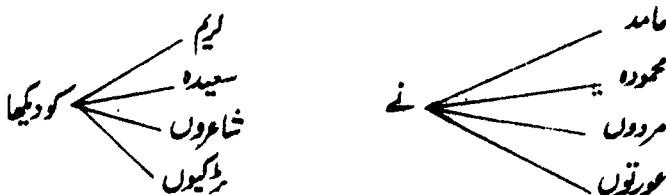
4.8 حصہ صرف (۱۵ ، ۳۶) میں فعل کے استعمال کی ایک ایسی شکل کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جب وہ فاعل یا مفعول کی جنس و تعداد سے بے نیاز رہ کر مستقل طور پر صرفیہ {ے ا} منتخب کرتا ہے اور غیر منصرف رہتا ہے، مثلاً:

(۱) جب اردو جملے میں متعدی فعل کا مفعول مقدر ہوتا ہے، جیسے:

احمد
محمودہ
مردوں
عورتوں
نے کہا/کھالیا

(2) جب اُردو جملے میں فعل متعدی کا ایک مفعول ہو اور اس مفعول کے ساتھ علامت مفعول 'کو' استعمال ہو تو فعل فاعل و مفعول کی جنس و تعداد سے بے نیاز ہو کر صرفیہ (ے۔ا) کا انتخاب کرتا ہے، مثلاً :-

(4.9) ضمیر کا استعمال اسم کے ساتھ نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ اسم کے عوض استعمال ہوتی ہے لیکن اگر پیچیدہ جملے میں خاص فقرے کے ساتھ توصیفی فقرہ استعمال ہو تو اردو میں خاص فقرے کے فاعل کے ساتھ ساتھ اس کی ضمیر بھی استعمال ہوتی ہے جیسے :

گنوار کا ایک لڑکا جو کھیت کی نگرانی کر رہا تھا اس کی نظر کبوتر پر پڑی

بعض باتیں جن کا جاننا آپ کے لیے ضروری ہے وہ بھی پیش کی گئی ہیں، اسے اصطلاح میں "داخلی حوالہ" کہتے ہیں۔ فرانسیسی، مرہٹی اور غیر معیاری انگریزی میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ چونکہ اس طرح کے فقرے آپس میں جڑے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ نیم مطلق ہیئت میں ہوتے ہیں اس لیے اس خصوصیت کو "بے عطفی فقرہ بندی" کہا جاتا ہے۔

[نوٹ : لیکن تحریر میں آج کل اس سے اجتناب کیا جاتا ہے جو شاید انگریزی نحو کا اثر ہے، اب یہ جملے اس طرح لکھے جاتے ہیں :

گنوار کا ایک لڑکا کھیت کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس کی نظر کبوتر پر پڑی۔

بعض وہ باتیں بھی جن کا جاننا آپ کے لیے ضروری ہے پیش کی گئی ہیں، یا بعض وہ باتیں بھی پیش کی گئی ہیں جن کا جاننا آپ کے لیے ضروری ہے۔

باب پنجم
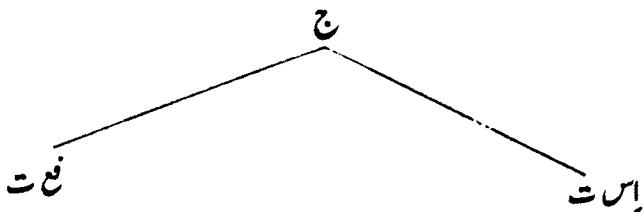
جملے کی ساخت

1.5 جملہ صرف الفاظ کا بامعنی مجموعہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی ایک مخصوص ساخت، ایک مخصوص سانچہ یا نمونہ ہوتا ہے جس کے حدود میں متکلم اپنی مرضی سے الفاظ جما کر اپنا مافی الضمیر پیش کرتا ہے۔ کسی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے ہم صحیح معنوں میں جملے نہیں بناتے کیونکہ جملوں کا سانچہ پہلے سے بنا بنایا ہوتا ہے۔ ہم اس سانچے میں صرف الفاظ منتخب کر کے بٹھاتے رہتے ہیں، یہ سانچہ مادری زبان کے ساتھ ہمیں ورثے میں ملتا ہے لیکن نئی زبان سیکھنے کے لیے اِن سانچوں کی واقفیت ضروری ہو جاتی ہے۔ یہ تصور کہ جملہ الفاظ کا صرف سلسلہ نہیں بلکہ اس کی ساخت بھی ہوتی ہے۔ اتنا ہی قدیم ہے جتنا فن قواعد نویسی لیکن زبان کے معنوی پہلوؤں کو مرکز توجہ بنانے کی وجہ سے اس تصور کی طرف اتنی توجہ نہیں دی گئی جتنی کہ ضرورت تھی۔ لیکن جدید لسانیات میں اس کو مرکز توجہ بنانے پر زور دیا جاتا ہے۔ اور اب جملوں کی ساخت والا تصور ساختی لسانیات اور تبادلی قواعد دونوں کا نقطۂ آغاز بن چکا ہے۔

اکثر زبانوں میں جملے کے بالعموم دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصے میں کسی شخص چیز یا بات کا حوالہ ہوتا ہے اور دوسرے حصے میں اس سے متعلق کوئی بات کہی جاتی ہے۔ پہلے حصے کو 'مبتدا' اور دوسرے حصے کو 'خبر'۔ مبتدا وہی ہے جسے ہم فاعل کہتے ہیں۔ اس طرح اردو جملے دو جزوی ہوتے ہیں۔ یہ دعویٰ کرنا تو مشکل ہے کہ دُنیا کی ہر زبان کے جملے 'دو جزوی' ہوتے ہیں، البتہ یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ دو جزوی جملہ ہند یورپی زبانوں کی مشترکہ خصوصیت ہے۔ اور ہماری زبان بھی اس میں شریک ہے۔ اِن زبانوں میں امر کو چھوڑ کر جو یک جزوی ساخت کا جملہ

ہے۔ تمام جملے جو جزوی ساخت کے ہوتے ہیں۔

اُردو جملے کی ساخت سمجھنے کے لیے اگر ترکیب کو 'کافی' مان لیا جائے تو ہم جملے کی ساخت کو 'ترکیبی ساخت' کی اصطلاحوں میں پرکھ کر اسے بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ ہم بتا چکے ہیں کہ ترکیب ایک سے زائد الفاظ پر مشتمل ہونے کے باوجود ایک لفظ کی طرح پیش آتی ہے۔ اس لیے 'ترکیب' کی روشنی میں جملے کی ترکیبی ساخت سمجھنے کے سلسلے میں ترکیب کے معانی میں وسعت پیدا کر کے ایک لفظ کو بھی ترکیب کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً 'بڑا آدمی' ایک ترکیب ہے۔ یہ ترکیب توصیفی ہے۔ اسے اسمی ترکیب بھی کہتے ہیں جس میں آدمی راس ہے۔ فرض کیجیے کہ کسی جملے میں صرف لفظ 'آدمی' بحیثیت فاعل استعمال ہوا ہے جیسے جملہ 'آدمی کھڑا ہے'، میں ہم یکسانیت کے لیے 'آدمی' کو اسمی ترکیب کہہ سکتے ہیں جس میں دوسرے ثانوی درجے کے الفاظ بمنزلہ صفر ہیں۔ اسمی ترکیب کو اختصار میں 'اس ت' لکھا جا سکتا ہے۔ اسی جملے میں 'کھڑا ہے' فعل ہے۔ ہم اسے فعلی ترکیب اور اختصار میں 'فع ت' کہہ سکتے ہیں۔

جملہ 'آدمی کھڑا ہے' کی ترکیبی ساخت ذیل کے خاکے میں پیش کی جا سکتی ہے:

اور اس کا فارمولا ہوگا:

ج = اِس ت + فع ت

ج = جملہ

اِس ت = اسمی ترکیب
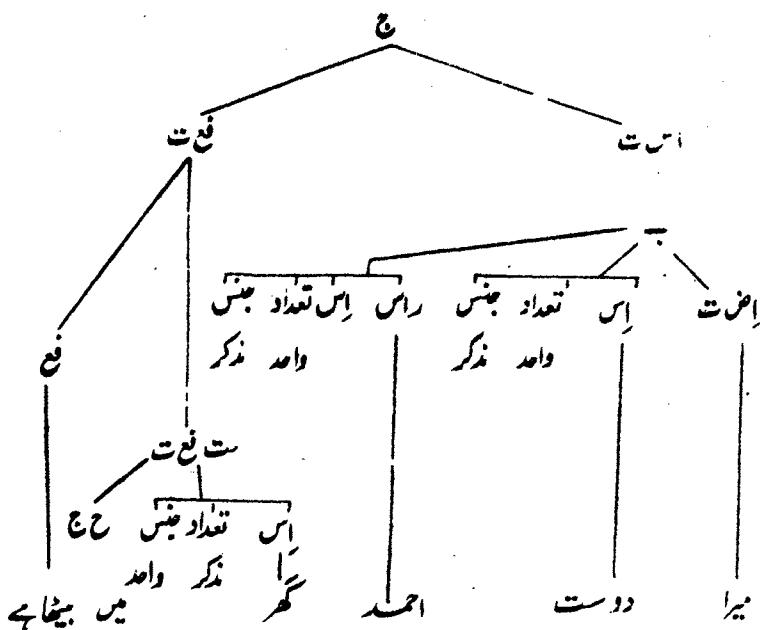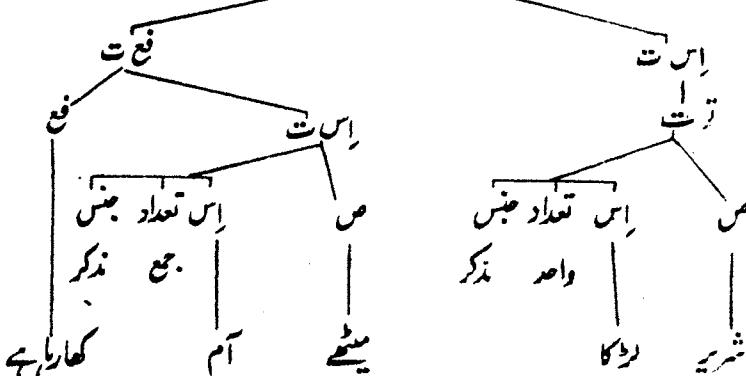
فع ت = فعلی ترکیب

مندرجۂ ذیل جملوں کی ترکیبی ساخت خاکے کی شکل میں ملاحظہ ہو:

(۱) میرا دوست احمد گھر میں بیٹھا ہے:-

اِن خاکوں میں مندرجہ ذیل مخففات استعمال ہوئے ہیں:-

ج = جملہ　　　　ب = بدل

اِس = اسم　　　　تو ت = وصفی ترکیب

اِس ت = اسمی ترکیب　　　　اِض ت = اضافی ترکیب

فع = فعل　　　　　ص = صفت

فع ت = فعلی ترکیب　　　　ح ج = حرف جار

مُت فع ت = متعلق فعلی ترکیب

5.2 جیم میم تحلیل

کسی جملے کی ساخت کو اس کی ترکیبی ساخت کی روشنی میں سمجھنے کے علاوہ ایک طریقۂ تحلیل اور بھی ہے جس کے ذریعہ جملے میں اجزائے کلام کے باہمی ربط کی روشنی میں کسی جملے کی ساخت کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ مثلاً مذکورہ بالا دونوں جملے :

(1) میرا دوست احمد گھر میں بیٹھا ہے ـــــ اور :

(2) شریر لڑکا میٹھے آم کھا رہا ہے

دو مجزوی ہیں جن کا ایک جزو اسمی ترکیب ہے اور دوسرا جزو فعلی ترکیب۔ یہ دونوں ترکیبیں معنوی سطح پر ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں جملوں میں سے ہر ایک میں سات سات الفاظ ہیں یہ الفاظ آزاد صرفیے ہیں اس لیے یہ جملے میں کسی بھی مقام پر مختلف ترتیب میں استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً پہلے جملے میں لفظ 'میرا' اس جملے میں سات مقامات پر آسکتا ہے :

(1) میرا دوست احمد گھر میں بیٹھا ہے۔
(2) دوست میرا احمد گھر میں بیٹھا ہے۔
(3) دوست احمد میرا گھر میں بیٹھا ہے۔
(4) دوست احمد گھر میرا میں بیٹھا ہے۔
(5) دوست احمد گھر میں بیٹھا میرا ہے
(6) دوست احمد گھر میں بیٹھا ہے میرا
(7) دوست احمد گھر میں بیٹھا ہے میرا

5.3 معروف و مجہول جملوں کا فرق

اسی طرح الفاظ (1) دوست (2) احمد (3) گھر (4) میں (5) بیٹھا اور (6) ہے جملے میں سات سات مقامات پر رکھے جا سکتے ہیں۔ ان الفاظ کی مختلف ترتیبوں سے [illegible] جملے بن سکتے ہیں۔

لیکن ہمارا لاشعور ان میں سے بیشتر جملوں کو رد کر دیتا ہے کیونکہ یہ الفاظ کا مجموعہ تو ہوتے ہیں لیکن جملے نہیں ہیں کیونکہ اکثر صورتوں میں وہ مہمل ہوتے ہیں اور کچھ صورتوں میں وہ اس ترتیب میں استعمال ہوتے ہی نہیں جس ترتیب میں ہم انہیں دیکھنے سننے کے عادی ہیں۔ مذکورہ بالا مثالوں میں پہلے جملے میں 'میرا' اپنے صحیح مقام پر موجود ہوتا ہے۔ تیسرے جملے میں 'میرا' گھر [illegible]

ہونی ترکیب تو معلوم ہوتا ہے لیکن اس جملے کے سیاق و سباق میں اجنبی محسوس ہوتا ہے کیونکہ ہماری سماعت 'میرا گھر میں' جیسی ترکیب سے مانوس نہیں ہے کیونکہ ایسے موقع پر ہم 'میرے گھر میں' کہنے اور سننے کے عادی ہیں اس لیے ہم تیسرے جملے کو بھی رد کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ہمارا لسانی وجدان چوتھے، پانچویں اور چھٹے جملے میں بالترتیب استعمال ہونے والی ترکیبوں "میرا بیٹھا ہے" "بیٹھا میرا ہے" "بیٹھا ہے میرا" کو بھی رد کر دیتا ہے۔ صرف پہلے جملے میں استعمال ہونے والی ترکیب "میرا دوست" کو اردو ترکیب سمجھ کر قبول کیا جا سکتا ہے۔

اب تک ہم نے ترکیب 'میرا دوست' کی توجیہ اپنے لسانی وجدان کو رہنما بنا کر کی تھی لیکن قواعدی سطح پر بھی اس ترکیب میں آنے والے الفاظ کے باہمی ربط کی توجیہہ ممکن ہے۔ 'میرا' ضمیر اضافی ہے اور اردو جملے میں ضمیر اضافی اسم سے پہلے استعمال ہوتی ہے۔ 'دوست' اسم ہے۔ اس لیے 'میرا دوست' اسمی ترکیب ہے جو مذکورہ بالا جملے میں اسم احمد کے 'بدل' کے طور پر استعمال ہوئی ہے۔ یعنی پہلے جملے میں احمد مبدل منہ ہے۔ اس لیے ترکیب 'میرا دوست احمد' میں تین الفاظ ہیں جن کی موجودہ ترتیب ہی کی تہہ میں معنوی اور قواعدی دونوں طرح کا ربط ہے۔ ترکیب میرا دوست ایسی بناوٹ ہے جس کے دو اجزائے ترکیبی ہیں۔ (1) میرا اور (2) دوست۔ اصطلاح میں 'میرا' اور 'دوست' اجزائے متصل کہلاتے ہیں جس کا واحد 'جزوِ متصل' ہے۔ سہولت کے لیے ہم اصطلاح 'جزوِ متصل' کا مخفف 'جیم۔میم' استعمال کر سکتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں مذکورہ بالا جملے میں 'میرا دوست' ایسی بناوٹ ہے جس میں 'میرا' اور دوست جیم۔میم ہیں۔

اب الفاظ 'میرا دوست احمد' کو لیجیے۔ یہ پہلی بناوٹ 'میرا دوست' کے مقابلے میں کلاں تر بناوٹ ہے جس میں:

(1) میرا (2) دوست اور (3) احمد جیم میم ہیں۔ ممکن ہے ہمیں یہ خیال گزرے کہ مذکورہ بالا جملے میں چونکہ الفاظ (1) میرا (2) دوست اور (3) احمد پہلو بہ پہلو آئے ہیں اسی لیے وہ جیم میم ہیں لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہوگا کیونکہ اگر ہم اسی جملے میں احمد کے متصل آیا ہوا لفظ 'گھر' کو لیں تو احمد گھر کی بناوٹ ہاتھ لگے گی۔ لیکن 'احمد گھر' اردو میں کوئی ترکیب نہیں ان دونوں میں کوئی معنوی رشتہ نظر نہیں آتا۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ احمد اور گھر جیم میم نہیں۔ لیکن چوں کہ اردو میں دو اسمی مرکبات بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے 'کتاب گھر'، 'ڈاک گھر'، بجلی گھر وغیرہ۔ اگر اس جملے میں واقعی 'احمد گھر' اسی طرح کا مرکب ہے تو جملے کا مجموعی مفہوم ہی بدل جائے گا۔ کہنے

والے کا عندیہ یہ ہوگا: میرا دوست احمد گھر میں بیٹھا ہے

اگر متکلم کی اس سے یہی مراد ہو تو وہ اس جملے کی ادائیگی میں لفظ دوست کے بعد خفیف سا توقف کر کے مرکب 'احمد، گھر' کو سانس کی ایک ہی رَو میں ادا کرے گا۔ لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ یا تو 'احمد گھر' کوئی مشہور و معروف گھر ہو یا کم از کم متکلم اور سامع دونوں یا پھر متکلم اس سے واقف ہو۔ لیکن چونکہ 'احمد گھر' کوئی جانا پہچانا مرکب نہیں ہے اس لیے ہم یہاں فرض کر لیتے ہیں کہ اس جملے کو ادا کرنے والا شخص 'احمد' کا ذکر کر رہا ہے۔ اس طرح احمد گھر جیم میم نہیں ہو سکتے۔ اسی جملے میں پہلو بہ پہلو الفاظ 'میں بیٹھا' بھی جیم میم نہیں ہیں کیونکہ ان میں نہ تو کوئی معنوی ربط ہے یا قواعدی رشتہ۔ البتہ پہلو بہ پہلو الفاظ 'گھر میں' اور 'بیٹھا ہے' جیم میم ہیں۔ اس جملے میں لفظ 'احمد' الفاظ 'بیٹھا ہے' کے پہلو میں نہیں ہے، لیکن پھر بھی دونوں میں معنوی اور قواعدی رشتہ ہے، اس لیے دونوں جیم میم ہیں کیونکہ اس جملے: 'احمد گھر میں بیٹھا ہے'
میں سے ترکیب 'گھر میں' حذف کر دینے سے 'احمد بیٹھا ہے' جملہ ہاتھ لگتا ہے۔

جملے کو جیم میم میں تقسیم کرنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کس طرح اس میں چھوٹی بناوٹ بڑی بناوٹ میں منتقل ہو سکتی ہے اور اس کی بھی توجیہہ ہو جاتی ہے کہ کیوں اُردو جملے دو جزوی قرار دیے جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا جملے کی جیم میم تقسیم مندرجہ ذیل خاکے کے ذریعے پیش کی جا سکتی ہے۔

میرا دوست	احمد	گھر میں	بیٹھا ہے

(1) میرا دوست (2) احمد (3) گھر میں اور (4) بیٹھا ہے۔ چھوٹی بناوٹ کے جیم میم ہیں اور (1) میرا دوست احمد، اور (2) گھر میں بیٹھا ہے نسبتاً بڑی بناوٹ کے جیم میم ہیں۔

اسی طرح ہم کسی جملے کو چھوٹی سے چھوٹی بناوٹوں میں منتقل کر کے اس کی ساخت معلوم کر سکتے ہیں۔

اِس جملے کو مندرجہ ذیل خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

<table dir="rtl">
<tr><td>میرا دوست</td><td>احمد</td><td>گھر میں</td><td>بیٹھا ہے</td></tr>
<tr><td colspan="2">میرا دوست احمد</td><td colspan="2">گھر میں بیٹھا ہے</td></tr>
<tr><td colspan="2">احمد</td><td colspan="2">بیٹھا ہے</td></tr>
</table>

آخری خانے میں صرف مبتدا اور خبر رہ جاتے ہیں۔

اسی طرح دوسرا جملہ لیجیے : شریر لڑکا میٹھے آم کھا رہا ہے۔ اس جملے کو جیم میم میں اس طرح قطع کیا جا سکتا ہے :

شریر۔ لڑکا | میٹھے آم | کھا رہا ہے

شریر لڑکا	میٹھے آم	کھا رہا ہے
لڑکا	آم کھا رہا ہے	
لڑکا	کھاتا ہے	

آخری خانے میں صرف مبتدا اور خبر رہ جاتے ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ مذکورہ بالا جملہ دو جزوی ہے۔ چونکہ اردو جملے کے دونوں جزو اسمی ترکیب اور فعلی ترکیب مختلف النوع ہیں، اس لیے اردو جملوں کی بناوٹ بیرون مرکزی ہوتی ہے۔

انگریزی جملوں کے سلسلے میں انگریز ساختی قواعد نویس تحلیل کا یہی طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اس طریقہ تحلیل کے اپنے کچھ حدود ہیں کیونکہ اس کے ذریعے ایسے جملوں کا تجزیہ ممکن نہیں جو بناوٹ کے اعتبار سے یکساں لیکن قواعدی اور معنوی اعتبار سے مختلف ہوں۔ مثلاً مذکورہ بالا پہلے جملے کی جیم میم تحلیل کے سلسلے میں ہم نے مرکب 'احمد گھر' کو یہ فرض کر کے رد کر دیا تھا کہ اس طرح کا مرکب اردو میں مستعمل نہیں لیکن اسی طرح کے دوسرے جملوں میں ایسے مماثل بناوٹ کے الفاظ بھی آ سکتے ہیں جن کے متعلق یہ فیصلہ کرنے میں کہ یہ جیم میم ہیں یا نہیں غلطی ہو سکتی ہے۔ اگر ہم جیم میم تحلیل کے لیے یہ جملہ منتخب کریں۔

احمد لنگڑا آم کھا رہا ہے۔

تو اس جملے میں جیم میم کے تعین میں دقت پیش آ سکتی ہے۔ کیونکہ احمد لنگڑا، اور لنگڑا آم، دونوں جیم میم ہو سکتے ہیں۔ اگر احمد لنگڑا آم خاص ہو جیسے احمد منڈا، احمد کٹ وغیرہ تو یہ دونوں جیم میم ہوں گے ورنہ لنگڑا آم جو آم کی ایک خاص قسم ہے جیم میم ہوں گے۔ جب تک تحلیل کنندہ کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ لنگڑا آم خاص قسم کے آم کو کہتے ہیں، وہ انھیں جیم میم قرار نہیں دے سکتا۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل جملوں کی جیم میم تحلیل پیچیدگیاں پیدا کر سکتی ہیں۔

(۱) یہ راستہ بمبئی کو جاتا ہے

(۲) یہ راستہ احمد کو معلوم ہے

(دیکھیے ابتدائیہ ص   ). اگر ہم ان دونوں جملوں کی ترتیب کو تین حصوں میں بانٹیں تو جس خانے میں بمبئی کو رکھا جائے گا اسی خانے میں احمد کو بھی رکھنا پڑے گا۔ یہ دونوں ترکیبیں فعلی ترکیب کے ذیل میں آتی ہیں۔ اس طرح :

یہ راستہ	بمبئی کو	جاتا ہے
یہ راستہ	احمد کو	معلوم ہے

لیکن اس طرح 'بمبئی کو' اور 'احمد کو' ترکیبوں میں جو معنوی اور قواعدی فرق ہے اس کی توضیح نہیں ہو سکے گی۔ ہم جانتے ہیں کہ بمبئی کو متعلق فعلی ترکیب ہے اور 'احمد کو' اسمی ترکیب۔ بمبئی کو میں 'کو' سمت کا حرف جار ہے جبکہ 'احمد کو' میں 'کو' علامت مفعول ہے۔ اسی طرح پہلے جملے کے فعل 'جاتا ہے' میں 'ہے' فعل امدادی زمانہ ہے اور دوسرے جملے کے فعل 'معلوم ہے' میں 'ہے' فعل ناقص۔ ان امتیازات کی تشریح جیم میم تحلیل کے ذریعے ممکن نہیں۔ ساختی قواعد نویس یا تو ان لطیف امتیازات کو نظر انداز کر دیتے ہیں یا ان کی الگ سے توضیح کرتے ہیں۔ اس لیے تبادلی قواعد میں جیم میم تحلیل سے صرف نظر کر کے جملے کی ترکیبی ساخت کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔

5.3 معروف و مجہول جملوں کا فرق :

مندرجہ ذیل جملہ ملاحظہ ہو :

'احمد کھڑا ہے۔'

اس جملے میں احمد فاعل ہے۔ لیکن صحیح معنوں میں فاعل۔ عامل ہے

لیکن ذیل کے جملے

'احمد بیمار ہے'

میں 'احمد' فاعل۔ عامل نہیں بلکہ فاعل۔ مذکور ہے۔

لیکن احمد کے فاعل۔ عامل سے فاعل۔ مذکور بننے کی وجہ سے جملے کی ساخت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ایسے جملے اصطلاح میں 'معروف' کہلاتے ہیں۔

لیکن یہ جملہ دیکھیے :

احمد مارا گیا۔

اس میں احمد فاعل ضرور ہے لیکن معنوی سطح پر یہ اس احمد سے مختلف ہے جو معروف جملے میں ہے۔ جملہ "احمد مارا گیا" میں احمد۔ فاعل۔ معمول ہے اور اس کی وجہ سے فعل کی ہیئت میں تغیر پیدا ہو گیا۔

(1) احمد نے شیر مارا۔ (2) شیر مارا گیا

پہلے جملے میں احمد فاعل۔ فاعل ہے اور دوسرے جملے میں شیر فاعل۔ معمول ہے۔ اصطلاح میں پہلا جملہ معروف اور دوسرا مجہول کہلاتا ہے۔ مجہول جملے میں فعل میں ہونے والے ہیئتی تغیر کی تفصیل مشتق جملوں کے تحت بیان کی گئی ہے، یہاں صرف معروف و مجہول جملوں کا فرق سمجھانا مقصود ہے۔

3.04 فعال وانفعالی فعل

چونکہ عمل 'فعال' بھی ہوتا ہے اور انفعالی بھی جن کی وجہ سے اُردو جملے کی ساخت متاثر ہوتی ہے اس لیے ہم اُردو فعل کو دو قسموں میں منقسم کریں گے (1) ایسے افعال جو عمل کی فعالیت ظاہر کریں جیسے ۔آ، ۔جا، ۔بیٹھ ۔کھا، ۔پی (استثنا : ۔مر، ۔ڈر) اور (2) ایسے افعال جو عمل کا اثر یا اس کی انفعالیت ظاہر کریں۔ پہلی قسم کے افعال فعال نوعیت کے اور دوسری قسم کے افعال انفعالی نوعیت کے کہلائے جا سکتے ہیں۔ چونکہ فعل ناقص ۔ ہو اکثر صورتوں میں عمل کی انفعالیت کا اظہار کرتا ہے۔ اس لیے ۔ہو سے ترکیب پانے والے اکثر و بیشتر مرکب افعال انفعالی نوعیت کے ہوتے ہیں لیکن ہم (3.30) میں بتا چکے ہیں کہ مرکب فعل غیر امدادی کی دو اہم قسمیں ہیں (1) مرکب فعل غیر امدادی مفرد اثر اور (2) مرکب نما فعل غیر امدادی۔

(1) جب ۔'ہو' کے ساتھ ایسا فعل ترکیب پائے جس کا عضو اوّل (جو فعل نہیں ہوتا) ۔ہو فعل کے ساتھ معنوی طور پر اس حد تک مربوط ہو کہ پورا فعل ایک مفرد فعل کی حیثیت سے پیش آئے تو اسے مرکب فعل غیر امدادی مفرد اثر کہتے ہیں جیسے شروع ہونا)، ختم ہونا)، جمع ہونا)، شمار ہونا) وغیرہ [کچھ افعال میں ۔ہو کی جگہ ۔ابھی آتا ہے جیسے یاد آنا] یہ مفرد فعل کی طرح فاعل کی جنس و تعداد کی مطابقت میں ہوتے ہیں، جیسے :

کام شروع ہوا

مذکر واحد — مذکر واحد

ہم جمع ہوئے

مذکر جمع — مذکر جمع
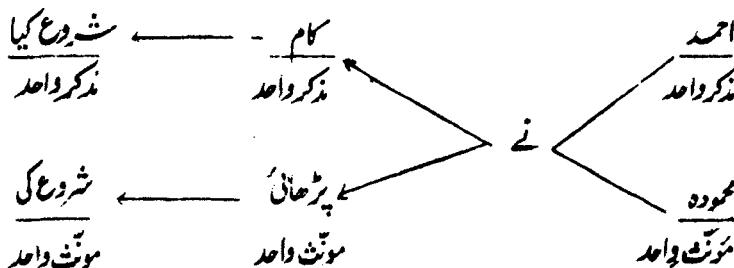
محمودہ احمقوں میں شمار ہوئی

مونث واحد — مونث واحد
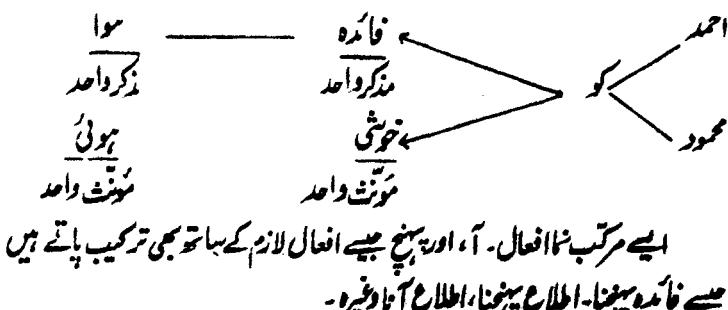
لیکن اگر یہی الفاظ ۔ہو کی جگہ ۔کر کے ساتھ آئیں، تو یہی مرکب افعال فعّال نوعیت کے بھی ہو جاتے ہیں، جیسے:

شروع کر(نا)، ختم کر(نا)، جمع کر(نا) ایسی صورت میں اگر فاعل کے ساتھ علامت فاعل نے ماضی مطلق میں استعمال ہو تو مفرد فعل کی طرح مفعول کی جنس و تعداد کی نمائندگی کرتا ہے:

احمد (مذکر واحد) — نے — کام (مذکر واحد) ← شروع کیا (مذکر واحد)

محمودہ (مؤنث واحد) — نے — پڑھائی (مونث واحد) ← شروع کی (مونث واحد)

(۲) مرکب نما۔ دوسری قسم کے مرکب افعال بظاہر مرکب نظر آتے ہیں لیکن اصل میں ان کا عضو اول ، کر۔ ہو سے مرکب ہو تو فاعل ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ فعل سے متصل آتا ہے اس لیے جملے میں مفعول کے مقام پر آتا ہے اور اس جملے کا فعل اسی مفعول ۔مقام فاعل کی جنس و تعداد کے مطابق ہوتا ہے، جیسے:

ایسے مرکب نما افعال ۔ آ، اور پہنچ جیسے افعال لازم کے ساتھ بھی ترکیب پاتے ہیں جیسے فائدہ پہنچنا۔ اطلاع پہنچنا، اطلاع آنا وغیرہ۔

ان مرکب نما افعال میں جب "ہو" کی جگہ "کر" آئے تو یہ افعال فعال نوعیت کے ہو جاتے ہیں، جیسے فائدہ کرنا (فائدہ پہنچانا) نقصان کرنا (نقصان پہنچانا)۔

نوٹ: (1) کچھ مرکب فعل غیر امدادی مفرد اثر ایسے ہیں جو انفعالی فعل "ہو" کے ساتھ استعمال ہونے کے باوجود انفعالی نہیں بلکہ فعال ہوتے ہیں جیسے داخل ہونا، شریک ہونا، شامل ہونا (ایسے افعال کا عضو اول بناوٹ کے اعتبار سے فاعل کا حکم رکھتا ہے)

ایسے مفرد اثر افعال فعل لازم کی طرح پیش آتے ہیں اور ان کی ساخت معروف ہوتی ہے جیسے: وہ کمرے میں داخل ہوا۔ احمد جنتا پارٹی میں شامل ہوگیا۔

(2) کچھ مرکب افعال غیر امدادی ایسے بھی ہیں جو مفرد اثر بھی ہیں اور مرکب نما بھی جیسے یاد آنا، قتل ہونا۔

مفرد اثر: احمد یاد آیا ۔ محمودہ یاد آئی احمد قتل ہوا ۔ محمودہ قتل ہوئی

مرکب نما:-

احمد کی یاد آئی ۔ محمودہ کی یاد آئی احمد کا قتل ہوا ۔ محمودہ کا قتل ہوا

5.6 معروف انفعالی جملے

ایسے مرکب نما غیر امدادی انفعالی افعال سے اردو میں مخصوص ساخت کے جملے وجود میں آتے ہیں۔ ان میں تنظیمیہ ترتیب بھی عام جملوں سے جداگانہ ہوتی ہے چونکہ اس طرح کے جملوں میں انفعالی مرکب نما فعل آتے ہیں، اس لیے ایسے جملے معروف انفعالی کہلاتے ہیں۔ مثلاً مندرجۂ ذیل جملے ہیں۔

(الف) :- (1) احمد کو (دوا) سے فائدہ ہوا

(2) محمودہ کو (حمید) کا خیال آیا (3) کریم کو (بیوپار میں) نقصان پہنچا

یہ جملے ساخت کے اعتبار سے مندرجۂ ذیل جملوں سے مختلف ہیں:

(ب) :- (1) احمد کھانا کھا رہا ہے

(2) احمد نے محمودہ کو دیکھا (3) احمد گیا

(ب) کے تحت جو جملے ہیں وہ عامل ۔ عمل طرز کے ہیں۔ ان میں احمد فاعل ۔ عامل ہے اور جملے کی ابتدا میں آیا ہے۔ پہلے دو جملوں میں مفعول فعل سے قبل آیا ہے۔ اس کے برخلاف (الف) کے تحت درج شدہ جملوں میں تنظیمیہ ترتیب مختلف ہے۔ ان میں مفعول فاعل کے مقام

پر آیا ہے اور فاعل (فعل کا حصہ ہونے کی وجہ سے) مفعول کے مقام پر، جیساکہ مجہول جملوں میں ہوتا ہے۔ لیکن مجہول جملوں کے برخلاف جن میں معروف کا مفعول۔ معمول۔ فاعل۔ معمول بن جاتا ہے ان جملوں میں اس مفعول کی ساخت مفعول ہی رہتی ہے (ان کے ساتھ علامت مفعول 'کو' استعمال ہوتی ہے اس لیے اسے فاعل نہیں کہاجاسکتا اور معنوی اعتبار سے بھی یہ معمول ہی رہتا ہے۔ یعنی مفعول ۔ معمول اس لیے اسے (1) معروف جملے کے فاعل۔ عامل اور (2) مجہول جملے کے فاعل۔ معمول سے ممتاز کرنے کے لیے 'جعلی فاعل' کہاجاسکتا ہے۔

الف کے تحت مندرجہ ذیل جملوں میں الفاظ کی ترتیب اس طرح بھی بدلی جاسکتی ہے کہ جملے میں فاعل فاعل ہی کے مقام پر اور مفعول مفعول کے مقام پر ہو۔ اور بات میں زور پیدا کرنے کے لیے اُردو میں یہ ترتیب مستعمل بھی ہے،

(ج) :- (1) فائدہ حامد کو ہوا (مجھے نہیں)

(2) حمید کا خیال محمودہ کو آیا (اور کسی کو نہیں) (3) نقصان کریم کو پہنچا (تمھیں نہیں)

(ج) کے تحت جملوں اور (ب) کے تحت کے جملوں میں تنظیمیہ ترتیب ایک جیسی ہے یعنی فائدہ۔ خیال اور نقصان فاعل ہیں اور احمد، محمود اور کریم مفعول ثانی جن کے ساتھ علامت مفعول 'کو' استعمال ہوئی ہے۔ دوسرے الفاظ میں (ج) والے جملوں کی ساخت وہی ہے جو (ب) والے جملوں کی ... معروف جملے ہیں

لیکن اردو میں (ج) والے جملوں کے مقابلے میں (الف) والے جملوں کے پیٹرن زیادہ مستعمل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرز کے جملوں میں مفعول ثانی معنوی اعتبار سے اہم ہوتے ہیں اور اردو میں جب بھی مفعول معنوی اعتبار سے اہم ہوتا ہے، اسے فاعل سے قبل بھی لاتے ہیں (ملاحظہ ہو مجہول جملے (3، 6) ص) ایسے مفعول اس پیٹرن کے اُردو جملوں میں فاعل کے مقام پر آتے ہیں۔

(احمد کو فائدہ پہنچا:

اس جملے میں احمد جعلی فاعل ہے یعنی ایسا مفعول ہے جو انفعالی فعل والے جملے کی ابتدا میں مفعولی ساخت کے ساتھ استعمال ہوا ہے اور اسی جملے میں فائدہ جملے کا فاعل ہے جو انفعالی ہے اور فعل کے ساتھ مفعول کے مقام پر استعمال ہوا ہے۔ ایسے مفعول۔ مقام فاعل کو جو اپنی ساخت برقرار رکھتا ہے 'جعلی فاعل' کہاجاسکتا ہے۔ اس کے جعلی فاعل ہونے کی علامت یہ

ہے کہ فعل اسی کی جنس و تعداد کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انفعالی فعل پر مشتمل جملے میں ذی روح پر دلالت کرنے والا یا معنوی طور پر اہم وہ مفعول جو جملے کی ابتدا میں فاعل کے مقام پر علامت مفعول 'کو' کے ساتھ آتا ہے اسے جعلی فاعل کہتے ہیں، اور غیر ذی رُوح پر دلالت کرنے والا یا معنوی تصور کا حامل وہ فاعل جو انفعالی فعل سے قبل مفعول کے مقام پر آتا ہے جلوی فاعل کہلاتا ہے اور ایسے جملے کو معروف انفعالی جملہ کہتے ہیں۔

دوسری زبانوں میں جن موقعوں پر معروف فعال جملے استعمال ہوتے ہیں اردو (اور اردو کی طرح دیگر جدید ہند آریائی زبانوں مثلاً مراٹھی، گجراتی وغیرہ) میں معروف انفعالی ساخت کے جملے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً جہاں انگریزی میں معروف فعال ساخت کے جملے جیسے I Do Not Know اور I Like استعمال ہوتے ہیں اُردو میں اسی مفہوم کے اظہار کے لیے 'مجھے نہیں معلوم' اور 'مجھے پسند ہے' [بجائے میں نہیں جانتا یا میں پسند کرتا ہوں] جیسے معروف انفعالی ساخت کے جملے زیادہ مستعمل ہیں۔

معروف انفعالی جملہ معروف فعال نہیں کہلایا جا سکتا کیونکہ:

(1) معروف فعال جملے میں فاعل۔ عامل اور مفعول اور معمول کا استعمال ہوتا ہے اور اس پیٹرن کے معروف انفعالی جملے میں جعلی فاعل مفعول کی نمائندگی کرتا ہے۔

(2) معروف فعال جملوں میں فعل متعدی کی صورت میں زمانہ ماضی مطلق میں فاعل کے ساتھ علامت فاعل 'نے' استعمال ہوتا ہے لیکن جعلی فعل کے ساتھ 'نے' کے استعمال کا کوئی محل نہیں۔ کیونکہ جملے میں انفعالی فعل ہوتا ہے۔

اس پیٹرن کے معروف انفعالی جملے 'مجہول' بھی نہیں کہلائے جا سکتے کیونکہ:

(1) مجہول جملے میں فاعل۔ معمول اور مفعول عامل (بوقت ضرورت) استعمال ہوتے ہیں اور معروف انفعالی جملے میں جعلی فاعل معمول کا نمائندہ تو ہوتا ہے لیکن جلوی فاعل عامل/مذکور کی نمائندگی کرتا ہے۔

معروف انفعالی جملے فعل ناقص کے ساتھ بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے:

(1) مجھ کو دس روپے درکار ہیں　　　(3) احمد کو سردی ہے

(2) مجھ کو بخار ہے　　　(4) مجھ کو یہ بات پسند نہیں

مذکورۂ بالا جملوں میں 'دس روپے'، 'بخار'، 'سردی'، اور 'بات' تکملہ ناقص ہیں اور فاعل۔

فاعل / مذکور کی طرح پیش آتے ہیں۔

حالیہ معطوفہ یا حالیہ تمام کے ساتھ بھی جملی فاعل تکملۂ خبر کا جزو بن کر جملے کی ابتدا میں آتا ہے، جیسے، (1) احمد کو گئے ہوئے پانچ گھنٹے ہو گئے۔ (2) احمد کو جا کر پانچ گھنٹے ہو گئے۔ (3) کام کو شروع ہوئے دس دن ہو گئے (4) کام کو شروع ہو کر دس دن ہو گئے۔

چونکہ کام کا مدلول غیر ذی روح ہے اس لیے علامت فاعل 'کو' محذوف بھی ہو سکتی ہے، 'کام شروع ہو کر دس دن ہو گئے'۔

اِن جملوں میں پانچ گھنٹے، اور دس دن جملی فاعل اور احمد کو گئے ہوئے یا 'احمد کو جا کر' وغیرہ تکملۂ خبر ہیں۔

جب کسی جملے میں ایسا فعل استعمال ہو جس سے عمل کے لزوم یا جبریت کی ترجمانی ہو تو مصدر کے ساتھ فعل کی مخصوص غیر منصرف ہیئتیں جیسے 'چاہیے'، پڑے گا، ہوگا استعمال کرتے ہیں۔ اس پیٹرن کے جملوں میں 'جملی فاعل' استعمال ہوتا ہے، جیسے:

آپ کو جانا چاہیے کہ ۔۔ آپ کو آنا پڑے گا مجھے وہاں جانا ہوگا

'چاہیے'، 'پڑے گا'، اور 'ہوگا' اصطلاح میں 'طوریہ' کہلاتے ہیں۔

اِس پیٹرن کے جملوں میں فعل ناقص 'ہے' کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب فعل سے کسی عمل کے کرنے کا ارادہ ظاہر کرنا مقصود ہو جیسے:

'مجھے وہاں جانا ہے'

ایسے موقع پر اہلِ پنجاب 'میں نے وہاں جانا ہے' کہتے ہیں۔

اس پیٹرن کے جملے بھی معروف۔ انفعالی ہوتے ہیں۔

[نوٹ :۔ معروف انفعالی جملوں میں کبھی کبھی جملی فاعل کے ساتھ 'کو' کی جگہ 'کے' کا بھی استعمال ہوتا ہے :۔

احمد کے لڑکا ہوا بجائے احمد کو لڑکا ہوا

احمد کے چوٹ آئی بجائے احمد کو چوٹ آئی]

5.6.. مکمل نوعیت کے افعال سے

معروف انفعالی جملے کی ایک اہم قسم مکمل۔ نوعیت کے افعال پر مشتمل ہوتی ہے۔ اُردو میں ایسے بھی اکثر افعال مستعمل ہیں جو بقول مولوی عبدالحق طبعی طور پر مجہول، یا ہماری اصطلاح میں

انفعالی واقع ہوئے ہیں اور جن کی معروف شکلیں بھی اُردو میں مروّج ہیں جیسے :
کھلنا، ٹُٹنا، لُٹنا، پلنا، کھلنا، تُلنا وغیرہ۔ اس طرح کے افعال کو کُھل نوعیت کے افعال کہا جا سکتا ہے۔ اُردو میں ان کی معروف شکلیں حسبِ ذیل ہیں :-

(1) پسنا، پٹنا ←—— پیسنا، پیٹنا (ــِ > ــی)
(2) گُٹنا، لُٹنا ←—— گوٹنا، لوٹنا (ــُ > ــُ و)
(3) تُلنا، رُکنا ←—— تولنا، روکنا (ــُ > ــُ و)
(4) پلنا، ٹلنا ←—— پالنا، ٹالنا (ــَ > ــَ ا)
(5) چھدنا ←—— چھیدنا (ــِ > ــے)

بے ضابطہ: ٹوٹنا ← توڑنا؛ پھٹنا ← پھاڑنا؛ بکنا ← بیچنا؛ کہنا ← کہانا/کہلانا
مذکورہ بالا مثالوں سے واضح ہے کہ اس طرز کے انفعالی فعل کی معروف شکلیں خفیف مصوتے کو طویل مصوتے میں تبدیل کرنے سے بنتی ہے۔
کھُل۔ نوعیت کے تمام افعال جملے میں اس طرح پیش آتے ہیں جس طرح معروف جملے میں افعال لازم۔

لازم	کھُل ۔ نوعیت کے
احمد گرا	دروازہ کھُلا
احمد اور محمود گرے	دروازے کھُلے
حمیدہ گری	کھڑکی کھُلی
پانی گر رہا ہے	دروازہ کھُل رہا ہے
اگر پانی گرے	اگر دروازہ کھُلے
اگر پانی گرتا	اگر دروازہ کھُلتا

افعال لازم پر مشتمل جملوں میں فاعل عامل کی اور کھُل نوعیت والے افعال پر مشتمل جملوں میں فاعل معمول کی نمائندگی کرتا ہے لیکن چونکہ اِن جملوں کی ساخت معروف جملے کی سی ہے اس لیے انھیں بھی معروف۔ انفعالی جملہ کہا جائے گا۔ اِن کی مجہول شکلوں کا ذکر مجہول جملوں کے تحت 6.18 پر کیا گیا ہے۔
(نوٹ : چونکہ فعل 'کرنا' میں معنوی اعتبار سے فعالیت اور 'ہونا' میں انفعالیت پائی

جاتی ہے اس لیے جملے وہ قتل کیا گیا (مجہول) اور وہ قتل ہوا (معروف انفعالی) معنوی اعتبار سے لطیف فرق کے حامل ہیں۔ 'کیا جانا' ذہن سامع کو عامل کے عمل کی طرف منتقل کرتا ہے لیکن 'ہونا' یا تو صرف نتیجے کی ترجمانی کرتا ہے یا عامل کو مطلق نظر انداز کرکے صرف 'عمل' پر توجہ مبذول کراتا ہے۔

لیکن اگر فعل تحریری عمل کی نمائندگی کرے تو 'کیا جانا' کو 'ہونا' میں منتقل کرنے سے جملے کے فعل میں ہیئتی تبدیلی تو آجاتی ہے لیکن معنی میں کوئی فرق نہیں ہوتا اس لیے ایسے موقعوں پر 'کیا جانا' کی جگہ 'ہونا' کا استعمال اختیاری ہے، مثلاً:

(1) 'اس بارے میں اختلاف کیا جا سکتا ہے — اس بارے میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

(2) یہ لفظ معروف جملے میں استعمال کیا جاتا ہے، یہ لفظ معروف جملے میں استعمال ہوتا ہے —

نوٹ 2 افعال 'مرنا، گرنا' اور 'ڈرنا' وغیرہ انفعالی ہیں اور کھل نوعیت کے افعال کی طرح پیش آتے ہیں لیکن چونکہ ان کا شمار افعال لازم میں ہوتا ہے اس لیے انھیں معروف فعال ہی سمجھنا چاہیے۔

نوٹ 3 — داخل، شامل، شریک جیسے فعال الفاظ انفعالی فعل ۔ہو۔ کے ساتھ ترکیب پانے پر بھی فعال نوعیت کے ہوتے ہیں، اس لیے ان مرکب افعال پر مشتمل جملے معروف ۔ فعال ۔ ہوتے ہیں۔]

5.7 غیر شخصی جملے

وہ جملے جن میں فاعل نہ ہو غیر شخصی کہلاتے ہیں۔ اُردو جملے کی ایک ساخت ایسی بھی جس میں یا تو فاعل ہوتا ہی نہیں یا پھر صرف جبلوی فاعل ہوتا ہے:

(الف) (1) کہتے ہیں کہ (2) معلوم ہوتا ہے کہ (3) پتہ چلا کہ

مذکورہ بالا جملوں میں فاعل کا کہیں ذکر نہیں۔

(ب) (1) کریم کا فائدہ ہوا — (4) احمد کی عزت ہوئی

(2) حمیدہ کا نقصان ہوا — (5) تمھاری کل دعوت ہوگی

(3) کرشن کی پوجا ہوتی ہے

مذکورہ بالا جملوں میں جبلی فاعل ترکیب اضافی میں شامل ہے۔

(ج) اگر انفعالی مرکب نما لفعلؔ (باہمی) نوعیت کا ہو تو اس صورت میں جبلی فاعل اول ترکیب اضافی میں استعمال ہوتا ہے اور جبلی فاعل دوم مجروری ترکیب میں:

(1) میری ان سے ملاقات ہے۔

(2) احمد کی محمود سے لڑائی ہے

(3) میرا ان کے ساتھ جھگڑا ہوا

(4) میرا ان سے جھگڑا ہوا

(د) کبھی کبھی جملے میں صرف جملوی فاعل ہوتا ہے جیسے:

(1) صبح ہوئی

(2) بارش ہو رہی ہے

(3) رات ہو گئی

(الف)، (ب)، (ج) اور (د) کے تحت درج کیے ہوئے تمام جملے غیر شخصی کہلاتے ہیں۔

اردو جملے کی قسمیں

6.1 انسان مختلف سماجی اور انفرادی مقاصد کے لیے زبان کا استعمال کرتا ہے۔ زبان جہاں ترسیل کے ذریعے داد و ستد کے عمل کو آگے بڑھاتی ہے وہیں انفرادی جذبات کی ترجمانی کے ذریعے ماحول سے ہم آہنگی یا غیر آہنگی پیدا کرنے کے لیے آلۂ کار کا کام دیتی ہے چونکہ انسان مختلف النوع مقاصد کے لیے زبان کا استعمال کرتا ہے اور زبان جملوں پر مشتمل ہوتی ہے اس لیے مقاصد کے اعتبار سے جملوں کی نوعیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ انسانی فطرت کی بنیادی یکسانیت کے باوجود ہر لسانی گروہ کے لیے جملوں کی نوعیتیں بھی الگ الگ ہوتی ہیں۔

اُردو میں بھی مختلف نوعیتوں کے جملے استعمال ہوتے ہیں۔ اِن کی تقسیم بھی کئی لحاظ سے ممکن ہے۔

بعض اجزائے کلام بالخصوص اسم اور فعل کسی جملے کی تکمیل کے لیے لازمی طور پر آتے ہیں اور اُردو میں ایسے ہی جملے زیادہ تر مستعمل ہیں لیکن ہم روزمرہ کی گفتگو میں یک لفظی جملے بھی استعمال کرتے ہیں۔ امر سے قطع نظر جس میں صرف ایک فعل (مثلاً جا) ہی سے جملہ پورا ہو جاتا ہے، ہم کبھی ایک اسم ایک حرف ایجاب ہاں اور حرف نفی (نہیں) سے بھی پورے جملے کا کام لیتے ہیں کبھی کبھی فعل ناقص 'ہے'، یا کوئی اسم بھی حذف کر دیتے ہیں۔ وہ بھی جملے ہوتے ہیں۔

اس لیے اجزائے کلام کی رو سے اُردو جملے کی تین قسمیں ہو سکتی ہیں:

(1) جملہ تام جس میں تمام ضروری اجزائے کلام حسب ضرورت استعمال ہوتے ہیں، اور

(2) جزوی جملہ جس میں خارجی سیاق و سباق کی مدد سے ادھوری بات پوری کی جاتی ہے، اور

(3) محذوف جملہ جس میں کسی جملۂ تام کے اندر اسم، فعل یا کوئی اور ضروری جزو کلام حسن بیان

کے لیے یا غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

6.2 چھوٹا جملہ

معنوی دنیا کا اظہار زبان کے ساتھ ساتھ غیر لسانی علامتوں اور عضوی اشاروں کا سہارا لے بھی کیا جاتا ہے۔ اسے "مستزاد لسانی تدبیر" کہتے ہیں۔ یوں تو غیر لسانی علامتیں اور عضوی اشارے مستزاد لسانی تدابیر ہیں ہی لیکن اس طرح ایک اور تدبیر خارجی سیاق و سباق سے استمداد ہے۔ یوں تو الفاظ کے معنی جملے کے سیاق و سباق ہی میں متعین ہوتے ہیں لیکن اکثر صورتوں میں یہ جملوی سیاق و سباق خارجی سیاق و سباق کا بھی مرہونِ منت ہوتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ متکلم کفایت الفاظ سے کام لے کر بہت سی باتیں خارجی سیاق و سباق پر چھوڑ دیتا ہے۔ کسی مخصوص صورت حال میں اکثر ایسی باتیں ہوتی ہیں جن سے متکلم و سامع غیر شعوری طور پر واقف ہوتے ہیں اور ان باتوں کو اپنی گفتگو میں جگہ دینا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی لیے اس مخصوص صورت حال میں ادا کیے ہوئے جملوں میں بعض قواعدی لوازمات نہیں ہوتے۔ پھر بھی جملہ معنوی طور پر مکمل ہوتا ہے۔ ایسے طرز کے جملوں میں جو باتیں متکلم چھوڑ دیتا ہے انھیں سامع اپنے ذہن میں غیر شعوری طور پر مکمل کر لیتا ہے۔ مثلاً اگر آپ پونا جانے والی بس میں سفر کر رہے ہوں اور کنڈکٹر سے کہیں "پونا۔ ایک اور آدھا" تو کنڈکٹر فوراً سمجھ لے گا کہ آپ کو پونا جانا ہے اور سفر میں آپ کے ساتھ بارہ سال سے کم عمر کا ایک بچہ بھی ہے جس کا آدھا ٹکٹ ہوتا ہے اور آپ اس سے ڈیڑھ ٹکٹ خریدنا چاہتے ہیں۔ آپ کو کنڈکٹر سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ "مجھے پونا تک کا ڈیڑھ ٹکٹ چاہیے"۔ یہ ان کہی بات کنڈکٹر فوراً سمجھ لیتا ہے۔ عام طور پر اہم سوال کے جواب میں کبھی خاموش اور اثبات یا نفی میں سر ہلانے کے علاوہ 'ہاں'، 'یا نہیں' کہہ دیتے ہیں یہ 'ہاں'، اور 'نہیں'، بھی جملے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی آپ سے آپ کا نام دریافت کرے اور آپ جواب میں کہیں 'احمد' تو یہ بھی جملہ ہوگا۔ شاید ہر زبان میں اس قسم کے جملے ملتے ہوں۔ اردو اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس قسم کے جملے بالعموم کسی سوال کے جواب میں اظہار حیرت کے لیے یا کسی کو پکارنے کے سلسلے میں استعمال ہوتے ہیں اسے اصطلاح میں چھوٹا جملہ کہتے ہیں چھوٹے جملوں میں کبھی صرف اسم یا ضمیر کا استعمال ہوتا ہے جیسے 'شکریہ'، 'تمھاری قسم'، 'سبحان اللہ'، 'ماشاءاللہ'، 'ارے'! 'ارے باپ'! 'تم'! 'آپ'! کبھی صرف متعلق فعل جیسے 'یقیناً'! 'بے شک'! 'خوب'! کبھی صفت جیسے 'لاجواب'! 'ناممکن'! کبھی صرف فعل جیسے 'مر گئے'۔ 'مارڈالا'، کبھی حرف استفہام 'کیا'! اور کبھی منادی جیسے: 'احمد'، چھوٹے جملے میں بالعموم فجائی سُر استعمال کیا جاتا ہے:

بادل بادل. بجلی بجلی۔ بادہ گساراں بادہ گساراں۔

6.3 حذف وار جملے

چھوٹے جملوں کے علاوہ تمام جملوں میں بھی کبھی کبھی کوئی جزوِ کلام غیر ضروری سمجھ کر حذف کر دیا جاتا ہے۔ چھوٹے جملے کے برخلاف اس طرح کے جملوں کا مطلب خارجی سیاق و سباق کا محتاج نہیں ہوتا کبھی کبھی بات میں زور پیدا کرنے یا حسنِ بیان کے لیے کوئی جزوِ کلام چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایسے جملے "حذف وار جملے" کہلاتے ہیں۔

اکثر اردو جملوں میں فعل ناقص 'ہے'، محذوف کر دیا جاتا ہے۔ ہم فعل ناقص کے سلسلے میں بتا چکے ہیں کہ کچھ زبانوں میں فعل ناقص کا استعمال ہی نہیں ہوتا (دیکھیے 3.5) ان زبانوں میں ایسے جملے 'اسمی جملے' کہلاتے ہیں، لیکن چونکہ اردو میں اس طرح کے جملوں کو ایسے جملوں میں منتقل کیا جا سکتا ہے جن میں فعل 'ہے' لوٹ آئے اس لیے ایسے جملوں کو 'اسمی جملہ' کہنے کے بجائے 'محذوف جملہ' کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

کبھی مرکب جملے (اس اصطلاح کے لیے دیکھیے 6.8) میں آخری فقرے (اس اصطلاح کے لیے ملاحظہ ہو 6.17) کا فعل ناقص حذف کر دیتے ہیں۔ محذوف فعل کو قوسین میں درج کیا گیا ہے، جیسے:

گھر میں احمد بھی ہے اور محمود بھی (ہے)

گائے کے دو کان (ہیں)، دو آنکھیں (ہیں) اور ایک دُم ہے

کبھی ترکیبوں میں فعل ناقص 'ہے'، کو حذف کرتے ہیں۔

سر پہ ٹوپی (ہے)، نہ پاؤں میں جوتا (ہے)، اور مرزا صاحب چلے آ رہے ہیں۔

اکثر اردو ضرب الامثال میں فعل ناقص 'ہے'، محذوف ہوتا ہے، مثلاً:

"جیسی نیت ویسی برکت۔ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔

گھڑی میں تولہ، گھڑی میں ماشہ۔ غریب کی جورو، سب کی بھابی۔ وغیرہ۔

بعض مرتبہ حسن کلام کے لیے فعل ناقص (ہے)، حذف کر دیتے ہیں، جیسے:

ایسی بنی ٹھنی جیسے دلہن۔

ندائیہ جملوں میں بھی فعل ناقص 'ہے'، محذوف ہوتا ہے جیسے:

آپ اور یہاں تشریف!

مقابلے کے لیے جب حرف استفہام تکرار کے ساتھ آئے تو عموماً فعل ناقص 'ہے' حذف ہوتا ہے' جیسے

کہاں آپ اور کہاں میں   کہاں راجہ بھوج، کہاں گنگو تیلی

فعل ناقص (ہے) کے علاوہ کبھی کبھی دوسرے افعال بھی محذوف ہوتے ہیں' جیسے:

(1) تم چلے گئے اور میں بھی (چلا گیا) (2) مستی بھی چھوڑ دی اور ڈاڑھی بھی[1]

کبھی اسم کو محذوف کر دیتے ہیں' مثلاً:

(1) ایک کا نام احمد ہے اور دوسرے کا محمود۔ اس میں 'نام' محذوف ہے۔

(2)(الف) تم نے اچھی کہی۔ (ب) ان کی کیا پوچھتے ہو؟ (ج) ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی۔

ان جملوں میں اسم 'بات' محذوف ہے۔ چونکہ اسم 'بات' مؤنث ہے اس لیے، مذکورہ بالا جملوں میں فعل کے ساتھ تانیث کے صرفیے اور 2 (ب) میں حرف اضافت 'کی' استعمال ہوا ہے۔ لیکن کبھی کبھی تذکیر کے فعلی صرفیے بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے:

آپ نے خوب کہا:

ع   ہم ان کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا؟

حذف اسم کی مزید مثالیں درج ذیل ہیں:

ع   اب تو آرام سے گزرتی ہے ـــ زندگی

ع   ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا   ایمان کی (بات)

اس نے پینا ترک کر دیا ہے   (شراب)

اکثر استفہامی جملوں میں ضمیر مخاطب محذوف ہوتی ہے

کب آئے؟ کہاں رہتے ہو؟ یہاں کیا کر رہے ہو

امر میں بھی ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب محذوف ہوتی ہیں۔

آئیے۔ تشریف لائیے۔ جاؤ۔ یہاں آؤ ـــ اندر آسکتا ہوں؟

جہاں حرف نفی دوبارہ آئے وہاں اردو میں پہلا حرف نفی بالعموم محذوف ہوتا ہے' جیسے

تم آئے نہ وہ آیا۔

---

(1) غالب کے اس جملے میں محاورہ 'ڈاڑھی چھوڑنے' کا استعمال بڑی خوبصورتی سے ہوا ہے۔

بعض پیچیدہ جملوں میں (اس اصطلاح کے لیے دیکھیے (28ء 6 ص) متعلق فعلی فقروں کے ساتھ اگر ضمیر موصول جوڑے دار ہو تو پہلی ضمیر موصولہ محذوف بھی ہو جاتی ہے جیسے "میں نے کہا تو وہ پڑھنے لگا" یعنی جب میں نے کہا" ــــ اسی طرح جوڑے دار حرف شرط (اگر۔تو) میں سے پہلا شرط 'اگر'۔ محذوف ہو جاتا ہے، جیسے: "وہ نہیں مانتا تو میں کیا کروں ؟ یعنی اگر وہ نہیں مانتا"

عمل کا طور طریقہ اور جملے کی قسمیں

اُردو جملوں کی قسمیں ایک اور نقطۂ نظر سے کی جاتی ہے یعنی یہ دیکھا جاتا ہے کہ عمل کا مختلف طور طریقے ظاہر کرنے کے لیے اُردو جملے کیا کیا شکلیں اختیار کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے اُردو جملے کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

(1) بیانیہ (2) امر (3) استفہامیہ اور (4) فجائیہ

(1) ــــ "بیانیہ جملہ اسے کہتے ہیں جس میں کوئی بات بیان کی جائے۔ ایسی بات جس کی تصدیق یا تردید ہو سکے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ــــ (الف) ایجابی۔ (ب) منفی۔

(الف) ایجابی۔ ایسا بیانیہ جملہ جس میں کسی واقعے کا بیان ایجابی طور پر ہو، جیسے:

"میرا دوست سپاہی ہے!" ــــ "وہ ہم سے ملاقات کریں گے"

(ب) جب بیانیہ جملے میں کسی واقعے سے انکار یا اس کی تردید مقصود ہو اور اس میں حرف نفی نہیں یا نہ کا استعمال ہو تو اسے منفی جملہ کہتے ہیں۔

جیسے: میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔

میں آج تک وہاں نہیں گیا۔

(2) امر جملے کی سادہ ترین ہیئت ہے۔ اس میں صرف فعلی مادہ جیسے آ / جا۔ وغیرہ بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ امر کے معنی حکم کے ہیں لیکن اصطلاح میں ہر وہ جملہ جس میں حکم کے علاوہ اجازت یا درخواست ہو 'امر' کہلاتا ہے۔ چونکہ اس میں ضمیر مخاطب بالعموم محذوف ہوتی ہے اس لیے عام اُردو جملے کے برخلاف امر یک جزوی جملہ ہوتا ہے۔ یہ غیر زمانی فعل ہے اور امر میں چوں کہ کسی واقعے کا بیان نہیں ہوتا اس لیے اس کی تصدیق یا تردید کا سوال ہی نہیں ہوتا اما اگر حکم یا درخواست امتناعی ہو تو اسے 'نہی' کہتے ہیں۔

(3) استفہامیہ یا استفہامی جملہ۔ وہ جملہ جسے متکلم سامع سے کوئی بات جاننے یا یہ جاننے کے لیے کہ وہ

اس سے واقف ہے یا نہیں استعمال کرے استفہامی جملہ کہلاتا ہے۔ اور
(4) فجائیہ ۔جس جملے سے متکلم اپنی حیرت یا تاسف کا اظہار کرے فجائیہ یا فجائی جملہ کہلاتا ہے۔ استفہامیہ اور فجائیہ میں تنظیمیہ لہجہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

مشتق جملے

جملے کی مذکورۂ بالا قسمیں ایک دوسرے سے داخلی رشتہ رکھتی ہیں۔ ان میں کچھ الفاظ کے گھٹانے بڑھانے، ترتیب بدل دینے اور سُر لہر مختلف کر دینے سے ایک قسم دوسری قسم میں بدل سکتی ہے۔ جملوں میں تبادل کا تصور تبادلی قواعد میں اساسی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی رو سے ہر زبان میں جو مختلف اقسام کے جملے استعمال ہوتے ہیں وہ اصل میں اُن جملوں سے مشتق ہوتے ہیں جن کا تبادل (۱) امر (2) نہی (3) منفی بیانیہ (4) استفہامیہ (5) فجائیہ (6) مجہول (7) مرکب اور (8) پیچیدہ جملوں میں ہوتا ہے۔ ایسے جملے بنیادی یا اصلی کہلاتے ہیں اور ان سے نکلنے والے جملے مشتق۔

چونکہ (۱) مجہول (2) مرکب اور پیچیدہ جملوں کا تعلق عمل کے طور طریقے سے نہیں ہے اس لیے ان کے اشتقاق کا ذکر علیحدہ سے کیا گیا ہے۔ سر دست ہم پہلے پانچ قسم کے جملوں میں اشتقاق کے عمل پر روشنی ڈالیں گے۔

" اصلی جملے" کا تصور بڑا سائنٹفک ہے۔ اس سے مختلف النوع جملوں کی ساخت اور ان کی تعمیر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ تبادلی قواعد کی رو سے ہر مفرد جملہ (جس میں صرف ایک فعل ہوتا ہے) اصلی نہیں ہوتا اور مفرد جملے سے مفرد جملے بھی مشتق ہوتے ہیں اور غیر مفرد بھی، مثلاً ایک مفرد جملہ ہے۔

' احمد اور محمود آئے '

تبادلی قواعد کی رُو سے یہ مشتق جملہ ہے کیونکہ اس جملے کی تہہ میں دو اصلی جملے ہیں:

(۱) احمد آیا (2) محمود آیا

حرف عطف 'اور' کے اضافے سے یہ دو بنیادی جملے ایک مفرد جملے میں اس طرح مشتق ہوتے ہیں:۔

احمد + فع مادہ + الف^{3} = احمد آیا

محمود + فع مادہ + الف^{3} = محمود آیا

احمد + اور + محمود + فع مادہ + الف^{3} کا تناسب صرفیہ = ے = احمد اور محمود آئے ۔

فع مادہ = فعل مادہ ے ا

الف 3 = متناسب صرفیہ { یا ـــ ـِ ی ـٹ ـے ـے ـِں (دیکھیے 3)

اسی طرح تبادلی قواعد کی رو سے مذکورہ بالا دو بنیادی یا اصلی جملوں سے ایک تیسرا جملہ مشتق ہوا : احمد اور محمود آئے۔

لیکن تبادلی قواعد کے اس طریقۂ کار پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ دو علیحدہ اصلی جملوں کے ایک مشتق جملے میں تبادل کا عمل عملی نقطۂ نظر سے بے مصرف ہے کیونکہ متکلم کے ذہن میں گفتگو کرتے ہوئے تبادل کا یہ عمل نہیں ہوتا۔ اس اعتراض سے قطع نظر بعض قسم کے جملوں میں یہ مفروضہ ناقابلِ اطلاق بھی ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً ایک مفرد جملہ ہے :

احمد اور محمود دوست ہیں

تبادلی قواعد کی رو سے اس میں دو طرح تبادل عمل میں آیا ہے کیونکہ اس کی تہہ میں یہ دو اصلی جملے ہیں :

* احمد دوست ہے۔ * محمود دوست ہے۔

لیکن اُردو میں یہ معنوی اعتبار سے نامکمل جملے ہیں کیونکہ لفظ 'دوست' میں 'باہمیت' کا مفہوم مضمر ہے اور یہ مفہوم مذکورۂ بالا مشتق جملے ۔ احمد اور محمود دوست ہیں ۔ میں تو اُبھرتا ہے لیکن اس کے مبینہ بنیادی جملوں ۔ احمد دوست ہے ؛ محمود دوست ہے ۔ میں معنوی تشنگی پائی جاتی ہے۔ اس لیے مشتق جملے 'احمد اور محمود دوست ہیں' کو تہہ نشین قواعد کا سہارا لیکر کہنا ہوگا۔

احمد اور محمود ۔ آپس میں ۔ دوست ہیں ۔ احمد محمود کا اور محمود احمد کا دوست ہے۔

احمد (محمود کا) دوست ہے

محمود (احمد کا) دوست ہے

> احمد + اور + محمود دوست ہیں

اس طرح مذکورۂ بالا مشتق جملے کو دو اصلی جملوں سے برآمد کرنے میں جو تکلف ہے وہ لایعنی ہے

ایک اور مفرد جملہ لیجیے :

سُرخ پھول میز پر رکھا ہے

تبادلی قواعد اس جملے کو مشتق قرار دیتی ہے کیونکہ اس کی رو سے اس مشتق جملے کی تہہ میں دو اصلی جملے یہ ہیں :

(1) پھول میز پر رکھا ہے اور (2) پھول سُرخ ہے

اور ان سے مل کر تیسرا جملہ اس طرح بنا ہے:

پھول میز پر رکھا ہے + پھول سُرخ ہے ← سُرخ پھول میز پر رکھا ہے۔

لیکن مذکورہ بالا جملے کا یہ تجزیہ بھی تکلف سے خالی نہیں۔ ترکیب 'سُرخ پھول' اور جملہ 'پھول سُرخ ہے' میں صرف صفت خبری کو صفت ذاتی میں تبادل کرنے کا مسئلہ نہیں ہے۔ اگر ہم گہرائی میں جائیں تو ہمیں ان میں بنیادی فرق ملے گا: 'سُرخ پھول' یسپرسن کی اصطلاح میں 'اتصالیہ' اور 'پھول سُرخ ہے' 'مربوطیہ' ہے۔ اس کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اتصالیہ اور مربوطیہ میں بنیادی اختلاف ہوتا ہے۔ اس کا یہ استدلال ہے کہ اتصالیہ میں صفت اور موصوف مل کر ایک اکائی۔ اسم واحد میں ڈھل جاتے ہیں اور وہ ایک ایسا 'مرکب' نام بن جاتے ہیں جن کے مترادف کے طور پر ہم ایک مفرد نام بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:

'در اصل 'نوزائیدہ کتا' کہنے کے بجائے ہم 'پلا' کہتے ہیں۔ یا 'پاگل آدمی' کہنے کے عوض ہم 'پگلا' کہہ سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل ترکیبوں 'مادہ گھوڑا'، 'گرم موسم'، 'پستہ قد آدمی' اور 'خراب بو' کا مقابلہ علی الترتیب 'گھوڑی'، 'گرما'، 'بونا' اور 'گندہ' جیسے مفرد الفاظ سے کیجیے۔ جہاں ایک زبان میں ایک ہی مدلول کے لیے مفرد لفظ استعمال ہوتا ہے وہیں دوسری زبان میں اس لیے مرکب عبارت استعمال ہوتی ہے۔'[1]

ہمیں اس رائے سے جزوی اختلاف ہے پھر بھی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ترکیب 'سُرخ پھول' معنوی اعتبار سے ایک مکمل اکائی ہے لیکن جب اسی ترکیب کو جملے میں ڈھالا جائے تو یہ معنوی اکائی قائم نہیں رہتی، البتہ ان میں ایک رشتہ قائم رہتا ہے۔ اس رشتے کو یسپرسن مربوطیہ کا نام دیتا ہے۔ یسپرسن مربوطیہ کے بارے میں آگے چل کر لکھتا ہے:-

"اس کے برخلاف مربوطیہ میں دو خیالات ہوتے ہیں جو لازمی طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے ہیں۔"(2)

'پھول سُرخ ہے' مربوطیہ ہے جس میں صفت خبری استعمال ہوئی ہے۔ اس لیے اس جملے میں پھول اور سُرخ معنوی طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور یسپرسن کے الفاظ میں "ان میں زندگی پڑ جاتی ہے" یسپرسن کی نظر میں 'اتصالیہ' ایک بے جان تصویر ہے لیکن 'مربوطیہ' ایک متحرک

---

(1) دی فلاسفی آف گرامر ص 116۔ (2) ایضاً ص 116۔

ڈراما ہے۔ بہرحال چونکہ ترکیب 'سُرخ پھول' اور جملہ 'پھول سُرخ ہے' معنوی سطح پر دونوں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اس لیے تبادلی قواعد نویسوں کا ایک ترکیب کو جملے میں تبدیل کرنے کا عمل غیر فطری بھی ہے اور غیر ضروری بھی۔ اس لیے ہم اصلی جملے کے تصور سے صرفِ نظر کرکے صرف اتنا کہیں گے کہ مفرد بیانیہ ایجابی جملوں سے مختلف نوعیتوں کے جملے مشتق ہوتے ہیں اور مشتق جملوں پر اسی اصول کا اطلاق کریں گے۔

6.5 منفی جملے کا اشتقاق

منفی جملہ ایجابی جملے سے مشتق ہوتا ہے۔ بنیادی ایجابی جملے میں فعل سے قبل حرف نفی 'نہیں' یا 'نہ' کے اضافے سے منفی جملہ بنتا ہے۔ چونکہ حرف نفی 'نہیں'، 'نہ' + ہے سے مرکب ہے اس لیے جس ایجابی جملے میں 'نہیں' استعمال ہوتا ہے اس میں ایجابی جملے کا 'ہے' بالعموم محذوف کر دیا جاتا ہے۔

بنیادی جملہ	منفی جملہ
(۱) وہ آتا ہے	وہ نہیں آتا
(۲) وہ گیا	وہ نہیں گیا
(۳) وہ جائے گا	وہ نہیں جائے گا

اگر کسی جملے میں 'ہے' فعل ناقص نہ ہو بلکہ 'موجود' کے معنی دیتا ہو تو حرف نفی 'نہیں' کے بعد 'ہے' لازمی طور پر استعمال ہوتا ہے جیسے ع

ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے

جب بات میں زور پیدا کرنا مقصود ہو تو منفی جملے میں حرف 'نہیں' فعل کے بعد بھی لاتے ہیں اور اس میں حرفِ تاکید 'ہی' کا اضافہ کرتے ہیں جیسے:

وہ آتا ہی نہیں　　　وہ آیا ہی نہیں

'ہی' کی جگہ 'بھی'، 'تک' یا 'تو' بھی استعمال کرتے ہیں۔ ان تمام صورتوں میں 'نہیں' فعل کے آخر میں آتا ہے جیسے وہ آتا بھی نہیں۔ وہ آیا تک نہیں۔ وہ آیا تو نہیں۔

اگر مرکب فعل استعمال ہو (جس میں مرکب نما بھی شامل ہے) تو حرفِ نفی اس فعل سے قبل بھی لاتے ہیں اور درمیان میں بھی:

میں اس کو نہیں پسند کرتا　　　میں اس کو پسند نہیں کرتا

وہ نہیں جا رہا ہے　　　وہ جا نہیں رہا ہے

کلمہ نفی ' نہ ' عموماً ماضی شرطی یا تمنائی اور مضارع شرطی یا تمنائی کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔
وہ یہاں نہ آئے تو اچھا ہو۔ کاش وہ یہاں نہ آتا ۔ اے کاش وہ یہاں نہ آئے۔
لیکن ' نہ ' کی جگہ ' نہیں ' بھی مستعمل ہے بالخصوص زور و تاکید کے لیے جس طرح نہیں
نہ ' ہے ' سے مرکب ہے اسی طرح نہ + ہی (حرف تاکید) سے بھی نہیں بن جاتا ہے۔
ماضی تمام کی اس شکل میں جہاں ۔ چک بطور فعل امدادی آئے تو اس ایجابی جملے سے منفی جملہ نہیں
بنتا۔ * وہ نہیں جا چکا تھا۔ اردو میں نہیں کہتے۔
بات میں زور پیدا کرنے کے لیے لفظ ' ہرگز ' کبھی تنہا اور کبھی تکرار کے ساتھ استعمال کرتے
ہیں : میں وہاں ہرگز نہیں جاؤں گا۔ میں وہاں ہرگز ہرگز نہیں جاؤں گا۔
' ہرگز ' ایجابی جملے میں استعمال نہیں ہوتا ۔ ہرگز کی طرح ' مبادا ' بھی استعمال ہوتا ہے فرق
یہ ہے کہ مبادا صرف ایجابی جملوں میں استعمال ہوتا ہے اور نفی کا مفہوم رکھتا ہے۔ مبادا وہ آئے
= کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آئے۔ ا
ورنہ منفی حرفِ عطف ہے جو دو جملوں کو جوڑتا ہے۔
' نہیں تو ' بھی منفی حرفِ عطف ہے۔
' نہ ' حرف نفی ہے لیکن اگر ایک ہی ضمیر نکرہ دوبار اس طرح آئے کہ ' نہ ' درمیان میں
ہو تو اس سے منفی جملہ نہیں بنتا ، بلکہ ایجاب کا مفہوم پیدا ہوتا ہے :
کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے کسی نہ کسی نے دیکھا ہوگا
وہ کہیں نہ کہیں مل جائے گا

نوٹ : ' نا ' حرف تاکید بھی ہے جس کا مخفف ' نہ ' ہے :
ع آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی
ع ٹھوکریں کھائے تو انسان سنبھل جائے نا
اس نا / نہ کا حرف نفی ' نہ ' سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ساتھ حرف نفی ' نہ ' کا
استعمال ہو تو جملہ منفی بنتا ہے ، جیسے :
وہ آخر نہیں آیا نا !
اگر حرف نفی ایسے لفظ کے ساتھ استعمال ہو جس میں نفی کا مفہوم شامل ہو تو ایجابی جملہ
بن جاتا ہے جیسے :

وہ ناواقف نہیں ہے ۔ وہ لاأبالی نہیں ہے ۔ وہ بے فکرا نہیں ہے ۔

'نہیں تو'، اور ورنہ کی طرح نہ ۔۔ نہ، نہ صرف ۔ بلکہ عطف نفی ہیں اور جملوں کو جوڑنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں ۔ اُن کا ذکر 'مرکب جملے' کے تحت دیکھیے ۔

6.6 اشتقاق نہی

نہی امر کی ضد ہے ۔ 'نہ' اور 'نہیں' حرف نفی بھی ہیں اور حرف امتناعی بھی ۔ جب کسی کام کے نہ کرنے کا حکم یا درخواست کی جائے تو حرف امتناعی 'نہ' یا 'نہیں' امر (فعلی مادے) سے قبل استعمال کرتے ہیں ۔ 'مت' بھی حرف امتناعی ہے ۔ نہی کا امر سے وہی رشتہ ہے جو منفی جملے کا ایجابی جملے سے لیکن منفی جملے میں کسی بات سے انکار ہوتا ہے اور نہی سے کسی کام کے نہ کرنے کا حکم یا درخواست ہوتی ہے ۔ نہی امر کی طرح غیر زمانی فعل ہے ۔

نہی میں منفی جملے کی طرح لفظ 'ہرگز' حرف امتناعی کے ساتھ استعمال ہوتا ہے ۔

وہاں ہرگز نہ جا

اگر کسی بات کو نرمی سے روکنا ہو یا ہمدردی جتاتے ہوئے کسی کام سے باز رکھنا ہو تو نہیں اور مت جملے کے آخر میں استعمال کرتے ہیں جیسے :

'نہیں رُوؤ' کی جگہ 'رُوؤ نہیں' اور 'رُوؤ مت' بھی کہتے ہیں ۔

ہم بتا چکے ہیں کہ امر کے لیے حرف تاکید 'نا' کے استعمال سے مصدر سے ملتی ہوئی شکل بطور امر استعمال ہوتی ہے (دیکھیے 3.34 ص) نہی میں بھی مصدر نما روپ استعمال ہوتا ہے، جیسے : وہاں نہیں جانا ۔ وہاں جانا نہیں

ہرگز کے ساتھ ۔۔ وہاں ہرگز نہ جانا ۔ وہاں ہرگز مت جانا ۔

نہی غیر شخصی طور پر بھی اُردو میں مستعمل ہے جیسے ،

اِس طرح نہیں رُویا کرتے   اِس طرح نہیں روتے

6.7 استفہامی جملے اور اشتقاق

استفہامی جملے مفرد ہوتے ہیں اور بیانیہ جملے میں کچھ حروف کے اضافے سے مشتق ہوتے ہیں ۔ ایسے حروف 'حروف استفہام' کہلاتے ہیں ۔ لیکن ان کی سب سے بڑی پہچان مخصوص تنظیمیہ لہجے کا انتخاب ہے ، استفہامی جملے بیانیہ جملوں سے اختتامی سُر کی بدولت بآسانی شناخت ہوتے ہیں اور صرف سُر لہر کی مدد سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں جملہ بیانیہ ہے یا استفہامی ۔ اس کا ذکر آئندہ صفحات

میں حسبِ موقع کیا گیا ہے۔

اُردو حروفِ استفہام یہ ہیں :۔

مفرد : کون، کہاں، کب، کیسا ۔ کیسی ۔ کیسے، کیوں، کیا، کتنا ۔ کتنی ۔ کتنے

اِن حروف میں /ک/ مشترک صوتیہ ہے جو سنسکرت : क سے مشتق بتایا جاتا ہے۔

مرکب ۔ کس طرح، کس اعتبار سے، کس لحاظ سے، کاہے کو، کیونکر۔

فارسی حرفِ استفہام 'آیا' بھی استعمال ہوتا ہے لیکن یہ استعمال شاذ ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ دُنیا کی ہر زبان میں صرف حروفِ استفہام کو بیانیہ جملوں میں شامل کرنے سے استفہامی جملے بنتے ہوں مگر انگریزی کے ہاں/نہیں سوال میں حروفِ استفہام نہیں بلکہ افعالِ امدادی DO اور DID استعمال ہوتے ہیں اور اگر بیانیہ جملے میں فعل BE ہو تو استفہامی جملے میں وہ ابتدا میں آتا ہے۔

حروفِ استفہام دراصل ضمیریں ہیں اس لیے انھیں استفہامی ضمیریں بھی کہا جاتا ہے۔

سوال دو طرح کے ہوتے ہیں (1) ایسا سوال جس کا جواب صرف ہاں یا نہیں ہو۔ اور (2) ایسا سوال جس کا جواب کسی بیانیہ جملے پر مشتمل ہو۔ پہلے قسم کے سوال کو ہاں ۔ نہیں سوال اور دوسرے قسم کے سوال کو کون۔سوال یا 'استفہام استخباری' کہتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے سوالات کے لیے اُردو میں مختلف سُر لہریں استعمال کی جاتی ہیں یعنی مختلف اختتامی سُروں سے کام لیا جاتا ہے۔ 'تم کیا کر رہے ہو؟' کہتے ہوئے 'کیا' پر تاکیدی زور پڑتا ہے جس کے نتیجے میں اختتامی سُر جو بیانیہ جملے میں یوں بھی ماند پڑتا ہے اور بھی ماند پڑ جاتا ہے۔ لیکن 'کیا تم وہاں گئے تھے؟' ۔ کہتے ہوئے 'تھے' پر زور پڑتا ہے اس لیے اس طرز کے استفہامی جملے کا اختتامی سُر نمایاں طور پر چڑھتا ہوا ہوتا ہے۔

چونکہ انگریزی میں بھی ہاں ۔ نہیں، سوال اور استفہام استخباری کی سُر لہروں میں اختلاف ہوتا ہے اس لیے بلوم فیلڈ نے استفہام استخباری (کون سوال) کے اختتامی سُر کو ہاں نہیں سوال کے اختتامی سُر سے ممتاز کرنے کے لیے تحریر میں معکوس سوالیہ نشان ¿ تجویز کیا ہے ویسے تحریر میں دونوں قسم کے استفہامی جملوں کے لیے ایک ہی طرح کا سوالیہ نشان یعنی ؟ مستعمل ہے۔

ہاں ۔ نہیں سوال کا جواب 'ہاں' کی جگہ 'جی' بھی ہوتا ہے۔ جب سامع متکلم کا سوال ٹھیک سے سمجھ نہیں پاتا اور یہ چاہتا ہے کہ یہ سوال دُہرایا جائے تو وہ 'جی' کی /ی/ کو زائد طویل کر کے

اسے چڑھتے ہوئے سُر میں ادا کرتا ہے جی — لیکن اگر سامع کو اثبات میں جواب دینا ہو تو وہ 'جی' کو گرتے ہوئے سُر میں ادا کرتا ہے۔

جی — جی

اگر سامع کسی سوال کا جواب سوچنے لگے تو عموماً اس سوچ کے دوران وہ متکلم کا سوال سست رفتاری سے دہراتا ہے تاکہ اس وقفے میں مناسب جواب سوچ سکے اور اس سوال کے دُہرانے کا عمل ختم ہونے تک کوئی جواب نہ سوجھ سکے تو آخری لفظ کی ادائیگی طویل کر دیتا ہے لیکن اگر جواب سوجھ جائے تو گویا تلافی مافات کے طور پر اسے جلد جلد ادا کر دیتا ہے:

سوال: تم* کہاں گئے تھے؟

جواب: میں کہاں گیا تھا؟ ارے! میں تو یہیں تھا۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ ہم نے اوسط صورت حال کے پیش نظر مذکورۂ بالا سُر لہر کی نشاندہی کی ہے ورنہ متکلم کا انداز گفتگو اور لہجے کا استعمال اس کی ذہنی کیفیت اور سیاق و سباق کا پابند ہونے کے علاوہ خود اس کی شخصیت پر منحصر ہوتا ہے۔

اردو میں ہاں — نہیں سوال اور کون — سوال میں امتیاز کرنے کے لیے صرف سُر لہر میں تبدیلی نہیں پیدا کی جاتی بلکہ مرفیوں کے انتخاب اور ان کے جملوی مقام میں بھی فرق ملحوظ رکھا جاتا ہے ہاں — نہیں سوال میں ضمیر استفہام 'کیا' جملے کی ابتدا میں لیکن 'کہاں' — سوال میں فعل سے قبل آتی ہے۔

(1) کیا تمھارا نام احمد ہے؟ ——— ہاں — نہیں سوال

(2) تمھارا نام کیا ہے؟ ——— کون — سوال

ان دونوں سوالات میں 'کیا' نہ صرف جملے میں الگ الگ مقام رکھتا ہے بلکہ اصل میں یہ دو مختلف ہم صورت الفاظ ہیں۔ پہلے سوال میں 'کیا' صرف علامت استفہام ہے۔ لغوی معنی سے عاری۔ اس لیے اسے بول چال میں حذف بھی کر دیتے ہیں اور اس کی کو مناسب سُر لہر سے پورا کیا جاتا ہے۔

تمھارا نام احمد ہے؟ — ایسے موقع پر ہم حرف تاکید 'نا' بھی استعمال کرتے ہیں۔

تمھارا نام احمد ہے نا؟ آؤ گے نا؟ ٹھیک ہے نا؟

---

* طویل لہجے کی علامت (—) + لے کی علامت (!)

یہ 'کیا' جملے کے آخر میں بھی لاتے ہیں، جیسے:

وہ گیا کیا؟ میں جاؤں کیا؟

دونوں طرح کے سوالوں میں ایک اور نمایاں فرق ہے۔ ہاں۔ نہیں سوال ہی میں علامت استفہام 'کیا' استعمال ہوتی ہے۔ اس طرح کے جملے کا تنظیمیہ انتخاب محدود ہے لیکن کہاں۔ سوال میں 'کیا' کی جگہ دوسری استفہامی ضمیریں بھی استعمال ہوتی ہیں جیسے:

تمہارا نام کیا ہے؟ تم کب آئے؟ تم کیسے آئے؟

تم کہاں رہتے ہو؟ تم کیوں آئے؟

اگر اس طرح کے استفہامی جملے میں ضمیر مخاطب محذوف ہو تو استفہامی ضمیر جملے کے شروع میں آتی ہے۔ کہاں رہتے ہو؟ کب آئے؟ وغیرہ۔ جملے کے غیر شخصی استعمال میں بھی کون سوال میں ضمیر استفہام کے شروع میں آتی ہے، جیسے:

کیا بجا ہے؟ کیا ارادے ہیں؟

ہاں۔ نہیں سوال اور کہاں سوال دونوں میں فاعل یا ضمیر جملے کے آخر میں بھی آسکتی ہے۔

کیا احمد ہو تم — ہاں۔ نہیں سوال

کہاں گئے تھے، تم — کون۔ سوال

البتہ ہاں۔ نہیں سوال میں ضمیر فعل سے قبل آسکتی ہے (جیسے کیا احمد تم ہو؟) لیکن کون سوال میں ضمیر فعل سے قبل نہیں آتی (کہاں تم گئے تھے نظم میں تو ممکن ہے لیکن بول چال میں تم کہاں گئے تھے؟ یا کہاں گئے تھے تم؟ ہی کہتے ہیں)۔

زور پیدا کرنے کے لیے ضمیر استفہام ہاں۔ نہیں سوال کی طرح کہاں۔ سوال میں بھی فعل کے آخر میں لائی جاتی ہے:

لیکن وہ گیا کہاں؟

زور پیدا کرنے کے لیے فعل کو ضمیر استفہام کے قبل بھی لاتے ہیں تجھے ہوا کیا ہے؟ وہ گیا کہاں ہے؟ بجائے تجھے کیا ہوا ہے؟ وہ کہاں گیا ہے؟۔

6.6 استفہامی جملے کی مزید قسمیں

اردو میں استفہامی جملے کی دو مزید قسمیں ہیں:

(1) استفہام انکاری (2) استفہام اقراری

استفہام انکاری: وہ سوال ہے جس کا جواب مطلوب نہیں ہوتا کیونکہ متکلم اور سامع دونوں جانتے ہیں کہ یہ جواب نفی میں ہے مثلاً:

کیا وہ اِس طرح اپنی عادتیں چھوڑ دے گا؟

اس طرح وہ اپنی عادتیں چھوڑ دے گا کیا؟

کبھی کبھی علامت استفہام ’کیا‘ استعمال نہیں کرتے اور اس کی تلافی سُر لہر سے کرتے ہیں جس سے صاف پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں فلاں سوال استفہام انکاری ہے جیسے:

ہم کو جمعیتِ خاطر یہ پریشانی تھی
ورنہ اُمت ترے محبوب کی دیوانی تھی؟

یعنی کیا ترے محبوب کی اُمت دیوانی تھی۔ نہیں

تجھ کو چھوڑا کہ رسولِ عربی کو چھوڑا؟ بُت گری پیشہ کیا؟ بُت شکنی کو چھوڑا؟

منتِ حضرتِ عیسٰی نہ اُٹھائیں گے کبھی زندگی کے لیے شرمندۂ احساں ہوں گے؟

کون۔ سوال استفہام انکاری ہوتا ہے۔

میں اسے لے کر کیا کروں گا؟ (یعنی یہ میرے کام کا نہیں)

پھر تم نے کیا دیکھا؟ (کچھ نہیں دیکھا) میں کیا کر سکتا ہوں؟

تم کیا تیر مار لو گے؟ یہ کیا کرتے ہو؟ (یعنی یہ کام نہ کرو)

استفہام انکاری میں ضمیر نکرہ ’کوئی‘ بھی استعمال کرتے ہیں جو حرفِ تاکید کے طور پر استعمال ہوتا ہے:

ہم کوئی ترکِ وفا کرتے ہیں؟

کوئی کی جگہ ’کہیں، تھوڑی، کچھ‘ وغیرہ بھی استعمال کرتے ہیں یہ ’کہیں‘ ضمیر نکرہ نہیں بلکہ ’کہاں‘ کی تاکیدی صورت معلوم ہوتی ہے جیسے:

میں تمھیں کہاں چھوڑتا ہوں؟ — میں تمھیں کہیں چھوڑتا ہوں؟

کہاں کی طرح کب، کیوں اور کیسے بھی استفہام انکاری میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً:

میں نے تمھیں کہاں کہا کہ تم جاؤ؟ میں نے کب کہا کہ تم بیٹھو؟

تم کیسے آدمی ہو؟

استفہام انکاری کا غیر شخصی استعمال بھی ہوتا ہے، جیسے:

ع کیا جانیے تو نے اسے کس حال میں دیکھا (یعنی کوئی نہیں جانتا)

'کون جانے' تم میرے دوست ہو یا دشمن

ع کیا ہوا اُن سے اگر بات بنائی نہ گئی

'کبھی' 'کہاں' کے ساتھ کا کی تعریف شدہ شکل 'کے' بھی استعمال کرتے ہیں۔

ع ہم کہاں کے دانا تھے، کس ہنر میں یکتا تھے؟

ع مجھ سے وہ چھپ سکیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں؟

استفہام اقراری:- استفہام انکاری کی ضد ہے۔ یعنی سوال نفی میں ہوتا ہے لیکن متکلم و سامع دونوں جانتے ہیں کہ غیر مطلوبہ جواب اثبات میں ہے، جیسے:

ع موت کی راہ نہ دیکھوں، کہ بن آئے نہ رہے

ع کیا نہیں جانتا ہے اس کا نام؟

ع ہم نے کیا کیا نہ ترے واسطے محبوب کیا

میں اسے کیوں نہ بلاؤں؛ کیا تم نہیں جانتے کہ ... میں اسے کیسے نہیں بلاتا؟

6.9 'کون اور کیا' کا فرق

'کون' اور 'کیا' دونوں استفہامی ضمیریں ہیں جو کون۔ سوال میں استعمال ہوتی ہیں لیکن کون کا مرجع وہ اسم ہوتا ہے جس کا مدلول ذی روح ہے اور کیا کا مرجع غیر ذی روح پر دلالت کرنے والا اسم ہوتا ہے، جیسے:

تم کون ہو؟ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟

جس طرح ضمیر شخصی 'وہ' مجروری استعمال میں 'اُس' 'میں' اور 'یہ' 'اِس' میں منصرف ہو جاتی ہے اسی طرح 'کون' منصرف ہو کر 'کس' بن جاتا ہے جیسے کس نے، کو، سے، میں، پر، تک۔

اسی طرح کون + نے 'کنھوں نے' بن جاتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح اُن + نے، 'انھوں نے' بنتا ہے (لیکن 'کنھوں' کو، سے، میں، پر، تک نہیں کہتے۔ ان کی جگہ کن کو، سے، پر، تک کہتے ہیں۔

جس طرح 'وہ' کے ساتھ میں 'نے' کے علاوہ کوئی دوسرا حرف جار آئے تو 'وہ' 'ان' اور 'یہ' 'اِن' بن جاتا ہے اسی قید سے 'کون' 'کن' بن جاتا ہے: کن کو، سے، میں، پر، تک۔

جس طرح ضمائر شخصی 'مجھ کو'، 'ہم کو'، 'تجھ کو'، 'تم کو' 'اس کو' اور 'اُن کو' کی متبادل صورتیں بالترتیب 'مجھے'، 'ہمیں'، 'تجھے'، 'تمھیں'، 'اسے'، اور 'انھیں' ہیں، اسی طرح 'کس کو' کی متبادل ضمیر 'کسے' ہے۔

[نوٹ :- اردو میں 'کسی' کی جمع 'کنھیں' مستعمل نہیں]

چونکہ 'کیا' کے ساتھ 'کو' کا استعمال نہیں ہوتا اس لیے اس میں اِس قسم کی ہیئتی تبدیلی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

تم نے کس کو/ کسے دیکھا؟ ـــ تم نے کیا دیکھا؟

یوں تو 'کون' کا مرجع صرف ایسا اسم ہے جس کا مدلول ذی روح ہے لیکن جب 'کون' صفت ضمیری کے طور پر مجروری استعمال میں 'کس' میں منصرف ہو جائے تو پھر غیر ذی روح مدلول کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے جیسے:

کس بات پر ناراض ہو؟ ۔ کس چیز کی ضرورت ہے؟ ۔ کس ارادے سے آئے ہو؟

اگر غیر ذی روح مدلول کی اہمیت واضح کرنی ہو تو 'کیا' کی جگہ 'کون' کا استعمال کرتے ہیں لیکن کون کے ساتھ سا ۔ سی ۔ سے کا ہونا ضروری ہے۔

ع   کون سی شے تمھاری نذر کروں؟

کون سا شہر ہے تمھارا؟

کون ۔ سا ۔ سی، ۔ سے اس وقت بھی استعمال ہوتا ہے جب بہت سی چیزوں میں سے کسی ایک کا انتخاب مقصود ہو۔ اس استعمال میں مدلول کے ذی روح یا غیر ذی روح ہونے کی کوئی قید نہیں جیسے:

تمھیں کونسی لڑکی پسند ہے؟   تمھیں کونسا آم چاہیے؟

کون سا غیر ذی روح مدلول کے لیے بھی استفہام انکاری میں استعمال ہوتا ہے:

وہ کون سا ایسا بڑا ہے؟ ان کا مکان یہاں سے کون سا دور ہے؟

کون کی مجروری شکل 'کس' ہے لیکن کس کے ساتھ سا ۔ سی ۔ سے استعمال نہیں ہوتا۔

جب کوئی سوال ایک سے زائد اشیا پر فرداً فرداً دلالت کرتا ہو تو ضمیر استفہام 'کون' اور 'کیا' دونوں تکرار کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں جیسے:

وہاں کون کون تھا ؟ — کن کن سے پوچھوں؟
کس کس نے دیکھا ؟ — تم نے کیا دیکھا ؟

اگر 'کون' صفت ضمیری کی طرح استعمال ہو اور تکرار کے ساتھ آئے تو ذی روح مدلول کے لیے سا سی سے کے ساتھ استعمال ہوتی بھی ہے اور نہیں بھی۔

وہاں کون کون تھا۔ وہاں کون کون لوگ تھے۔
وہاں کون کون سے لوگ تھے۔ کون کون سی عورتیں تھیں۔

لیکن اگر مدلول غیر ذی روح ہو تو کون کون کے ساتھ سا سی سے لازمی طور پر لاتے ہیں، جیسے:

تمھیں کون کون سی کتابیں پسند ہیں ؟

6.10 منفی استفہامی جملے

استفہامی جملے میں حرف نفی بڑھانے سے منفی استفہامی جملے بنتے ہیں۔

کیا تم وہاں گئے تھے ؟ ← کیا تم وہاں نہیں گئے تھے ؟
کیا تم وہاں جاتے ہو؟ ← کیا تم وہاں نہیں جاتے ؟

منفی استفہامی جملے استفہام اقراری میں بھی استعمال ہوتے ہیں جن کا ذکر استفہام اقراری کے تحت کیا جا چکا ہے۔

6.11 ضمائر استفہام غیر استفہامی جملوں میں

کیا، کون، کب اور کیسے ضمائر استفہام ہیں لیکن ان کا استعمال ایسے جملوں میں بھی ہوتا ہے جو استفہامی نہیں ہوتے کیونکہ یہ ضمیریں ضمیر موصولہ کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہیں۔ ایسی شکل میں وہ استفہام کا مفہوم کھو دیتی ہیں، مثلاً:

میں جانتا ہوں وہ کہاں گیا ہے۔ مجھے معلوم ہے وہ کب آئے گا۔
میں جانتا ہوں اس نے یہ کام کیسے کیا ؟

ان جملوں میں کہاں، کیسے اور کب 'جہاں، جیسے اور جب' کا مفهوم رکھتے ہیں اور استفہامی ضمیروں کے طور پر استعمال نہیں ہوئی ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے 23 ،6 ص)

کیا، کیسا، کیسے، کس قدر کتنا، کتنی، کتنے جب فجائیہ جملوں میں استعمال ہوتے ہیں تو ان سے سوال کا مفہوم نہیں نکلتا اور وہ فجائیہ ضمیریں بن جاتی ہیں۔

6.12 فجائیہ جملے

فجائیہ جملے بیانیہ جملوں میں حروفِ فجائیہ کے اضافے سے بنتے ہیں۔ استفہامی جملوں کی طرح فجائیہ جملے بھی اپنے مخصوص سُر لہر سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہ جملے مختلف جذبات کے اظہار کے لیے استعمال ہوتے ہیں مثلاً استعجاب، تاسف، حسرت، مسرت، نفرت، حقارت، تعریف جس کا اظہار دعا کی شکل میں ہو، اضطراب وغیرہ۔ اس لیے ہر جذبے کے لحاظ سے نہ صرف حروفِ فجائیہ کا استعمال ہوتا ہے بلکہ مناسب سُر لہر سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ فجائی لہجہ اُردو کا ثانوی صوتیہ ہے اور اس کی مکتوبی علامت (!) ہے۔

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے فجائیہ جملے میں کیا، کیسا۔ کیسی۔ کیسے، کس قدر، کتنا۔ کتنی۔ کتنے جیسی استفہامی ضمیریں فجائی ضمیروں کے طور پر استعمال ہوتی ہیں، اور ان سے کسی نہ کسی شدید جذبے کا اظہار ہوتا ہے اور سوال کا مفہوم نہیں نکلتا، مثلاً:

ع کیا بات ہے تمھاری شرابِ طہور کی !

ع ہم اُن کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا !

تمھارا کیا کہنا ! (تمھارے کیا کہنے !)

تم بھی کیا آدمی ہو ! ۔ تم بھی کیسے آدمی ہو ! ۔ تم کہاں اور ہم کہاں !

کیا / کیسا / کس قدر — دلفریب ہے یہ نظارہ

فجائی ضمیریں تکرار کے ساتھ بھی استعمال ہوتی ہیں، جیسے:

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے ! کیسے کیسے لوگ آئے اور چلے گئے !

فجائیہ جملوں میں فاعل جملے کے آخر میں بھی آتا ہے:۔

کتنا حسین ہے یہ منظر ! کتنا عجیب تھا وہ آدمی !

مندرجۂ ذیل صورتوں میں فجائیہ جملے میں زمانہ مضارع کا استعمال ہوتا ہے۔

دُعا کے لیے : خدا تجھے برکت دے ! تیری عمر دراز ہو۔

تعجب کے لیے : وہ آئیں گھر میں ہمارے ! خدا کی قدرت ہے

وہ آئیں اور ہمیں خبر نہ ہو ! ۔ وہ اور ایسے کرے !

بے چینی کے اظہار کے لیے : کیا کروں کیا نہ کروں!

حسرت : اے کاش وہ یہاں آجائے!

6.13 مشتق جملے (جاری) : ـــ مجہول جملے

جب کسی جملے میں عامل کے حوالے کے بغیر کوئی بات کہی جائے یا جملے میں عامل کو وہ مقام ملے جو مفعول۔معمول کے لیے مخصوص ہے تو ایسے جملے کو مجہول جملہ کہا جاتا ہے، اور یہ کہا جاتا ہے کہ فعل ہیئت بدل کر صیغۂ معروف سے صیغۂ مجہول میں آگیا۔ تبادلی قواعد کی رو سے مجہول جملے معروف جملوں سے مشتق ہوتے ہیں۔ اشتقاق کے اس عمل میں فاعل و مفعول نہ صرف اپنا جملوی مقام بدل کر ایک دوسرے کی جگہ آتے ہیں بلکہ فعل بھی ہیئتی تغیر سے دوچار ہوتا ہے، مثلاً مندرجۂ ذیل جملے ملاحظہ ہوں:

سلیم مارا گیا ۔ قبر کھودی گئی۔

اِن جملوں میں 'سلیم' اور 'قبر' عامل نہیں بلکہ معمول کی نمائندگی کر رہے ہیں اِس کے باوجود اِن جملوں میں وہ اِس مقام پر آئے ہیں جو بالعموم فاعل / عامل / مذکور کے لیے وقف ہوتا ہے جیسے: 'سلیم مارتا ہے'، 'قبر پڑتی ہے'؛ اِس لیے مذکورہ بالا جملوں کو بھی 'فاعل' تو کہا جائے گا لیکن دراصل وہ فاعل۔معمول ہیں۔ روایتی قواعد میں مجہول جملے کے فاعل کو 'قائم مقام فاعل' یا 'نائب فاعل' کہا جاتا ہے لیکن اس اصطلاح سے اس کا مفعولی کردار ظاہر نہیں ہوتا۔ اس لیے ایسے فاعل کو فاعل۔معمول کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

اُردو میں فاعل کو (1) فاعل۔عامل اور (2) فاعل۔معمول میں تقسیم کرنا صرف معنوی نہیں قواعدی نقطۂ نظر سے بھی ضروری ہے کیونکہ اُردو میں فاعل۔معمول۔ فاعل عامل کے تمام قواعدی وظائف انجام نہیں دے سکتا۔ فاعل۔معمول صرف متعدی افعال کے ساتھ استعمال ہوسکتا ہے جبکہ فاعل عامل کے لیے فعل کی کسی قسم کی قید نہیں۔ اس کے علاوہ معروف جملے میں اگر فعل متعدی زمانۂ مطلق میں ہو تو فاعل۔عامل کے ساتھ علامت فاعل 'نے' استعمال ہوتی ہے۔ لیکن مجہول جملے کے فاعل۔معمول کے ساتھ یہ علامت استعمال نہیں ہوسکتی۔ اُردو میں "احمد نے قتل کیا گیا" نہیں کہتے۔ کیونکہ احمد عامل کا نہیں بلکہ معمول کا نمائندہ ہے۔

مجہول جملہ معروف جملے سے اس طرح مشتق ہوتا ہے کہ معروف جملے کے فعل میں کچھ صرفیے بڑھا دیے جاتے ہیں۔ یہ فعل متعدی ہوتے ہیں چونکہ فعل لازم کے لیے مفعول۔معمول سے کوئی

رشتہ نہیں ہوتا اور مجہول جملے میں مفعول معمول ہی فاعل ۔معمول بنتا ہے اس لیے فعل لازم سے کوئی مجہول جملہ مشتق نہیں ہو سکتا۔ ایک ہی جملے کی معروف اور مجہول شکلیں ملاحظہ ہوں :

معروف	مجہول
حمیدہ کتاب پڑھتی ہے	کتاب پڑھی جاتی ہے
حمیدہ نے کتاب پڑھی	کتاب پڑھی گئی
آج ہم آم کھائیں گے	آج آم کھائے جائیں گے

اگر ہم معروف جملوں کے افعال پڑھتی ہے، پڑھی، اور کھائیں گے کا مقابلہ بالترتیب مجہول جملوں کے افعال پڑھی جاتی ہے، پڑھی گئی اور کھائے جائیں گے، سے کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ فعلی مادّے میں متناسب صرفیہ الف ا کے بعد مطلوبہ زمانے کے متناسب صرفیے فعل امدادی جا کے ساتھ استعمال کرتے ہیں ۔

معروف ← مجہول = فع مادہ + الف ا + فع مادہ - اِم - جا + ج

ج = متناسب فعلی صرفیہ بمناسبت زمانہ :-

(الف) مضارع = مس صرہ + الف

(ب) حال مطلق = مس صر [ت] + الف ا + ب

(ج) حال ناتمام (اول) = فع ام - رہ + الف ا + ب

(د) ماضی مطلق الف = مس صرہ + الف 3

ماضی مطلق ب = مس صرہ + الف 3

+ فع مادہ - ام - تھ + الف 2

(ہ) مستقبل مطلق = فع مادہ + الف + مس صر گ + الف ا

فعل میں متعلقہ ہیئتی تغیر کو اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے

	معروف		مجہول
(الف) دیکھے ←	دیکھ + ـَ ا + جا + ـِ ے	=	دیکھا جائے
	دیکھ + ـِ ی + جا + ـِ ے	=	دیکھی جائے
	دیکھ + ـِ ے + جا + ں		دیکھے جائیں
(ب) دیکھتا ہے ←	دیکھ + ـَ ا + جا + ت + ـَ ا + ہے	=	دیکھا جاتا ہے

دیکھتی ہے ← دیکھ + ـِـی + جا + ـتـ + ـِـی + ہے = دیکھی جاتی ہے
دیکھتے ہیں ← دیکھ + ـِـے + جا + ـتـ + ـِـے + ہیں = دیکھے جاتے ہیں
دیکھتی ہیں ← دیکھ + ـِـی + جا + ـتـ + ـِـی + ہیں = دیکھی جاتی ہیں
(ج) دیکھ رہا ہے ← دیکھ + ـَـا + جا + رہ + ـَـا + ہے = دیکھا جا رہا ہے
دیکھ رہی ہے ← دیکھ + ـِـی + جا + رہ + ـِـی + ہے = دیکھی جا رہی ہے
دیکھ رہے ہیں ← دیکھ + ـِـے + جا + رہ + ـِـے + ہیں = دیکھے جا رہے ہیں
دیکھ رہی ہیں ← دیکھ + ـِـی + جا + رہ + ـِـی + ہیں = دیکھی جا رہی ہیں
(د) الف

دیکھا ← دیکھ + ـَـا + گ + یا = دیکھا گیا
دیکھی ← دیکھ + ـِـی + گ + ـِـی = دیکھی گئی
دیکھے ← دیکھ + ـِـے + گ + ـِـے = دیکھے گئے
دیکھیں ← دیکھ ـِـی + گ + ـیں = دیکھی گئیں

معروف مجہول

(ب) دیکھا تھا ← دیکھ + ـَـا + گ + یا + تھ + ـَـا = دیکھا گیا تھا
دیکھی تھی ← دیکھ + ـِـی + گ + ـِـی + تھ + ـِـی = دیکھی گئی تھی
دیکھے تھے ← دیکھ + ـِـے + گ + ـِـے + تھ + ـِـے = دیکھے گئے تھے
دیکھی تھیں ← دیکھ + ـِـی + گ + ـِـی + تھ + یں = دیکھی گئی تھیں
(ھ) دیکھے گا ← دیکھ + ـَـا + جا + ـِـے + گ + ـَـا = دیکھا جائے گا
دیکھے گی ← دیکھ + ـِـی + جا + ـِـے + گ + ـِـی = دیکھی جائے گی
دیکھیں گے ← دیکھ + ـِـے + جا + ـِـے + نگ + ـِـے = دیکھے جائیں گے
دیکھیں گی ← دیکھ + ـِـی + جا + ـِـی + نگ + ـِـی = دیکھی جائیں گی

کچھ زبانوں میں معروف کو مجہول شکل میں منتقل کر کے جملے میں مفعول۔ عامل کو قائم رکھتے ہیں مثلاً:

مجہول معروف

1 · The Hunter Killed a Lion — A Lion was Killed by the Hunter

2 The Cat Drank the Milk — The Milk was Drunk by the Cat

3 I Kept the Book on the Table — The Book was Kept on the Table byme

4 I Sang a Song — The Song was Sung by me

لیکن انگریزی کے برخلاف اُردو میں عام طور پر مجہول جملے میں مفعول ۔ عامل کا حوالہ نہیں ہوتا۔ مثلاً 'شیر مارا گیا' میں مارنے والے کی نمائندگی کرنے والا کوئی لفظ نہیں ہے اگر جملے میں مفعول۔ عامل کا حوالہ مقصود ہو تو انگریزی کی طرح اُردو میں اسی طرح نہیں کہتے:

* شیر شکاری کے ذریعے مارا گیا
* دودھ بلی کے ذریعے پیا گیا
* کتاب میرے ذریعے میز پر رکھی گئی
* گانا میرے ذریعے گایا گیا

ایسے موقعوں پر جب عامل کا حوالہ مقصود ہو اور معمول کی اہمیت بھی واضح کرنی ہو تو اُردو میں مجہول جملے استعمال نہیں ہوتے بلکہ معروف جملے میں مخصوص تنظیمی ترتیب سے کام لیا جاتا ہے۔ یعنی جملے میں مفعول اور فاعل آپس میں جگہ بدل لیتے ہیں لیکن مجہول جملے جیسا فعل میں کوئی ہیئتی تغیر نہیں ہوتا بلکہ جملہ معروف ہی رہتا ہے۔ ایسے موقعوں پر اُردو میں کہتے ہیں:

	معروف		معروف		مجہول
(1)	شیر کو شکاری نے مارا	بجائے	شکاری نے شیر کو مارا	یا	شیر شکاری کے ذریعے مارا گیا[1]
(2)	دودھ بلی پی گئی	بجائے	بلی دودھ پی گئی	یا	دودھ بلی کے ذریعے پیا گیا

---

(1) البتہ شیر شکاری کے ہاتھوں مارا گیا ضرور کہتے ہیں۔

(3) کتاب میں نے میز پر رکھی بجائے میں نے کتاب میز پر رکھی یا کتاب میرے ذریعے میز پر رکھی گئی

(4) گانا میں نے گایا بجائے میں نے گانا گایا یا گانا میرے ذریعے گایا گیا

ایسے موقعوں پر فاعل۔ مقام مفعول کے ساتھ علامت مفعول 'کو' بھی استعمال کرتے ہیں تاکہ مفعول کے فاعل کے مقام پر آنے سے اسے فاعل نہ سمجھا جائے اور مفعول پر مطلوبہ زور پڑے۔ اسی لیے اگر مفعول غیر ذی روح پر دلالت کرے تو بھی اس کے ساتھ 'کو' استعمال کرتے ہیں۔

مذکورۂ بالا جملے اس طرح بھی کہے جا سکتے ہیں :

(1) شیر کو شکاری نے مارا۔ (3) کتاب کو میں نے میز پر رکھا۔

(2) دودھ کو بلی پی گئی۔ (4) (اس) گانے کو میں نے گایا تھا۔

البتہ کچھ مجہول جملوں میں مفعول۔ عامل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً،

(1) یہ خط میرے قلم سے لکھا گیا (2) یہ خط میری طرف سے بھیجا گیا

(3) یہ کام میرے ذریعے کیا گیا

لیکن مذکورہ بالا مجہول جملوں میں عامل کا عمل سے بالراست تعلق واضح نہیں ہوتا جیسا کہ مثال کے طور پر انگریزی جملوں میں ہوتا ہے۔ "خط میرے قلم سے لکھا گیا" کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ "یہ خط کسی اور شخص نے میرے قلم سے لکھا"، اور "یہ خط میری طرف سے بھیجا گیا"، کا یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ خط میں نے خود نہیں بھیجا بلکہ کسی اور نے میری طرف بھیج دیا۔

6.15 مجہولی ساخت کے معروف جملے

اُردو میں کچھ معروف جملوں کے فعل مجہولی صیغے میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس میں فاعل عامل کو جملے کی ابتدا میں حالت آلی میں استعمال کرتے ہوئے حرف جار 'سے'، استعمال کرتے ہیں یہ جملے اسی صورت میں استعمال ہوتے ہیں، جب فعل سے عامل کی بے بسی کا اظہار مقصود ہو۔ اسی لیے بالعموم یہ جملے منفی ہوتے ہیں، لیکن عامل کی سکت کا اظہار کرنا ہو تو ایجابی جملے میں بھی یہ ساخت استعمال ہوتی ہے، جیسے :

مجھ سے یہ بات سُنائی نہیں گئی۔ مجھ سے آپ کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی

ع کیا ہوا اُن سے اگر بات بنائی نہ گئی
مجھ سے گالی سُنی نہیں جائے گی
ع مجھ سے پوچھا نہ گیا نام ونشاں بھی ان کا

اُوپر کے مصرعوں اور جملوں کے افعال مجہولی جملوں کے افعال کی طرح ہیں لیکن انھیں مجہول کہنے میں سب سے بڑی بات یہ مانع آتی ہے کہ اس نمونے کے جملوں کی ابتدا میں فاعل۔ عامل کا استعمال ہوتا ہے جبکہ مجہولی جملے کی ابتدا میں فاعل۔ معمول آتا ہے جو اس کی بُنیادی خصوصیت ہے۔ اس نمونے کے جملوں کے متعلق پلیٹس لکھتا ہے :

کئی یوروپی قواعد نویس ایسے جملوں کو جو مجہول نہیں ہوتے، مجہول سمجھنے کی غلطی کرتے ہیں۔ مثلاً مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔" (1)

اِن جملوں کے معروف ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس نمونے کے جملوں میں فعل لازم کا بھی استعمال ہوتا ہے جیسے "مجھ سے چلا نہیں جاتا۔" ظاہر ہے کہ فعل لازم کے ساتھ مجہول کا استعمال ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سلسلے میں مولوی عبدالحق سے تسامح ہوا ہے۔ وہ قواعدِ اُردو کے حصّہ صرف میں لکھتے ہیں :

"بعض اوقات فعل لازم کے ساتھ بھی طور مجہول استعمال ہوتا ہے۔" (2)

حالانکہ اُردو جملوں میں ایسا نہیں ہوا کرتا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحق ایسے جملوں کو سہواً 'طور مجہول' لکھ گئے ہیں کیونکہ اسی قواعد کے حصّہ نحو میں وہ دوبارہ 'افعالِ مجہول' سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اس سے جاکر آیا نہ گیا۔' 'مجھ سے چلا نہیں جاتا۔' ان مثالوں میں 'جانا' کے معنی 'سکنا' کے ہیں۔ اگرچہ اوپر کے جملوں میں فعل کی صورت طورِ مجہول کی سی ہے مگر درحقیقت وہ طور لازم میں ہیں۔" (3)

اور یہ صحیح بھی ہے۔ معروف (فعال) جملوں سے ممتاز کرنے کے لیے انھیں مجہولی ساخت کے معروف جملے کہا جا سکتا ہے۔ اس نمونے کے جملوں کے بارے میں مولوی عبدالحق نے

---

(1) اے گرامر آف دی ہندوستانی آر اُردو پلیٹس ص 372۔
(2) قواعدِ اُردو ص 101۔ (3) قواعدِ اُردو ص 220

یہ بھی لکھا ہے :۔

" یہ ہمیشہ نفی کے ساتھ آتا ہے اور اس کے معنی بھی خاص ہیں یعنی یہ ہمیشہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کہ فاعل یا قائل کو کسی فعل کا کرنا منظور نہیں، اس کے کرنے سے معذور ہے۔" (۹)

یہ صحیح ہے کہ ایسے جملے بالعموم منفی ہوتے ہیں لیکن اُن کے لیے نفی کی قید غیر ضروری ہے کیونکہ اس نمونے کے جملے اس طرح بھی کہے جاتے ہیں :

تم سے دیکھا جاتا ہو تو دیکھو
اب مجھ سے چلا جاتا ہے

حالیہ مجہول اور مجہول جملہ

مجہول جملے میں عامل کا ذکر مقصود ہو تو اُردو جملے میں فعل ایک مخصوص ہیئت میں استعمال ہوتی ہے جس میں ' حالیہ مجہول ' سے کام لیا جاتا ہے۔ اگر فعل متعدی سے بنا ہوا حالیہ تمام انفعالی نوعیت کا ہو تو اسے ' حالیہ مجہول ' کہا جاتا ہے جیسے کھایا ہوا کھانا۔ دیکھا ہوا منظر۔ حالیہ مجہول اُردو میں صفت اور صفت خبری دونوں کے نمونوں پر استعمال ہوتا ہے۔

جب اُردو جملے میں حالیہ مجہول صفت خبری کے طور پر استعمال ہو تو یہ جملہ مجہول بن جاتا ہے :

بطور صفت	بطور صفت خبری
کھایا ہوا کھانا ــــ	(یہ) کھانا کھایا ہوا (ہے) = یہ کھانا کھایا ہوا ہے

' یہ کھانا کھایا ہوا ہے ' مجہول جملہ ہے۔ اگر اس نمونے کے مجہول جملے میں مفعول۔ عامل کا حوالہ مقصود ہو اسے ترکیب اضافی میں استعمال کرتے ہیں اور اگر مفعول۔ عامل کی جگہ ضمیر کا استعمال ہو تو ضمیر اضافی لاتے ہیں۔

معروف جملے کو اس نمونے کے مجہول جملے میں منتقل کرنے کے لیے جملے میں فاعل مفعول کو ابتدا میں اور مفعول عامل کو ترکیب اضافی میں منتقل کر کے اسے فعل سے قبل لاتے ہیں۔ اور حالیہ مجہول کے بعد فعل ہو کے متناسب صیغوں کے ذریعے زمانے کا اظہار ہوتا ہے۔ اس نمونے کے جملے صرف زمانۂ ماضی مطلق، حال تمام اور حال احتمالی تمام میں بنتے ہیں کیونکہ مجہول جملے کی یہ ہیئت

---

(۹) قواعد اردو ص ۱۵ ۔

فعل کے تمام زمانوں میں استعمال نہیں ہوتی۔

(1) حال تمام

معروف: میں نے یہ کتاب پڑھی ہے

مجہول: یہ کتاب میری پڑھی + ہوئی + ہے

(2) حال احتمالی تمام

معروف: میں نے یہ کتاب پڑھی ہوگی

مجہول: یہ کتاب میری پڑھی + ہوئی - ہوگی

(3) ماضی مطلق

معروف: میں نے یہ کتاب پڑھی تھی

مجہول: یہ کتاب میری پڑھی + ہوئی + تھی

6.16 معروف انفعالی اور مجہول جملے کا فرق

کھل (نا) کے افعال معروف جملے میں استعمال ہوتے ہیں چونکہ کھل (نا) فعل لازم سے کھول (نا) فعل متعدی بھی بنتا ہے اس لیے اس متعدی فعل کی معروف شکل کو عام اصول کے تحت اس کی مجہول شکل کھولا جانا میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح کھول (نا) کی دو ہیئتیں کھل (نا) اور کھولا جا (نا) بنتی ہیں۔ چونکہ اصل فعل کھل (نا) ہے اور کھول (نا) مشتق جس سے کھولا جا (نا) مزید اشتقاق ہے جو کھل (نا) کا ہم معنی ہے اس لیے ہیئت کھولا جا (نا) 'رجعی تشکیل' کہلاتی ہے۔ اب یہ جملے ملاحظہ ہوں:

دروازہ کھلا ـــــ دروازہ کھولا گیا

یہ دونوں جملے معنوی سطح پر ایک ہی صورتِ حال کا اظہار کر رہے ہیں لیکن یہ دونوں جملے ساخت کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ پہلا جملہ معروف انفعالی ہے اور دوسرا مجہول ان میں لطیف

معنوی فرق بھی ہے۔ اگرچہ مجہول جملے' دروازہ کھولا گیا' میں مفعول عامل کا کہیں ذکر نہیں ہے لیکن سامع کا ذہن غیر شعوری طور پر مفعول عامل کی طرف منعطف ہو جاتا ہے۔ لیکن معروف انفعالی جملے' دروازہ کھلا' سے صرف عمل کے نتیجے کا اظہار ہوتا ہے۔ ان دونوں میں وہی فرق ہے جو' کیا جانا' اور' ہونا' میں ہے۔ (ملاحظہ ہو 6ء 5 ۔ نوٹ، ص

' دروازہ کھلا' کی طرح جی ہاں۔ ہم پٹے ہیں۔ وہ ناز و نعم میں پلا ہے، اسی طرح کے معروف انفعالی جملے ہیں جیسے: کام شروع ہوا۔ بات ختم ہوئی وغیرہ

غیر شخصی جملوں میں (1) کہا جاتا ہے کہ.... (2) سنا گیا ہے کہ... مجہول جملے ہیں۔ لیکن (1) معلوم ہوتا ہے کہ.... (2) پتہ چلا کہ ... معروف انفعالی جملے ہیں۔

6.17 اشتقاق جاری:۔ مفرد اور غیر مفرد جملے:

طریقہ عمل کے اظہار کی روشنی میں اُردو جملوں کی مختلف قسمیں بیان کی جا چکی ہیں اور ان کے درمیان اشتقاق کے عمل پر روشنی ڈالی گئی ہے لیکن جملوں کی تقسیم ان کی بناوٹ کے اعتبار سے بھی کی جا سکتی ہے۔ اُردو میں اکثر زبانوں کی طرح دو یا دو سے زائد مفرد جملوں کے ملاپ سے ایک نیا جملہ بنتا ہے۔ اب تک جملوں کی جن اقسام سے بحث کی گئی ہے وہ اصل جملے سے مشتق ہونے کے بعد بھی مفرد ہی رہتے ہیں جیسے منفی، استفہامیہ، امر، مجہول وغیرہ لیکن اگر دو مفرد جملوں کے ملاپ سے ایسا جملہ بنے جس میں دو یا دو سے زائد افعال ہوں تو اس جملے کو غیر مفرد جملہ کہا جاتا ہے۔

غیر مفرد جملہ دراصل منفی اصطلاح ہے اس لیے پہلے مفرد جملے کا مفہوم متعین کرنا ہوگا۔

مفرد جملہ؛ قواعدی

قواعدی اصطلاح میں وہ جملہ مفرد کہلاتا ہے جس میں صرف ایک فعل ہو یہ جملہ ایک لفظ یا جزوِ کلام سے لے کر کئی الفاظ یا اجزائے کلام پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ مثلاً:

' جا' ـــ ایک مفرد جملہ ہے احمد گیا ـــ یہ بھی مفرد جملہ ہے
چھوٹی چڑیا پیڑ پر بیٹھی ہے ـــ یہ بھی مفرد جملہ ہے
احمد نے ڈرتے ڈرتے دیکھا ـــ مفرد جملہ ہے
احمد نے محمود کو کتاب دی ـــ یہ بھی مفرد جملہ ہے
حامد نہا کر کمرے میں داخل ہوا۔ اسے بھی مفرد جملہ کہتے ہیں

یہ تمام جملے مفرد اس لیے کہلاتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک میں صرف ایک ایک فعل استعمال ہوا ہے۔ اگرچہ دوسرے اجزائے کلام تعداد میں مختلف ہیں۔ مفرد جملے کی پہچان یہ ہے کہ اس میں صرف ایک ہی فعل آتا ہے۔ فعل کی دوسری ہیئتیں مصدر، حالیہ ناتمام و ناتمام اور حالیہ معطوفہ جملے میں فعل کا وظیفہ انجام نہیں دیتیں اس لیے انھیں 'فعل' قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اگر کسی جملے میں ایک سے زائد فعل آئیں تو دراصل یہ دو یا دو سے زائد مفرد جملوں کے ملاپ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسے غیر مفرد جملہ کہتے ہیں۔ غیر مفرد جملے کی پہچان یہ ہے کہ اس میں ایک سے زیادہ فعل ہوں۔

مفرد جملوں کو جن حروف سے جوڑ کر غیر مفرد جملہ بنایا جاتا ہے۔ انھیں حرف عطف کہتے ہیں (حروف عطف کا ذکر 13.4 کے تحت ملاحظہ ہو)۔ یہ جملہ ملاحظہ ہو:

احمد اپنے گھر سے آیا اور میرے پاس بیٹھا۔

یہ جملہ دراصل دو مفرد جملوں سے مل کر بنا ہے:

(1) احمد اپنے گھر سے آیا (2) احمد میرے پاس بیٹھا

اِن دو مفرد جملوں کے ملاپ سے ایک نیا جملہ

احمد اپنے گھر سے آیا + اور + احمد میرے پاس بیٹھا

← احمد اپنے گھر سے آیا + اور + وہ میرے پاس بیٹھا

← احمد اپنے گھر سے آیا + اور + میرے پاس بیٹھا

← احمد اپنے گھر سے آیا اور میرے پاس بیٹھا

مذکورہ بالا جملے میں اور حرف عطف ہے

دراصل جملے کی تکمیل کا دارومدار متکلم کے ارادے پر ہوتا ہے۔ ہر جملے کے اختتام کا اظہار سُر لہر کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ جیسے اختتامی سُر لہر (دیکھیے 4.1) کہتے ہیں۔ یوں تو دو جملوں میں ربط پیدا کرنے کے لیے 'حرف عطف' سے کام لیا جاتا ہے لیکن بول چال میں اسے نظر انداز بھی کر دیتے ہیں، جیسے:

وہ آیا، بیٹھا، چلا گیا (بجائے وہ آیا بیٹھا + اور + چلا گیا)

وہ آیا تھا، میں نہیں ملا (بجائے وہ آیا تھا + لیکن + میں نہیں ملا)

'وہ آیا تھا،' میں نہیں ملا،' یہ دو مفرد جملے بھی ہو سکتے ہیں اور ایک غیر مفرد جملہ بھی۔ جب

دو جملوں کے درمیان کوئی حرف عطف نہیں ہوتا تو صرف سُر لہر کی بنیاد پر یہ طے کیا جا سکتا ہے کہ یہ دو الگ الگ مفرد جملے ہیں یا ایک غیر مفرد جملہ۔ حرف عطف کی تلافی سُر لہر سے پوری کر دی جاتی ہے

غیر مفرد جملے میں جو شمولی جملے ہوتے ہیں انھیں اصطلاح میں فقرہ کہا جاتا ہے، مثلاً:

احمد اپنے گھر سے آیا اور میرے پاس بیٹھا

اس جملے میں مندرجہ ذیل دو فقرے ہیں:

(1) احمد اپنے گھر سے آیا اور (2) (وہ) میرے پاس بیٹھا

6.18 مرکب اور پیچیدہ جملے

غیر مفرد جملے دو قسم کے ہوتے ہیں:

(1) مرکب جملہ اور (2) پیچیدہ جملہ

مرکب جملہ اسے کہتے ہیں جس میں پہلے فقرے میں کہی ہوئی بات پر مزید اضافہ بعد کے فقرے یا فقروں میں ہوتی ہے۔ اس اضافے میں (1) توثیق (2) تردید (3) توضیح اور (4) توجیہہ شامل ہیں۔

(1) احمد آیا اور مجھ سے مل کر چلا گیا (2) احمد آیا تھا لیکن مجھ سے ملاقات نہ ہو سکی
(3) وہ صرف آیا ہی نہیں بلکہ بیٹھا بھی (4) جہاں جانا چاہو جاؤ صرف یہاں نہ آؤ
(5) نہ تم آئے نہ وہ آیا (تم آئے نہ وہ آیا)

اِن جملوں کے پہلے فقروں میں کوئی بات کہی گئی ہے اور بعد کے فقروں میں اِس بات پر مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے جو حرف عطف استعمال ہوئے ہیں وہ یہ ہیں: 'اور' ؛ 'لیکن' ؛ 'بلکہ' ؛ 'نہ صرف ۔ بلکہ' ؛ نہ ۔۔ نہ ۔ اسی طرح نیز، علاوہ بریں، اس لیے، الغرض وغیرہ حروف عطف بھی استعمال ہوتے ہیں۔ یہ حروف عطف 'معاون حروف عطف' کہلاتے ہیں اور فقرے 'معاون فقرے' کہلاتے ہیں۔ معاون حروف عطف کی بدولت دو یا دو سے زائد فقرے ایک دوسرے میں گتھے ہوئے نہیں بلکہ جُڑے ہوئے ہوتے ہیں؛

لیکن اگر کسی غیر مفرد جملے میں دو یا زائد فقروں میں سے ایک معنوی سطح پر آزاد اور بقیہ فقرے مفہوم اور ساخت کے اعتبار سے اس کے تابع ہوں تو ایسے جملے 'پیچیدہ' کہلاتے ہیں۔ جو فقرہ معنوی اعتبار سے مرکزی حیثیت رکھتا ہے 'خاص فقرہ' اور دوسرے فقرے جو ساخت

اور معنی کے اعتبار سے اس فقرے کے تابع ہوتے ہیں۔ تابع فقرے کہلاتے ہیں وہ حروف عطف جو دو جملوں کو جوڑ کر پیچیدہ جملے کی تولید کرتے ہیں۔ تابع کنندہ حروف عطف کہلاتے ہیں۔ مثلاً یہ پیچیدہ جملے ملاحظہ ہوں:

(1) وہ کتاب جو میز پر دھری ہے میری ہے
(2) آج میں نے ایک گھوڑا دیکھا جو لال رنگ کا تھا
(3) جب وہ گھر آیا تو میں سو رہا تھا
(4) ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی ؛ کچھ ہماری خبر نہیں آتی
(5) وہ کب آئے گا مجھے معلوم نہیں (6) اس نے کہا کہ میں جا رہا ہوں

پہلا جملہ لیجیے : وہ کتاب جو میز پر دھری ہے میری ہے۔ اس جملے میں دو فقرے ہیں:

(1) وہ کتاب میری ہے (2) جو (کتاب) میز پر دھری ہے

فقرہ نمبر 2 'جو میز پر دھری ہے' اسم کتاب کے معنی میں تحدید کر رہا ہے بالکل اسی طرح جس طرح صفت اسم کے معنی میں تحدید کرتی ہے۔ یہ فقرہ معنوی اعتبار سے ادھورا ہے۔ اس لیے تابع فقرہ ہے۔ اور چونکہ یہ تابع فقرہ صفت کا وظیفہ انجام دیتا ہے اس لیے اصطلاح میں اسے توصیفی فقرہ، کہتے ہیں، اس جملے میں 'وہ کتاب ... میری ہے' خاص فقرہ ہے۔ پورا جملہ پیچیدہ ہے یہ پیچیدہ جملہ مندرجہ ذیل مفرد جملوں سے اس طرح ترکیب پاتا ہے :-

(1) وہ کتاب میری ہے
(2) کتاب میز پر دھری ہے } ← وہ کتاب + جو + میز پر دھری ہے + میری ہے

وہ کتاب جو میز پر دھری ہے میری ہے

چونکہ مذکورہ بالا جملوں میں جو تبادلی قواعد کی رو سے 'اصل جملے' ہیں، اسم کتاب دو بار آیا ہے اس لیے اس کی جگہ حرف 'جو' استعمال کیا گیا ہے 'جو' ایسی ضمیر ہے جس سے دو جملوں کے جوڑنے کا کام لیا جاتا ہے۔ اسے 'ضمیر موصولہ' کہتے ہیں۔ یہ ضمیر موصولہ فعلی ترکیب 'میز پر دھری ہے' سے جڑ کر پہلے جملے کی اسمی ترکیب اور فعلی ترکیب کے درمیان آتی ہے اور اس طرح خاص جملے اور ذیلی جملے کو آپس میں ملا کر ایک نئے جملے کو پیدا کرتی ہے، اس اشتقاقی عمل کا فارمولا حسب ذیل ہے :

اِس ت (1) + فع ت (1) + اس نت (2) + فع ت (2)

اس ت (۱) + جو + فع ت (2) + فع ت ا   اس ت (۱) وہ کتاب
فع ت (2) میز پر دھری ہے   اس ت (۱) = میری ہے
اب دوسرا جملہ ملاحظہ ہو
(2) آج میں نے ایک گھوڑا دیکھا جو لال رنگ کا تھا
اس کی تہہ میں دو اصل جملے ہیں
(۱) آج میں نے ایک گھوڑا دیکھا
اور
(2) گھوڑا لال رنگ کا تھا

فقرہ (۱) + جو + (ــ گھوڑا)
فقرہ (2) ← آج میں نے ایک گھوڑا دیکھا جو لال رنگ کا تھا

اس تعمیر میں فقرہ (۱) جوں کا توں قائم رہتا ہے اور فقرہ نمبر (2) ضمیر موصولہ جو کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔ ضمیر موصولہ کی وجہ سے فقرہ نمبر (2) کی اسمی ترکیب حذف ہو جاتی ہے۔ اسے علامت ــ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اس کی ساخت کا فارمولہ یہ ہے:

اس ت (۱) + فع ت (۱) + اس ت (2) + فع ت (2) ←
← اس ت (۱) + فع ت (۱) + جو + فع ت (2)
اس ت (۱) = آج میں نے   فع ت (۱) = ایک گھوڑا دیکھا
اس ت (2) = گھوڑا   فع ت (2) = لال رنگ کا تھا
= آج میں نے + ایک گھوڑا دیکھا + گھوڑا + لال رنگ کا تھا
← آج میں نے + ایک گھوڑا دیکھا + جو + لال رنگ کا تھا
← آج میں نے ایک گھوڑا دیکھا جو لال رنگ کا تھا۔

اس جملے کی ساخت پہلے جملے کی ساخت سے مختلف ہے۔ لیکن اسی جملے کو پہلے جملے کے نمونے پر اس طرح ڈھالا جا سکتا ہے۔

آج میں نے ایک گھوڑا جو لال رنگ کا تھا دیکھا

اس نمونے کے پیچیدہ جملے دوبارہ ایک مفرد جملے میں ڈھل سکتے ہیں۔ اگر توصیفی فقرے کو توصیفی ترکیب یا حالیہ میں متبدل کر دیا جائے تو یہ پیچیدہ جملہ مفرد بن جائے گا مثلاً پہلا جملہ لیجیے:

وہ کتاب جو میز پر دھری ہے۔ اس کا فقرہ 'جو میز پر دھری ہے'، کو حالیہ 'میز پر دھری ہوئی' میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

اس ت = حا + اِس

اِس = کتاب

میز پر دھری ہوئی کتاب

حا = میز پر دھری ہوئی

فع ت = میری ہے

ج = اِس ت + فع ت

جملہ: میز پر دھری ہوئی کتاب + میری ہے ← میز پر دھری ہوئی کتاب میری ہے۔

اب دوسرا جملہ لیجیے:

میں نے ایک گھوڑا دیکھا جو لال رنگ کا تھا

جو لال رنگ کا تھا ← فقرہ ← لال رنگ کا ترکیب اضافی

اِس ت (2) = اِض ت + اِس

اِس = ایک گھوڑا

اِض ت = لال رنگ کا ← کی ← کے

اِس ت = لال رنگ کا + ایک گھوڑا

ج = اِس ت (1) + اس ت (2) + فع ت

میں نے + لال رنگ کا ایک گھوڑا + دیکھا

= میں نے لال رنگ کا ایک گھوڑا دیکھا

مذکورۂ بالا فارمولوں میں مندرجۂ ذیل مخففات استعمال ہوئے ہیں:

ج = جملہ اِس = اسم اس ت = اسمی ترکیب فع ت = فعلی ترکیب

اِض ت = اضافی ترکیب حا = حالیہ

۶۰۱۹ ضمیر موصولہ "جو"

ضمیر موصولہ 'جو' دوسری ضمیروں کی طرح فاعلی، مفعولی اور مضاف الیہ کے ساتھ اپنی ہیئتیں 'وہ' کے قیاس پر بدلتی ہے:

تعداد	ضمیر	فاعلی	مَفعولی	اضافی
واحد	وہ	اُس نے	اس کو/اُسے	اس کا، کی، کے
واحد	جو	جس نے	ان کو/جسے	جس کا، کی، کے
جمع	وہ	انھوں نے	ان کو/انھیں	اُن کا، کی، کے
جمع	جو	جنھوں نے	جن کو/جنھیں	جن کا، کی، کے

ضمیر موصولہ بٹوارے یا کثرت کا مفہوم ظاہر کرنے کے لیے تکرار کے ساتھ استعمال ہوتی ہے جیسے:

(۱) جو جو آم لینا چاہو لے لو (2) جس جس کو آنا ہے آئے

(3) جن جن کتابوں کو پڑھا دلچسپ نکلیں

کبھی ضمیر موصولہ 'جو' کی جگہ 'کون' کے قیاس پر 'جون' استعمال کرتے ہیں اور موصول (وہ اسم جس سے قبل یا بعد میں ضمیر موصولہ آئے) کی جنس و تعداد کی مطابقت میں سا، سی، سے بڑھاتے ہیں جیسے:

(۱) جون سا آم لینا چاہو لے لو (2) جون سی کتاب/کتابیں چاہو لے لو

(3) جون سے پھل چاہو اٹھا لو

اُردو میں ضمیر موصولہ سے قبل آنے والے موصول کے ساتھ صفت ضمیری یہ/وہ بھی استعمال کرتے ہیں اس طرح یہ/وہ — جو جوڑا بن جاتا ہے۔

وہ	آدمی	جو	کل میرے پاس آیا تھا، میرا بھائی ہے
صفت ضمیری	موصول	ضمیر موصولہ	

اِس جملے میں وہ حرف تعریف کا وظیفہ انجام دے رہا ہے۔

مذکورہ بالا جملے میں 'وہ' موصول سے قبل اور 'جو' موصول کے بعد آیا ہے، لیکن 'جو' کو موصول سے قبل لا کر 'وہ' کو آخری فعلی ترکیب میں بھی لاتے ہیں جیسے:

جو آدمی کل میرے پاس آیا تھا وہ میرا بھائی ہے

'وہ' کو حذف بھی کر دیتے ہیں۔ جو آدمی کل میرے پاس آیا تھا، میرا بھائی ہے۔

کبھی وہ اور جو ایک ساتھ بھی استعمال کرتے ہیں۔

کبھی 'موصول' کو بھی حذف کر دیتے ہیں۔

وہ جو آدمی کل میرے پاس آیا تھا میرا بھائی ہے۔ جو کل آیا تھا میرا بھائی ہے۔

آپ کی قدر وہ کرے گا جو عالم ہے۔ حرف تاکید 'ہی' کی وجہ سے 'وہ' 'وہی' بن جاتا ہے۔

آپ کی قدر وہی کرے گا جو عالم ہے۔ جو عالم ہے وہی آپ کی قدر کرے گا

اس کے برعکس اگر وضاحت مقصود ہو تو موصول کو دوبارہ دوسرے فقرے میں لاتے ہیں:

جو بات میں آپ سے کہنا نہیں چاہتا تھا وہی بات مجھے کہنی پڑ رہی ہے۔

کبھی توصیفی فقرہ خاص فقرے کے درمیان لاتے ہیں۔

آپ کی قدر جو عالم ہے وہی کرے گا

جو ضمیر نکرہ کوئی یا اس کی مجروری ہیئت 'کسی' کے ساتھ بھی استعمال ہوتی ہے۔ اور خود اپنی مجروری ہیئت 'جس' کے ساتھ آتی ہے۔

جو کوئی جانتا ہو، ہاتھ اٹھائے جس کسی کو اطلاع ہو (وہ) آئے

جو کی جگہ جیسا (ایسا کے قیاس پر) ویسا کے ساتھ جوڑے کے طور پر آتا ہے، جیسے:

جیسا کہو، ویسا کرو

اِتنا ـ ـی ـ ـے کے قیاس پر جتنا ـ ـی ـ ـے اپنے جوڑے اِتنا کے ساتھ آتا ہے:

جتنی باتیں کہوں اتنی سنوں۔ جتنی کہوں اتنی سنوں

لیکن جتنا کے ساتھ اتنا آنا ضروری نہیں

جتنا ستا نا چاہو ستالو گھر میں جتنا سامان تھا، چور اٹھالے گئے

جو کے ساتھ وہ کی جگہ 'سو' بھی جوڑے کے ساتھ آتا ہے۔ لیکن 'سو' کا استعمال بہت کم ہے جیسے:

جو چاہو سو لے لو جس میں تمھاری خوشی ہے سو کرو

مومن نے 'سو' کو تنہا بھی استعمال کیا ہے:-

؎ ایک شیخ وقت تھا سو بھی برہمن ہو گیا

ایک ہی پیچیدہ جملے میں جہاں ضمیر موصولہ جوڑے دار ہو تو اگر پہلی ضمیر مجروری ہو تو ضروری نہیں کہ دوسری یا جوابی ضمیر بھی مجروری ہو۔

دونوں مجروری، دونوں غیر مجروری یا دونوں میں سے کوئی ایک مجروری اور دوسری غیر مجروری ہو سکتی ہے۔

(الف) دونوں مجروری:۔

جس نے دیکھا ہے اس سے پوچھو

(ب) دونوں غیر مجروری:۔

جو تمہارا دشمن ہے وہ دوست کیوں ہونے لگا

(ج) ایک غیر مجروری دوسری مجروری:۔

جو آنا چاہے اسے بلاؤ

(د) ایک مجروری۔ دوسری غیر مجروری:۔

جس کو آنا ہے وہ آئے

اگر توصیفی فقرہ غیر مجروری فاعل کے ساتھ 'جو' کے ذریعے جڑا ہو تو دوسرے فقرے میں جوابی ضمیر مجروری بھی ہو سکتی ہے اور غیر مجروری بھی:

احمد جو میرے بھائی کا دوست ہے
- اس کی طبیعت خراب ہے۔ مجروری
- وہ کل مجھے ملا تھا۔ غیر مجروری

اسی طرح اگر وصفی فقرہ 'جن' کے ذریعے جڑا ہو تو جوابی ضمیر مجروری بھی ہو سکتی ہے اور غیر مجروری بھی۔

اس خط میں بعض باتیں جن کا جاننا آپ کے لیے ضروری ہے
- ان کو بھی سن لیجیے — مجروری
- وہ بھی آپ کو لکھ دی ہیں — غیر مجروری

اُردو جملے کا یہی مزاج ہے لیکن انگریزی نحو کے زیر اثر پڑھے لکھے اہلِ اُردو یوں بھی کہتے ہیں۔

احمد کو جو میرا دوست ہے میرا سلام کہنا

بجائے

احمد جو میرا دوست ہے اس کو میرا سلام کہنا

اگر موصول محذوف ہو اور جملے میں دو ضمیر موصولہ ہوں تو دونوں ایک ہی فقرے میں بھی آ سکتی ہیں جیسے:

جن کی جو سمجھ میں آئے، کرے ۔ جس کو جو پسند آئے، لے

جوابی ضمیر 'وہ'، دوسرے فقرے میں بھی استعمال کرتے ہیں جیسے:

جن کی جو سمجھ میں آئے وہ کرے ۔ جس کو جو پسند ہو، وہ لے

مذکورہ بالا مثالوں میں 'جو' توصیفی فقروں کے ساتھ استعمال ہوئی ہے اس لیے اسے ضمیر موصولہ توصیفی کہتے ہیں۔

'جو' کی جگہ 'کہ' بھی ضمیر موصولہ توصیفی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ یہ فارسی نحو کا اثر ہے جس کا استعمال قدیم نثر و نظم میں ہوتا تھا اور آج بھی نظم میں ہوتا ہے۔ میر امن نے باغ و بہار میں اس 'کہ' کے حسن استعمال سے عبارت میں دلکشی پیدا کی ہے:

آگے روم کے ملک میں کوئی شہنشاہ تھا کہ نوشیرواں کی سی عدالت اور حاتم کی سی سخاوت اس کی ذات میں تھی۔ — بجائے — آگے روم کے ملک میں کوئی شہنشاہ تھا جس کی ذات میں نوشیرواں کی سی عدالت اور حاتم کی سی سخاوت تھی۔

وزیر کہ مرد دانا تھا ۔ بجائے ۔ وزیر جو مرد دانا تھا

کبھی کبھی 'کہ'، 'جو' کے ساتھ بطور حشو استعمال ہوتا ہے۔ اسے قدیم اردو میں جو سے قبل استعمال کرتے تھے۔

" وہ غلام کہ جس نے پرورش پائی تھی (۱)

وہ آدمی کہ جو میرا دوست تھا (۱)

ایک دکان ہے کہ جس میں دو بجرے کھڑے ہیں (۱)

اتنا مال کہ جس کا حساب نہیں "(۱)

---

(۱) منقول از ہندی گرامر آف ہندوستانی آر اُردو ۔ پلیٹس ص 312

ایسی صورت میں 'کہ' کو ضمیر موصولہ کہنا درست نہیں۔ موجودہ اردو میں 'کہ' جملے کے بعد آتا ہے۔ جیسے:

وہ آدمی جو کہ میرا دوست ہے　　　　وہ آدمی جس کو کہ میں جانتا ہوں

6.20 متعلق فعل فقرے

متعلق فعل اس عمل کی صراحت کرتا ہے جس کا اظہار جملے میں فعل کے ذریعے ہوتا ہے۔ اگر جملے میں پورا فقرہ یہی وظیفہ انجام دے تو اسے متعلق فعلی فقرہ کہتے ہیں:

متعلق فعلی فقرے بھی توصیفی فقروں کی طرح تابع فقرے ہوتے ہیں اور جس جملے میں یہ آئیں وہ پیچیدہ جملہ ہوتا ہے، مثلاً:

(1) جب وہ گھر لوٹا تو میں سو رہا تھا
(2) ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو۔ کچھ ہماری خبر نہیں آتی
(3) وہ اِس طرح کمرے میں داخل ہوا کہ ہم کو کانوں کان خبر نہ ہوئی
(4) اگر تم محنت نہیں کروگے تو فیل ہو جاؤ گے
(5) وہ جتنا چالاک نظر آتا ہے اتنا نہیں ہے
(6) وہ اس لیے ناراض تھا کہ کسی نے اس سے بات نہیں کی
(7) اگرچہ اس نے بہت محنت کی پھر بھی فیل ہو گیا

پہلے جملے میں 'جب وہ گھر لوٹا' ایسا فقرہ ہے جو عمل کے وقت کی صراحت کر رہا ہے، اس لیے یہ متعلق فعلی زمانی فقرہ ہے۔

[نوٹ، لفظ 'جو' متعلق فعلی زمانی فقرے میں آکر 'جب' کے معنی دیتا ہے: ع
میں جو سربسجدہ ہوا تو پھر، یہ زمیں سے آنے لگی صدا]

'جب' کے ساتھ تب جوڑے کے ساتھ آتا ہے
ع　　جب وہ آتا ہے تب نہیں آتا
'تب' کا استعمال شاذ ہے اس کی جگہ 'تو' بھی استعمال ہوتا ہے
جب وہ فعل ہوا تو اسے سمجھ آئی
جب کی تاکیدی شکل جبھی اور تب کی تبھی ہے
'جب' تکرار کے ساتھ بھی مستعمل ہے اور تکرار عمل کی نمائندگی کرتا ہے

میں نے جب جب آپ سے مدد مانگی، آپ نے انکار کیا

یعنی: میں نے جب بھی آپ سے مدد مانگی .....

تسلسلِ زمانی کے اظہار کے لیے جوں جوں اور جیسے جیسے کا استعمال بھی ہوتا ہے:

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

وہ جیسے جیسے بڑھتا گیا اس میں تبدیلی آتی گئی

'کہ' وقت کا اظہار بھی کرتا ہے، جیسے

میں بیٹھا ہی تھا کہ وہ آ گیا۔ میرا بیٹھنا تھا کہ کرسی ٹوٹ گئی

میرا دیکھنا تھا کہ وہ بھاگ گیا

دوسری مثال "ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی ؟ . .

میں 'جہاں سے ہم کو بھی خود ہماری خبر نہیں آتی'، ایسا فقرہ ہے جو 'کہاں' کے جواب میں حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے یہ متعلق فعلی مکانی فقرہ' ہے۔ جہاں کے ساتھ 'وہاں' اور 'جدھر' کے ساتھ 'ادھر' جوڑے کی شکل میں آتے ہیں، جیسے

جہاں تم ہو وہاں میں ہوں

ع جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

کبھی جوابی 'وہاں' محذوف ہوتا ہے جیسے 'جہاں سینگ سمائیں، چلے جانا'،

تقسیم اور کثرت کے اظہار کے لیے جہاں اور وہاں تکرار کے ساتھ آتے ہیں:

'میں جہاں جہاں گیا وہاں وہاں میرا شاندار استقبال ہوا'،

'وہاں وہاں' کو محذوف بھی کر دیتے ہیں۔

تیسرا جملہ ہے:

وہ اِس طرح کمرے میں داخل ہوا کہ ہم کو کانوں کان خبر نہ ہوئی

اِس میں پہلے فقرے سے عمل کا طور ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ فقرہ کیسے کا جواب ہے اسے متعلق فعلی طوری فقرہ' کہتے ہیں۔ دوسرا فقرہ 'ہم کو کانوں کان خبر نہ ہوئی' خاص فقرہ ہے۔

بالعموم متعلق فعل مکانی، زمانی، طوری اور 'ذریعہ نما' کی حیثیت سے فعل کے مدلولہ عمل کی صراحت کرتے ہیں لیکن عمل کی صراحت اور وضاحت دوسرے طریقوں سے بھی ممکن ہے۔ امکانی عمل کا مشروط وقوع۔ مقابلے کا عمل تضاد عمل کا سبب۔ اس لیے قواعد نویس عمل کے ان پہلوؤں کو

ظاہر کرنے والے الفاظ، ترکیبوں اور فقروں کو متعلق فعل ہی کے ذیل میں لاتے ہیں۔

چوتھا جملہ ہے:

اگر تم محنت نہیں کروگے تو فیل ہو جاؤگے

اس جملے میں پہلا فقرہ "اگر تم محنت نہیں کروگے" مشروط ہونے کی وجہ سے معنوی طور پر مکمل نہیں ہے جس کا اظہار مخصوص سُر لہر کے ذریعے بھی ہوتا ہے۔ یہ متعلق فعلی شرطی فقرہ کہلاتا ہے۔ دوسرا فقرہ فیل ہو جاؤگے، خاص فقرہ ہے اور 'اگر' حرفِ شرط ہے۔

جس جملے کے فقرے میں حرفِ شرط آئے، وہ پیچیدہ ہوتا ہے

'اگر' کے علاوہ 'جو' بھی حرفِ شرط ہے۔ یہ ضمیر موصولہ وصفی 'جو' سے مختلف ہے اور 'اگر' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اسے ضمیر موصولہ متعلق فعلی سمجھنا چاہیے۔ اس کی جوابی ضمیر 'تو' ہے اسے حرف جزا بھی کہتے ہیں،

'ہم جو آپ کا ساتھ نہ دیں تو کیا کروگے؟" جو تم اُسے ماروگے تو وہ بھاگ جائے گا

یا تم جو اُسے ماروگے ....

شرطی فقروں میں مندرجۂ ذیل حروفِ شرط بھی استعمال ہوتے ہیں

جہاں تک، جب تک، بشرطیکہ، مثلاً

جہاں تک آپ کا تعلق ہے، میں آپ سے انکار نہیں کر سکتا

جب تک وہ نہ آئے تم یہیں ٹھہرو

وہ امتحان میں کامیاب ہوگا بشرطیکہ محنت کرے

شرطی فقروں میں بالعموم حرفِ شرط 'اگر' نہیں استعمال کرتے اور حرفِ جزا 'تو' سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شرطی فقرے ہیں۔

(1) وہ آئے تو میں جاؤں (2) وہ آئے گا تو میں جاؤں گا

مشروط عمل کے اظہار کے لیے جتنا ـــ یٖی ـــ یٖے اور اتنا ـــ یٖی ـــ یٖے۔ اور اسی طرح جیسا ـــ یٖی ـــ یٖے اور ویسا ـــ یٖی ـــ یٖے جوڑے کے طور پر آتے ہیں۔

جیسا کروگے ویسا بھروگے جیسی نیت ہے ویسی برکت ہوگی

جتنا زیادہ کھاؤگے اُتنی سستی زیادہ بڑھے گی جتنی جلدی کروگے، اُتنا ہی اچھا ہے

جتنے زیادہ لوگ ہوں گے اُتنی مصیبت بڑھے گی جتنے زیادہ لوگ ہوں گے، اتنے کام بڑھیں گے

شرط میں اگر بے نیازی کا مفہوم شامل ہو تو حرف شرط 'خواہ'، 'یا' 'چاہے' استعمال ہوتا ہے:

وہ خواہ آئے یا نہ آئے، ہم اپنا کام جاری رکھیں گے

وہ چاہے جو سمجھے، میں تو اس کا دوست ہوں

[نوٹ:- اگر موصول محذوف ہو تو ایک ہی فقرہ وصفی بھی ہو سکتا ہے اور متعلق فعلی بھی: جو جیسا کرے گا ویسا پائے گا

جو جتنا زیادہ کھائے گا، اتنا ہی سست ہوگا]

مقابلے کا عمل بھی متعلق فعل کے ذیل میں آتا ہے اور تشبیہی تعلق بھی جیسے

وہ جتنا چالاک نظر آتا ہے، اتنا نہیں ہے۔ مقابلہ

وہ اسی طرح بولا جس طرح ہمیشہ بولا کرتا ہے۔ تشبیہی تعلق

بجلی آسمان سے یوں گری جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ״ ״

اِن سب کو متعلق فعلِ مقابلہ کہتے ہیں

کسی کام کا سبب بھی متعلق فعل کے ذیل میں آتا ہے

جملہ نمبر (6) :-

وہ اس سے ناراض تھا کہ کسی نے اس سے بات نہیں کی۔

میں فقرہ، وہ اِس لیے ناراض تھا کہ متعلق فعلی سببی فقرہ ہے

دوسری مثال:

چونکہ گاڑی کے آنے میں دیر تھی اس لیے ہم پلیٹ فارم پر ٹہلتے رہے

عمل کا تضاد بھی متعلق فعل کے تحت آتا ہے

جملہ نمبر (7) :-

اگرچہ اُس نے بہت محنت کی، پھر بھی فیل ہو گیا

اِس جملے میں پہلا فقرہ 'اگرچہ اُس نے بہت محنت کی' متعلق فعلی تضادنما فقرہ ہے۔

دوسری مثال:

حالانکہ میں سب جانتا تھا، پھر بھی خاموش رہا

6.21 بین بین نوعیت کے جملے
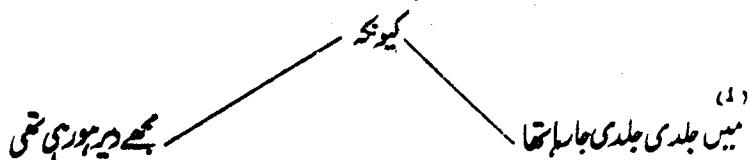
سبب، اختلاف اور تردید مرکب جملے میں بھی ممکن ہے، اور پیچیدہ جملے میں بھی۔ ایسے جملے قریب المعنی ہوتے ہیں۔ لہجے کے ذرا سے فرق سے الفاظ کی ترتیب یا کسی حرفِ عطف کے اضافے سے مرکب جملہ پیچیدہ بن سکتا ہے۔ ایسے جملے بین بین نوعیت کے ہوتے ہیں مثلاً:
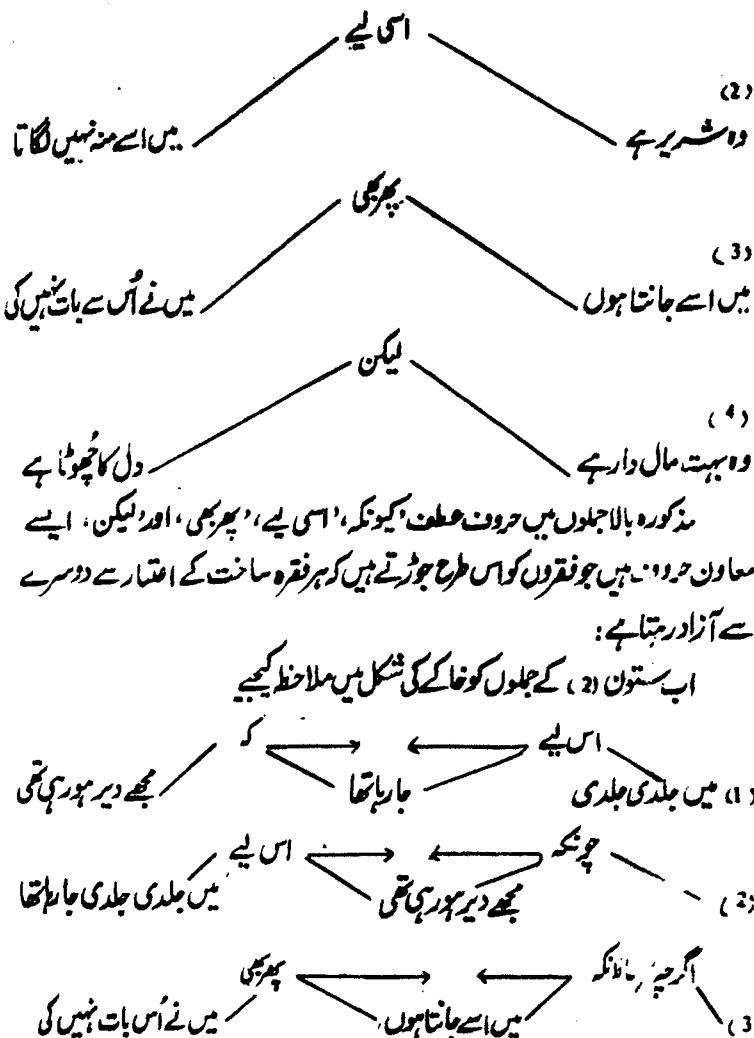
مرکب	پیچیدہ
(1) میں جلدی جلدی جا رہا تھا کیونکہ مجھے دیر ہو رہی تھی۔	(1) چونکہ مجھے دیر ہو رہی تھی اس لیے میں جلدی جلدی جا رہا تھا۔
(2) وہ شریر ہے اسی لیے میں اسے مُنہ نہیں لگاتا۔	(2) چونکہ وہ شریر ہے اس لیے میں اُسے مُنہ نہیں لگاتا
(3) میں اسے جانتا ہوں پھر بھی میں نے اُس سے بات نہیں کی	(3) اگرچہ/حالانکہ میں اُسے جانتا ہوں پھر بھی میں نے اُس سے بات نہیں کی۔
(4) وہ بہت مال دار ہے لیکن دل کا چھوٹا ہے	(4) اگرچہ وہ بہت مال دار ہے پھر بھی دل کا چھوٹا ہے

ستون (1) کے تحت جو جملے درج ہیں ان کے شروع کے فقروں میں جو بات کہی گئی ہے، اس کی وضاحت، اختلاف یا تردید کے بعد فقروں میں ملتی ہے۔ یہ فقرے ایک دوسرے کے معاون ہیں اس لیے یہ تمام مرکب جملے ہیں لیکن ستون (2) کے جملوں میں فقرے حروف تضاد و اختلاف کے باعث ایک دوسرے میں گتھے ہوئے ہیں اور شروع کے فقرے متعلق فعلی بن گئے ہیں اور تابع کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ستون (1) کے فقرے ایک دوسرے سے معنوی سطح پر مربوط ہونے کے باوجود لسانی سطح پر ایک دوسرے الگ تھلگ ہیں۔ انہیں مندرجہ ذیل خاکے میں اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے:

کیونکہ

(1)
میں جلدی جلدی جا رہا تھا — مجھے دیر ہو رہی تھی

مذکورہ بالا جملوں میں حروفِ عطف 'کیونکہ'، 'اسی لیے'، 'پھر بھی'، اور 'لیکن'، ایسے معاون حروف ہیں جو فقروں کو اس طرح جوڑتے ہیں کہ ہر فقرہ ساخت کے اعتبار سے دوسرے سے آزاد رہتا ہے:

اب ستون (2) کے جملوں کو خاکے کی شکل میں ملاحظہ کیجیے

مذکورہ بالا جملوں کے فقرے ساخت کے اعتبار سے پیچیدہ اور آپس میں اس طرح گھلے ملے ہیں کہ اگر ایک کو دوسرے سے الگ کر دیا جائے تو وہ ادھورے رہ جائیں گے۔ اِن میں ربط پیدا کرنے کے لیے ہر فقرے میں حروفِ عطف اس طرح استعمال ہوئے ہیں کہ ان میں جسم میم کا رشتہ پیدا ہو گیا

ہے جیسے خاکے میں تیر کی علامت سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اگر ہم اِن جملوں کے ابتدائی فقروں کو دیکھیں تو وہ معنوی اعتبار سے تشنہ محسوس ہوں گے:

(1) میں جلدی میں اس لیے جا رہا تھا کہ .....

(2) چونکہ مجھے دیر ہو رہی تھی ....

(3) اگرچہ / حالانکہ میں اسے جانتا ہوں...

(4) اگرچہ وہ بہت مال دار ہے

اِن فقروں کا مقابلہ ستون (1) کے فقروں سے کیجیے

(1) (الف) میں جلدی جلدی جا رہا تھا

(ب) مجھے دیر ہو رہی تھی

(2) (الف) وہ شریر ہے

(ب) میں اسے منہ نہیں لگاتا

(3) (الف) میں اسے جانتا ہوں

(ب) میں نے اُس سے بات نہیں کی

(4) (الف) وہ بہت مال دار ہے

(ب) (وہ) دل کا چھوٹا ہے

یہ فقرے ایک دوسرے کے معاون ہیں اور معنوی طور پر آزاد بھی ہیں اگرچہ فقرے ہونے کی حیثیت سے اور حروفِ عطف 'کیونکہ' 'اسی لیے' 'پھر بھی' 'لیکن' وغیرہ سے متصل ہونے کے باعث یہ بھی جملے کی طرح مکمل طور پر آزاد نہیں ہیں پھر بھی پیچیدہ جملوں کے تابع فقروں کے مقابلے میں نسبتاً آزاد کہلائے جا سکتے ہیں۔

اِس لطیف فرق کو نظرانداز کر دینے کی وجہ سے اکثر قواعد نویس غلط بحث کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مولوی عبدالحق کی قواعدِ اُردو میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً مرکب جملے کے تحت وہ لکھتے ہیں:

"(1) تردیدی جملے: 'کبھی' 'نہیں تو' 'ورنہ' بھی حروفِ تردید کا کام دیتے ہیں جیسے "حاکم کو ہمدرد ہونا چاہیے ورنہ رعایا تباہ ہو جائے گی۔"[1]

---

(1) قواعدِ اُردو۔ ص 288

(۲) استدراکی جملے: بعض اوقات 'مگر'، اور 'لیکن'، 'گو'، اور 'اگرچہ'، کے
جواب میں آتے ہیں۔
اگرچہ وہ بڑا دولت مند ہے لیکن دل کا چھوٹا ہے۔(۲)
(۳) سببی جملے: اِن جملوں کے ایک جز میں دوسرے جز کے سبب، وجہ یا نتیجے کا ذکر
ہوتا ہے۔ جو جملے کہ علت یا سبب کو ظاہر کرتا ہے وہ عموماً 'کیونکہ'، 'اس لیے کہ'،
اس واسطے کہ' سے شروع ہوتا ہے، جیسے: "میں اُن کا ساتھ دوں گا کیوں کہ/
اس لیے کہ/ اس واسطے کہ/ مصیبت کے وقت انھوں نے میرا ساتھ دیا۔ (۳)
لیکن پیچیدہ (مولوی صاحب کی اصطلاح میں 'تابع') جملے کے ضمن میں وہ اسی طرح کی
مثالیں دہراتے ہیں جنھیں وہ مرکب جملوں کے تحت دے چکے ہیں مثلاً انھی فقروں کے تحت وہ آگے
جملے کی ـ جو پیچیدہ جملہ ہے۔ یہ مثال دیتے ہیں:
"وہاں جاتے ہوئے ڈرتا ہوں کیونکہ وہ میرا جانی دشمن ہے"۔(۴)
حالانکہ ان کا مرکب جملہ:
'میں ان کا ساتھ دوں گا کیوں کہ مصیبت کے وقت انھوں نے میرا ساتھ دیا تھا ـــ اور،
یہ مبینہ تابع جملہ:
"میں جاتے ہوئے ڈرتا ہوں کیونکہ وہ میرا جانی دشمن ہے"
دونوں معنی اور بناوٹ کے اعتبار سے ایک ہیں۔ پھر بھی ایک ہی جملہ بیک وقت مرکب اور
پیچیدہ کیسے ہو سکتا ہے۔
خلط مبحث کی دوسری مثال دیکھیے۔ 'تردیدی جملے' کے تحت آپ یہ مثال پڑھ آئے ہیں۔
'حاکم کو ہمدرد ہونا چاہیے ورنہ رعایا تباہ ہو جائے گی'۔
لیکن وہ اسی بناوٹ کا جملہ متعلق فعلی فقرے (جیسے وہ اپنی اصطلاح میں 'تمیزی جملہ' کہتے
ہیں) کے تحت بطور مثال پیش کرتے ہیں:
"مجھے اس کے حکم کی تعمیل ضرور ہے ورنہ وہ خدا جانے کیا کر بیٹھے"۔(۱)

(۲) قواعدِ اردو۔ ص 260 -
(۳) قواعدِ اردو۔ ص 70 ـــ 260 ـ
(۴) قواعدِ اردو۔ ص 272 - (۱) قواعدِ اردو۔ ص 287

ایک اور مثال دیکھیے :
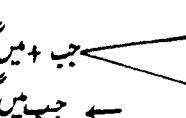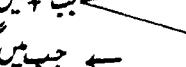
مذکورہ بالا اقتباس میں استدراکی جملے کے تحت ہم یہ مثال پڑھ آئے ہیں :

"اگرچہ وہ بہت بڑا دولت مند ہے، لیکن دل کا بہت چھوٹا ہے"

اب اسی بناوٹ کا مرکب (مولوی صاحب کی اصطلاح میں 'ہم رتبہ') جملہ پیچیدہ (ان کی اصطلاح میں تابع) بھی ہو جاتا ہے۔ تمیزی جملے (متعلق فعل فقرے) کے تحت وہ یہ مثالیں بھی دیتے ہیں :

"اگرچہ وہ یوں تو بیوقوف ہے مگر اپنے مطلب میں بہت ہوشیار ہے۔"
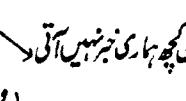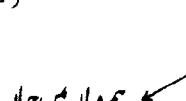
"اگرچہ میری اس سے اچھی ملاقات ہے تو بھی ایسی فرمائش کرتے ہوئے تامل ہوتا ہے۔"

ظاہر ہے کہ ایک بناوٹ کا جملہ ایک ہی وقت میں مرکب اور پیچیدہ نہیں ہو سکتا۔

6.22 متعلق فعل پیچیدہ جملوں کا اشتقاق
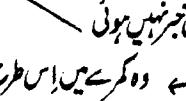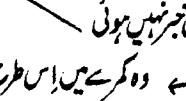
متعلق فعل پیچیدہ جملے دو یا دو سے زائد مفرد جملوں سے مندرجۂ ذیل طریقے سے مشتق ہوتے ہیں :

1 - (1) میں گھر آیا

(2) وہ سو رہا تھا

جب + میں گھر آیا تھا + تو + وہ سو رہا تھا

← جب میں گھر آیا تو وہ سو رہا تھا

2 - (1) ہم وہاں ہیں

(2) وہاں سے ہم کو بھی کچھ ہماری خبر نہیں آتی

ہم وہاں ہیں

(وہاں) جہاں + سے ہم کو بھی کچھ ہماری خبر نہیں آتی۔

×

← ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی کچھ ہماری خبر نہیں آتی

3 - (1) وہ کمرے میں داخل ہوا

(2) ہم کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی

وہ کمرے میں + اس طرح + داخل ہوا + کہ + ہم کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

← وہ کمرے میں اِس طرح داخل ہوا کہ ہم کو کانوں کان خبر نہ ہوئی

4- اگر + تم محنت نہیں کروگے + تو ± تم + فیل ہوجاؤگے ←
(۱) تم محنت نہیں کرتے = تم محنت نہیں کروگے
(۲) تم فیل ہوتے ہو = تم فیل ہوجاؤگے
← اگر تم محنت نہیں کروگے تو (تم) فیل ہوجاؤگے

5- وہ + جتنا + چالاک نظر آتا ہے ± وہ + اتنا + چالاک نہیں ہے ←
(۱) وہ چالاک نظر آتا ہے
(2) وہ چالاک نہیں ہے
وہ جتنا چالاک نظر آتا ہے وہ + اتنا چالاک نہیں ہے ←
← وہ جتنا چالاک نظر آتا ہے اتنا چالاک نہیں ہے

6- وہ + اس لیے + ناراض تھا + کہ + کسی نے اس سے بات نہیں کی ←
(1) وہ ناراض تھا
(2) کسی نے اس سے بات نہیں کی
← وہ اس لیے ناراض تھا کہ کسی نے اس سے بات نہیں کی

7- اگرچہ/ حالانکہ + اس نے کافی محنت کی + پھر بھی + وہ فیل ہوگیا ←
(1) اُس نے کافی محنت کی
(2) وہ فیل ہوگیا
← اگرچہ (حالانکہ) اس نے کافی محنت کی پھر بھی وہ فیل ہوگیا

6.23 اسمی فقرے

اگر کسی غیر منفرد جملے میں کوئی فقرہ۔ فاعل یا مفعول کی طرح پیش آئے تو اسے اسمی فقرہ کہتے ہیں۔ ہر وہ غیر مفرد جملہ جس میں اسمی فقرہ شامل ہو پیچیدہ ہوتا ہے۔
ذیل کے پیچیدہ ہوتا ہے
ذیل کے پیچیدہ جملوں میں اسمی فقرہ فاعل کا وظیفہ انجام دے رہا ہے:

(1) ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے

(2) یہ حقیقت کہ ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے، سب کو معلوم ہے

اِن جملوں میں (1) ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے، اسمی فقرہ ہے جو۔

(1) یہ ایک حقیقت ہے اور (2) یہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ فاعل کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

مندرجۂ ذیل پیچیدہ جملوں میں اسمی فقرے مفعول کا وظیفہ ادا کرتے ہیں:

(1) یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے۔

(2) یہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے۔

اِن دونوں جملوں میں ( ) ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے، ایسا فقرہ ہے جو (1) یہ ایک حقیقت ہے اور (2) یہ حقیقت سب کو معلوم ہے کا مفعول ہے، اس لیے یہ اسمی فقرہ ہے۔

مذکورۂ بالا پیچیدہ جملے مندرجۂ ذیل مفرد جملوں سے اس طرح بنے ہیں:

بطورِ فاعل:۔

1۔ (1) یہ بات ایک حقیقت

ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا

(2) ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے

چاہتا ہے + یہ ۔ بات + ایک حقیقت ہے ←

← ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے یہ (بات) ایک حقیقت ہے

← ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے، یہ ایک حقیقت ہے

2۔ (1) یہ حقیقت .... سب کو معلوم ہے

یہ حقیقت + کہ +

(2) ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے

ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے + سب کو معلوم ہے ←

← یہ حقیقت کہ ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے سب کو معلوم ہے

بطورِ مفعول:

۱۔ (۱) یہ بات ایک حقیقت ہے

یہ ۔ بات + ایک حقیقت

(۲) ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے

ہے + کہ + ہر آدمی آسانی

سے دولت کمانا چاہتا ہے ←

یہ بات ایک حقیقت ہے کہ ہر آدمی آسانی سے دولت کمانا چاہتا ہے

مذکورۂ بالا اسمی فقروں میں 'کہ' کا اضافہ قابلِ ذکر ہے اسے 'کاف بیانیہ' کہا جاتا ہے اس سے جملے کی معنوی تکمیل ہوتی ہے۔ مولوی عبدالحق فرماتے ہیں:

تمام اسمی جملوں (یہاں مراد فقروں) کی ابتدا حرف "کہ" سے ہوتی ہے۔" اس نے کہا کہ میں بیمار ہوں، کون نہیں جانتا کہ میرا نام احمد ہے، وہاں وہ چہل پہل تھی کہ بیان سے باہر ہے۔[1]

لیکن ہر اسمی فقرے کے لیے کاف بیانیہ لازمی نہیں۔ گفتگو میں اسے نظر انداز کر دیتے ہیں مثلاً میں جانتا ہوں وہ کہاں گیا ہے۔ مولوی صاحب نے خود اسی صفحے پر حذفِ کافِ بیانیہ کی مثالیں دی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے:

"کبھی کبھی اور خاص کر چھوٹے فقروں اور مقولوں کے قبل 'کہ' محذوف ہو جاتا ہے میں نے کہا، اب نہ آنا۔ اس نے کہا دوست یہاں آؤ۔"[1]

اردو میں کاف بیانیہ سے شروع ہونے والے اسمی فقرے کا زمانہ بالعموم حال یا مستقبل ہی ہوتا ہے چاہے خاص فقرے کا زمانہ ماضی ہی کیوں نہ ہو، مثلاً:

کل میں نے دیکھا کہ وہ سو رہا ہے

آپ نے کہا کہ میں کل آؤں گا۔

اگرچہ اب انگریزی نحو کے زیر اثر پڑھے لکھے لوگ یوں بھی کہنے لگے ہیں:

کل میں نے دیکھا کہ وہ سو رہا تھا

اب مندرجہ ذیل جملے ملاحظہ ہوں:

(۱) میں جانتا ہوں وہ کہاں گیا ہے　　(۳) مجھے معلوم ہے وہ کیوں گیا ہے

(۲) میں جانتا ہوں مجھے کیا کرنا ہے　　(۴) مجھے علم ہے وہ کیسے گیا ہے

---

(۱) قواعدِ اردو۔ ص ۲۶۱۔　(۱) قواعدِ اردو۔ ص ۲۶۱

(۵) کوئی نہیں جانتا یہ بچہ کس کا ہے

ان پیچیدہ جملوں میں استفہامی ضمیریں کہاں، کیوں، کیسے وغیرہ ضمیر موصولہ کے طور پر استعمال ہوئی ہیں اور استفہام کا مفہوم کھو چکی ہیں ایسے جملوں میں کاف بیانیہ کا استعمال نہیں ہوتا (مزید دیکھیے ۱۱ و ۵)

کبھی کبھی کاف بیانیہ کی جگہ حرف عطف 'جو' بھی استعمال ہوتا ہے

اس کی کیا مجال جو مجھ سے قرض مانگے۔

یہ 'جو' نہ صرف ضمیر موصولہ توصیفی ہے اور نہ ضمیر موصولہ متعلق فعلی بلکہ کاف بیانیہ کا مترادف ہے۔

6.24 مخلوط جملہ
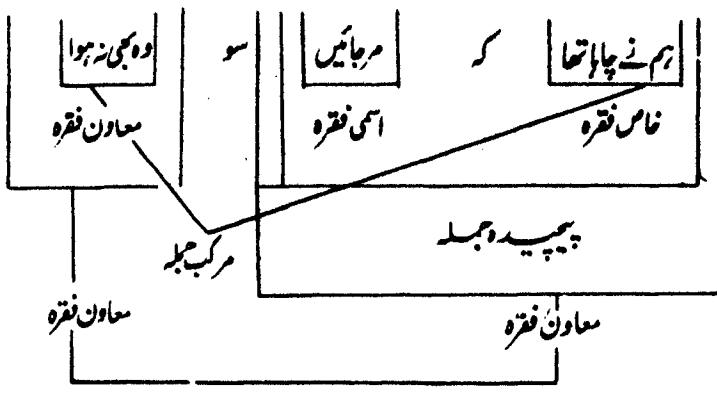
اب تک صرف دو فقروں پر مشتمل غیر مفرد جملوں کی مثالیں دی گئی ہیں۔ لیکن ایک ہی کثیر فعلی جملے میں دو یا دو سے زائد فقرے ایسے بھی استعمال ہو سکتے ہیں جن میں ایک فقرہ مرکب اور دوسرا پیچیدہ ہو، اسے ° مخلوط جملہ کہتے ہیں، مثلاً:

ع   ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

مذکورۂ بالا مصرعے میں تین فقرے ہیں:

(۱) 'ہم نے چاہا تھا' خاص فقرہ
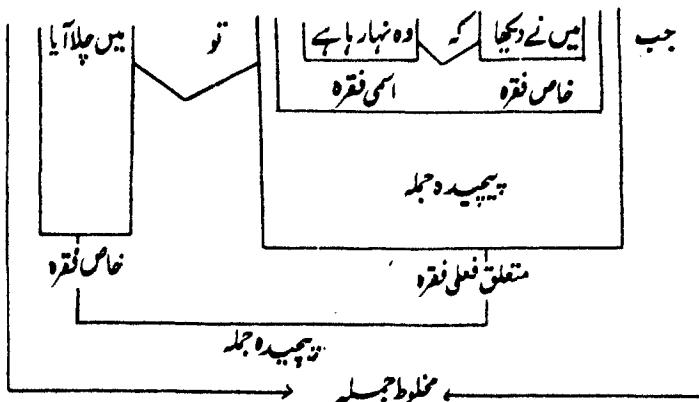
(۲) '(ہم) مر جائیں' اسمی فقرہ۔ خاص فقرہ (۱) کا مفعول

اور (۳) 'وہ بھی نہ ہوا' ــ معاون فقرہ جو حرف عطف سو کی مدد سے خاص فقرہ (۱) سے جڑا ہوا ہے۔

ہم نے چاہا تھا + سو + وہ بھی نہ ہوا ــ مرکب جملہ

اسے مندرجۂ ذیل خاکے کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے۔
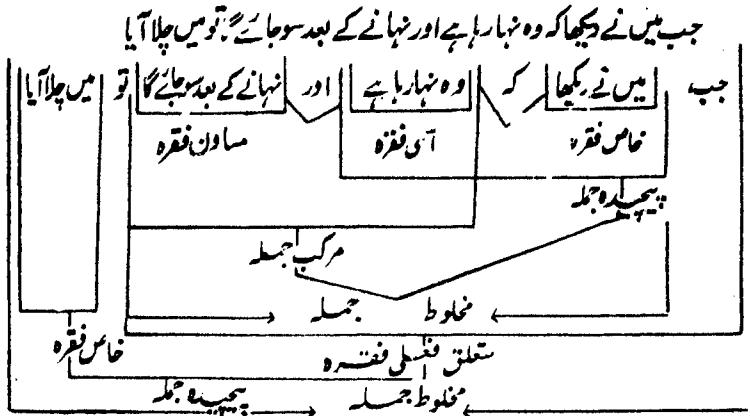
(الف) ہم نے چاہا تھا .... + سو + وہ بھی نہ ہوا ـ مرکب جملہ ⟩ مخلوط جملہ

(ب) ہم نے چاہا تھا کہ مرجائیں ———— پیچیدہ جملہ

دوسری مثال:

جب میں نے دیکھا کہ وہ نہار رہا ہے تو میں چلا آیا

اس مخلوط جملے میں "میں نے دیکھا کہ وہ نہار رہا ہے" پیچیدہ جملہ ہے جس میں میں نے دیکھا خاص فقرہ ہے اور 'وہ نہار رہا ہے' اسمی فقرہ ہے، لیکن اگر ہم پورے جملے کو ذہن میں رکھیں تو 'جب میں نے دیکھا کہ وہ نہار رہا ہے' متعلق فعلی فقرہ ۔ اور 'میں چلا آیا' خاص فقرہ اور اس طرح پورا جملہ پیچیدہ جملہ بن جاتا ہے۔ یہ مخلوط جملے کی مثال ہے، اس کا خاکہ حسب ذیل ہوگا:۔

تیسری مثال:

جب میں نے دیکھا کہ وہ نہا رہا ہے اور نہانے کے بعد سو جائے گا تو میں چلا آیا

مذکورہ بالا مخلوط جملے کی کئی سطحیں ہیں۔ تجزیے کی پہلی سطح پر "میں نے دیکھا کہ وہ نہا رہا ہے"۔ پیچیدہ جملہ ہے۔

وہ نہا رہا ہے اور نہانے کے بعد سو جائے گا۔ مرکب جملہ ہے۔

لیکن میں نے دیکھا کہ وہ نہا رہا ہے اور نہانے کے بعد سو جائے گا۔ مخلوط جملہ ہے، جب یہی مخلوط جملہ میں چلا آیا کے ساتھ حرف عطف جب اور ' تو ' کے ساتھ جڑ جاتا ہے تو متعلق فعلی فقرہ بن جاتا ہے۔

جب + میں نے دیکھا کہ وہ نہا رہا ہے اور نہانے کے بعد سو جائے گا + تو + میں چلا آیا

اور ' میں چلا آیا، خاص فقرہ۔ اس طرح پورا جملہ پیچیدہ جملہ بن جاتا ہے اور مخلوط جملہ کہلاتا ہے۔ جملہ کل ہے فقرہ اس کا جز ولیکن مذکورہ بالا جملے میں۔

' میں نے دیکھا کہ وہ نہا رہا ہے اور نہانے کے بعد سو جائے گا '

جب حرف عطف ' جب ' کا اضافہ کیا گیا تو یہی مخلوط جملہ متعلق فعلی فقرہ بن گیا ہے، یعنی کل جزو بن گیا۔ جز کے اندر کل کے شامل ہونے کے عمل کو حلقہ در حلقہ سازی کہتے ہیں۔

6.25 فقرۂ معترضہ

اردو میں کبھی کبھی جملے کے درمیان ایسا فقرہ بھی استعمال ہوتا ہے جو جملے کی قواعدی تکمیل کے لیے قطعی غیر ضروری ہوتا ہے۔ اگر اس فقرے کو جملے سے خارج بھی کر دیا جائے تو اصل جملہ بناوٹ کے اعتبار سے غیر متاثر رہتا ہے۔ یہ متکلم فقرہ اپنی بات کی وضاحت کے لیے جملے کے پہلے یا درمیان میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

احمد، جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میرا دوست ہے

جیسا کہ آپ جانتے ہیں، احمد میرا دوست ہے

مذکورہ بالا جملوں میں 'جیسا کہ آپ جانتے ہیں' جملے کی قواعدی تکمیل کے لیے بالکل غیر ضروری ہے۔ اسے ° فقرہ معترضہ کہتے ہیں۔ تحریر میں اسے علامتِ وقفہ سے ممتاز کیا جاتا ہے اور گفتگو میں وقفی سُر سے۔ تحریر میں اسے کبھی کبھی قوسین میں بھی درج کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اسے جملے سے حذف بھی کر دیا جائے تو اس جملے کی ساخت متاثر نہیں ہوتی اور نہ مفہوم خبط ہوتا ہے۔ کبھی کبھی مرکب یا پیچیدہ جملہ بھی درمیان میں لے آتے ہیں، جیسے:

احمد، ارے وہی جس کا میں نے کل آپ سے ذکر کیا تھا، لیکن آپ نے شاید توجہ نہیں کی۔ میرا دوست ہے۔'

یا 'احمد، ارے وہی جس کا میں نے کل اگرچہ آپ سے تذکرہ کیا تھا پھر بھی شاید آپ نے سنا نہیں' جی ہاں وہی میرا دوست ہے۔'

چوں کہ یہ جملہ کلاں تر جملے میں شمولی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اسے بھی فقرہ کہا جائے گا۔

فقرۂ معترضہ دراصل غیر عطفی فقرہ بندی کی ایک قسم ہے

حصّۂ چہارم

مشتقات ومرکّبات

تشکیل الفاظ

7.1 (الف) مشتقات :-

تصریفی اور اشتقاقی صرفیے کا فرق

اب تک ہم نے جملے کو اساس بنا کر اس سے بحث کی ہے، یہ بتایا جا چکا ہے کہ صرف قواعد کا وہ حصہ ہے جس میں اجزائے کلام اور الفاظ کے پابند روپوں سے بحث ہوتی ہے (دیکھیے ابتدائیہ الفاظ کے بندھے روپ پابند صرفیے کہلاتے ہیں۔ پابند صرفیوں کی دو اہم قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ پابند صرفیے جو جملے میں جنس و تعداد اور اگر 'حالت' ہو تو اس کے اظہار کے لیے تصریف کے عمل سے گزرتے ہیں۔ یہ پابند صرفیے اصطلاح میں تصریفی صرفیے کہلاتے ہیں۔ باب سوم میں جنس و تعداد اور زمانے کی روشنی میں ان تصریفی صرفیوں کا مفصل جائزہ لیا جا چکا ہے۔

پابند صرفیے کی ایک اہم قسم ہے جو نئے نئے الفاظ کی تعمیر و تشکیل کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ یہ پابند صرفیے جملے میں اپنا کوئی قواعدی کردار ادا نہیں کرتے بلکہ کسی لفظ کے — جو صحیح معنوں میں 'آزاد صرفیہ' ہوتا ہے — معنی میں تحدید، توسیع یا انحراف پیدا کرتے ہیں اور اس عمل سے نئے نئے الفاظ تشکیل پاتے ہیں۔ وہ پابند صرفیہ جو کسی لفظ کی ہیئت مستقل طور پر بدل کر اس میں مستقل تبدیلی پیدا کرتا ہے اشتقاقی صرفیہ کہلاتا ہے۔ تصریفی صرفیے کی طرح یہ اپنی ہیئت نہیں بدلتا بلکہ اپنی مستقل ہیئت پر قائم رہتا ہے۔ اشتقاقی صرفیہ صرف تعمیر الفاظ کے کام آتا ہے۔ اس لیے جملے میں اس کا عمل استعمال اس کی ہیئت متاثر نہیں کرتا۔ اس کے برخلاف تصریفی صرفیوں کا جملے سے گہرا رشتہ

ہوتا ہے۔ یوں تو تصریفی اور اشتقاقی دونوں صرفیوں کا تعلق حصۂ صرف سے ہے۔ تصریفی صرفیوں کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس باب میں صرف کے دوسرے حصّے یعنی اشتقاقی صرفیوں سے بحث کی جائے گی۔

تصریفی صرفیے کی ایک پہچان تو یہ ہے کہ وہ باضابطہ تغیر کے عمل سے گزرتا ہے جیسے لفظ 'کتاب'، کتابیں اور کتابوں بنتا ہے اور ان میں پابند صرفیے { یں } اور { ے و ں } باضابطگی سے آتے ہیں۔ چونکہ یہ صرف قواعدی وظیفہ انجام دیتے ہیں اس لیے لغت میں جگہ نہیں پاتے۔ یہ تصریف کے عمل سے گزرتے ہیں اسی لیے تصریفی صرفیے کہلاتے ہیں۔

تصریفی صرفیے کی دوسری شناخت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ تنہا آتا ہے کیونکہ اس پر کسی اور صرفیے کا اضافہ ممکن نہیں۔ اس لیے اسے لفظ کی 'بیرونی پرت' کہا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف اشتقاقی صرفیہ ایک سے زائد بھی ہو سکتا ہے مثلاً لفظ 'پرہیزگار' میں 'گار' اشتقاقی صرفیہ ہے۔ کیونکہ لفظ پرہیز میں 'گار' کے اضافے سے ایک نیا لفظ بنا ہے۔

— پرہیزگار۔ اس سے ایک اور نیا لفظ بن سکتا ہے، 'پرہیزگاری'۔ لفظ 'پرہیزگاری' میں دو اشتقاقی صرفیے ہیں (1) گار + (2) ی اس لفظ کی اردو جمع ہے 'پرہیزگاریاں' اور ہم جانتے ہیں کہ { یاں } جمع کا تصریفی صرفیہ ہے جو تصریف سے گزر کر { یوں } بھی ہو جاتا ہے یعنی پرہیزگاریوں۔ اب اس پر کسی اور صرفیے کا چاہے وہ اشتقاقی ہو یا تصریفی، اضافہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے الفاظ میں اشتقاقی صرفیے ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں لیکن تصریفی صرفیہ صرف ایک ہوتا ہے اور لفظ کے آخر میں آتا ہے۔

تصریفی اور اشتقاقی صرفیے کا ایک اور نمایاں فرق بھی ہے۔ تصریفی صرفیہ ہمیشہ لفظ کے آخر میں آتا ہے لیکن اشتقاقی صرفیہ لفظ سے قبل، وسط یا آخر میں آسکتا ہے + اسے اصطلاح میں 'تعلیقیہ' بھی کہتے ہیں۔ اگر تعلیقیہ لفظ کی ابتدا میں آئے تو اسے 'سابقہ' کہتے ہیں، جیسے : ہم عمر، بامروت، سلونا، سگھڑ، سپوت، کپوت وغیرہ میں 'ہم'، 'با، سَ، سُ، س اور کُ سابقے ہیں۔

اگر تعلیقیہ لفظ کے وسط میں آئے تو اسے 'وسطیہ' کہتے ہیں جیسے لفظ چال میں { ـا } اور میل میں { یـ ے } ایسے تعلیقیے ہیں جو وسط میں آئے ہیں چل ← چ + ا + ل؛ مل ← م + یـ ے + ل۔ اسی طرح اگر تعلیقیہ لفظ کے آخر میں آ ے تو اسے 'لاحقہ' کہتے ہیں جیسے گھبراہٹ میں 'ہٹ'، ٹکسال میں 'سال'، چراگاہ میں گاہ لاحقے ہیں۔

اشتقاقی صرفیے سابقے بھی ہوتے ہیں، وسطیے بھی اور لاحقے بھی، لیکن تصریفی صرفیے صرف لاحقے ہوتے ہیں انھیں تصریفی لاحقے بھی کہا جا سکتا ہے۔

7.2 داخلی اور خارجی اشتقاق

جب کسی آزاد صرفیے میں کوئی پابند صرفیہ متصل ہو کر اس سے نئے لفظ (یا آزاد صرفیے) کی تعمیر کرے تو اس عمل کو اصطلاح میں 'اشتقاق' کہتے ہیں۔ جملوں کے باہمی اشتقاق کا ذکر ہو چکا ہے۔ لفظوں میں عمل اشتقاق دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ ایک طریقہ سامی زبانوں میں اور دوسرا ہند یورپی خاندان کی زبانوں میں پایا جاتا ہے۔ سامی زبانیں 'داخلی تصریفی' ہوتی ہیں۔ عربی داخلی تصریفی زبان ہے۔ اس میں اشتقاق کا طریقہ حسب ذیل ہے :

عربی زبان کے فعلی مادے منفصل ہوتے ہیں یعنی ان کے درمیان مصوتے نہیں پائے جاتے۔ یہ عربی قواعد کی اصطلاح میں 'مجرد' کہلاتے ہیں۔ یہ مادے بالعموم سہ مصمتی، اور کچھ تین سے زائد مصمتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ سہ مصمتی مادے 'ثلاثی مجرد' اور تین سے زائد مصمتوں والے مادے 'ثلاثی مزید فیہ' کہلاتے ہیں۔ عربی میں فعلی مادے سے زمانہ ماضی مذکر واحد میں فعل کی ایک شکل بنالی جاتی ہے اور پھر اسی کو اساس بنا کر اس سے نئے نئے افعال بنائے جاتے ہیں مثلاً ایک فعلی مادہ ہے ک۔ت۔ب (کاف۔تے۔بے)۔ اس کی ماضی مطلق مذکر واحد کی شکل ہے کَتَبَ یعنی اس نے لکھا۔ اب اسی لفظ کَتَبَ کے اندر مزید صرفیوں کے اضافے سے افعال کی نئی نئی شکلیں بنائی جاتی ہیں اور نئے نئے الفاظ بھی بنتے ہیں جیسے کاتِبٌ = لکھنے والا، مکتوبٌ = جو لکھا جائے مراد خط یا کتاب، مَکتَبٌ لکھنے کی جگہ مراد دفتر (اردو میں مدرسہ)، کتابٌ وغیرہ۔ ہیئت کَتَبَ (جس کا وزن فَعَلَ ہے) میں جن صرفیوں کے اضافے سے نئے نئے لفظ بنتے ہیں 'حروف زائدہ' کہلاتے ہیں۔

اکثر عربی الفاظ فارسی میں داخل ہو کر مفرس ہو گئے، مثلاً کتابٌ، کاتبٌ، مکتوبٌ بالترتیب فارسی میں کتاب، کاتب اور مکتوب بنے یعنی ان الفاظ کا آخری جزو تن (جسے عربی اصطلاح میں تنوین کہا جاتا ہے اور تحریر میں دو زبر، دو زیر، یا دو پیش سے اس مرکب آواز کی نمائندگی کی جاتی ہے) غائب ہو گیا اور یہ الفاظ اسی بدلی ہوئی ہیئت میں فارسی سے اردو میں آئے جنھیں ہم مفرس عربی الفاظ کہتے ہیں۔ چونکہ اردو میں صدہا مفرس عربی الفاظ پائے جاتے ہیں اس لیے ہم عربی زبان کے اس مخصوص طرز اشتقاق کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہمارے قواعد

نویسوں نے 'اشتقاق' کی اصطلاح صرف اسی طرزِ اشتقاق کے لیے استعمال کی ہے جو عربی اور دیگر سامی زبانوں میں رائج ہے۔ اور دوسرے طرزِ اشتقاق کے لیے جو ہند یورپی خاندانِ السنہ کے لیے مخصوص ہے 'اشتقاق' کی اصطلاح استعمال ہی نہیں کی ہے۔

ہند یورپی خاندان کی زبانیں بیروں تصریفی ہوتی ہیں۔ ان میں نحوی رشتوں کے اظہار کے لیے لفظ کے اندر بہت کم تغیرات ہوتے ہیں جیسا کہ داخلی تصریفی زبانوں میں ہوتا ہے۔ بیرون تصریفی زبانوں میں فعل کا زمانہ اور مختلف حالتیں ظاہر کرنے کے لیے لاحقے استعمال ہوتے ہیں اور یہی لاحقے لفظ سازی کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ لفظ سازی کے لیے استعمال ہونے والے لاحقے اشتقاقی لاحقے کہلاتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے 'سابقوں اور' وسطیوں سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ پہلا طرزِ اشتقاق دوسرے طرزِ اشتقاق سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ اس لیے دونوں میں امتیاز کرنے کے لیے اول الذکر کو 'داخلی اشتقاق' اور ثانی الذکر کو 'خارجی اشتقاق' کہا گیا ہے۔

اردو اسما اکثر و بیشتر مشتق ہوتے ہیں۔ روایتی قواعد میں لفظ سازی کے اعتبار سے اسم کی دو اہم قسمیں بتائی جاتی ہیں۔ ایسے اسما جو کسی اور لفظ سے نہ نکلیں 'جامد' اور ایسے جو کسی لفظ سے بنیں مشتق کہلاتے ہیں۔ لیکن ہماری قواعدوں میں 'مشتق' کے ذیل میں 'مرکب' کا بھی ذکر کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ مرکبات کا تعلق الفاظ سے ہے، یعنی آزاد صرفیوں سے ہے جو دراصل نحو کا موضوع ہے۔ اس کے برخلاف مشتقات کا تعلق پابند صرفیوں یا تعلیقیوں سے ہے۔ ہم نے مشتقات اور مرکبات میں حدِ فاصل قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔

لفظ سازی کے اعتبار سے اردو اسم کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اسم جامد اور (۲) اسم غیر جامد اور اسم غیر جامد کی دو ذیلی قسمیں ہیں:

(۱) مشتق۔ اور (۲) مرکب۔

اسم جامد وہ اسم ہے جو کسی لفظ سے مشتق یا مرکب نہ ہو۔ جیسے کوئلہ، لکڑی، پتھر، ایندھن وغیرہ۔ اردو ہند آریائی زبان ہے اور اس میں اکثر ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن کی قدیم شکلیں ویدک سنسکرت، ادبی سنسکرت اور قدیم پراکرتوں میں محفوظ ہیں۔ ایسے الفاظ جن کی اصل شکلوں کا سراغ ویدک سنسکرت یا ادبی سنسکرت میں نہیں ملتا اصطلاح میں 'دیسی الفاظ' کہلاتے ہیں۔ مثلاً اردو لفظ 'باپ' دیسی لفظ ہے۔ چونکہ امتدادِ زمانہ سے الفاظ میں اتنے صوتی و صرفی تغیرات ہوتے ہیں کہ ان کی اصل شکلیں مسخ ہو جاتی ہیں اور کسی لفظ کی اصل اور موجودہ شکل کے درمیان نہ جانے کتنی گم شدہ

کڑیاں ہیں جن کی خانہ پری تاریخی لسانیات کے ماہرین تخمین وظن کے سہارے کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں کوئی دعویٰ یقین کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔ اردو میں کچھ ہندی الاصل الفاظ ایسے ہیں جو بظاہر 'جامد' معلوم ہوتے ہیں لیکن جو در اصل مرکب ہوتے ہیں یا مشتق۔ مثلاً اردو لفظ 'دیور' لیجیے اس کی اصل [illegible] + [illegible] بمعنی 'دوسرا شوہر' بتائی جاتی ہے اور سماجی ارتقا کی اس منزل کی یادگار ہے جب 'کثرت البعول' کا رواج تھا۔ دروپدی کا قصہ اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ یہی حال اردو لفظ 'برات' کا ہے (جسے بارات بھی کہتے ہیں) جو دیکھنے میں تو جامد ہے لیکن اس کی اصل [illegible] (شوہر کی یاترا) بتائی جاتی ہے۔ لفظ 'سویرا' بھی جامد نظر آتا ہے۔ لیکن اصل میں یہ ([illegible] + [illegible]) بمعنی سہانا وقت ہے + اسی طرح لفظ 'الگ' بھی جامد نظر آتا ہے، لیکن ہے نہیں۔ اس میں 'ا' نفی کا سابقہ ہے۔ غرض تلاش و تحقیق سے اردو میں ایسے کئی الفاظ مل جائیں گے جو آج تو ہمیں 'جامد' نظر آتے ہیں لیکن جن کی اشتقاقیات کا سراغ لگانے سے پتہ چل جائے گا کہ وہ 'جامد' نہیں ہیں۔ اس لیے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اردو کے وہ تمام الفاظ جو بظاہر کسی اور لفظ سے بنے ہوئے دکھائی نہ دیں اور جب تک وہ مجہول الاصل رہیں 'جامد' کہلائے جا سکتے ہیں۔

اسم غیر جامد کی دو ذیلی قسمیں مشتق اور مرکب ہیں، مرکب کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ عربی زبان کے تمام اسما مشتق ہوتے ہیں، الا ماشاء اللہ مثلاً الفاظ کتاب، سجدہ، عمارت، مکتب، مدرسہ، وغیرہ۔

7.3 داخلی اشتقاق

عرب قواعد نویسوں نے داخلی اشتقاق کے سلسلے میں چند اوزان مقرر کر لیے ہیں۔ عربی اسمائے مشتق ان میں سے کسی نہ کسی وزن پر پورے اترتے ہیں۔ یہاں مثالوں میں وہی الفاظ دیے گئے ہیں جو اردو میں مستعمل ہیں۔

وزن	مشتق الفاظ
(1) فُعْل	قتل، جبر، امن
(2) فِعْل	علم، قسم
(3) فَعَل	طلب، کرم، ادب
(4) فِعَل	صغر (جیسے صغرسنی)
(5) فُعلَة	رحمت (جو اردو میں رحمت ہے)۔

(6) فُعلَة	قُدرت
(7) فَعَال	سلام
(8) فِعال	قِیام (اردو میں فَعال کے وزن پر)
(9) فَعُول	قبول (اُردو میں فُعُول کے وزن پر)
(10) فُعُول	حُصُول
(11) فَعَالَة	سعادت
(12) فِعالَة	عِبادت
(13) فُعُولَة	عُقُوبت
(14) مَفْعَل	مَرْجِع
(15) مَفعلَة	مَرْحَمَت
(16) مَفْعُلَة	مملکت (اردو مُملِکت)

عربی' حاصل مصدر' (اس اصطلاح کے لیے دیکھیے 5 6 7 ص) کے لیے مندرجہ ذیل اوزان مقرر ہیں۔

وزن	حاصل مصدر
(1) تفعیل	تفریح (فَرَح سے) تعلیم (علم سے)
تفعِلَة	تذکِرہ (ذِکر سے) تفرقہ (فَرَق سے)
(2) تفاعَلة	مُقَابلہ (اُردو میں مقابلہ۔ قَبل سے)
فِعال	جِدال (جَدَل سے)
(3) اِفْعال	اجرا، اِخراج، انکار
(4) تَفَعُّل	تکبّر، تصور
(5) تَفَاعُل	تناسب
(6) اِنْفِعَال	اِنکشاف
(7) اِفتِعال	اجتماع، اعتراض، اقتدار

دوسرے اوزان پر مشتمل الفاظ اُردو میں مستعمل نہیں ہیں اس لیے انھیں یہاں نظرانداز کیا جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل اوزان سے جو الفاظ مشتق ہوتے ہیں ان میں معنوی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔

(1) مُفَاعِلة / تفاعُل — اِس وزن میں باہمیت کا مفہوم پیدا ہوتا ہے جیسے:
فہم سے مفاہمت، قبل سے مقابلہ عون سے تعاون

تفاعل کے وزن پر کچھ مشتق الفاظ جھوٹ موٹ کا مفہوم پیدا کرتے ہیں، جیسے جہل سے
تجاہل (جان بوجھ کر انجان بننا)

(2) اِنفِعال / — اِس وزن پر مشتق الفاظ میں اثر قبول کرنے کا مفہوم ہوتا ہے
جیسے: انکشاف (ظاہر ہونا) انفصال (فیصلہ ہونا)

(3) اِستفعال — اس وزن پر مشتق الفاظ میں لینا، چاہنا، یا مطالبہ کرنے کا
مفہوم پیدا ہوتا ہے، جیسے:
عمل سے استعمال (عمل میں لانا)
استفادہ (فائدہ حاصل کرنا)
استمداد (مدد چاہنا)

کچھ مفرس عربی دخیل الفاظ چہار حرفی مادّے سے بھی مشتق ہیں:

(4) فَعْلَلَہ — ترجمہ (اُردو میں ترجمہ) زلزلہ
تزلزل تسلسل

7.4 خارجی اشتقاق

اُردو زبان میں مفرس عربی کے علاوہ فارسی دخیل الفاظ اور ہندی الاصل مشتق الفاظ بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اِن الفاظ میں 'خارجی اشتقاق' کا عمل ہوتا ہے۔ اس اشتقاق میں تعلیقیوں کی مدد سے نئے نئے الفاظ بنتے ہیں۔ خارجی اشتقاق کے ذریعے حاصل شدہ الفاظ کو قطع کرنے سے عموماً دو اجزا ملتے ہیں جن میں سے ایک آزاد صرفیہ اور دوسرا پابند صرفیہ ہوتا ہے مثلاً مشتق الفاظ:

سوگوار، امیدوار، بزرگوار، ماہوار کو
سوگ + وار؛ امید + وار، بزرگ + وار اور ماہ + وار
میں قطع کیا جا سکتا ہے۔ اِن میں سوگ، امید، بزرگ اور ماہ آزاد صرفیے یا 'الفاظ' ہیں اور 'وار' پابند صرفیہ جسے 'لاحقہ' کہتے ہیں۔

لیکن فارسی میں چند الفاظ ایسے بھی ملتے ہیں جن کو اس طرح قطع کرنے سے آزاد صرفیہ ہاتھ نہیں آتا، مثلاً الفاظ 'سوار' اور 'دشوار' لیجیے۔ اگر ہم 'وار' کو لاحقہ فرض کر کے (کیونکہ یہ اکثر دوسرے الفاظ میں پایا جاتا ہے) اِن الفاظ کو قطع کریں تو س + وار اور دش + وار اجزا ملتے ہیں اور ظاہر ہے کہ 'س' ، اور 'دش' ، آزاد صرفیے نہیں ہیں۔ لیکن اگر ان کی "اشتقاقیات" کا سراغ لگایا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ کسی زمانے میں آزاد صرفیے تھے۔ مثلاً سوار فارسی باستانی میں 'اُسوار' تھا۔ اور 'اَسوار' بمعنیٰ 'سوار' ہمارے قدیم شاعروں مثلاً انیس نے استعمال کیا ہے، (جسے اکثر لوگ غلطی سے سوار کی جمع سمجھتے ہیں)۔ اَسوار اس + وار پر مشتمل ہے یہ 'اس' سنسکرت ▬ (بمعنی گھوڑا، جو موجودہ فارسی میں 'اسپ' ہے) کا بقیہ ہے۔ اس اعتبار سے یہ کسی زمانے میں "آزاد صرفیہ" تھا۔ یہی حال لفظ دشوار کا ہے، 'دش' کا سلسلہ قدیم اوستا سے ملتا ہے جو 'برے' ، اور بدصورت کے معنوں میں مستعمل تھا۔ اس کی متبادل شکل 'دژ' ہے۔ سنسکرت میں بھی یہ لفظ بطور سابقہ 'برے' کے معنوں میں مستعمل ہے جیسے दुष्कर्म فارسی لفظ دشمن میں بھی یہ اسی معنی کی یاد دلاتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ جدید فارسی میں 'دش' ، آزاد صرفیہ نہیں ہے۔ خود انگریزی میں اس قسم کے مشتقات ملتے ہیں جیسے: Re-ceive De-ceive Con-ceive

اگر کسی لفظ کو قطع کرنے سے دونوں پابند صرفیے ہاتھ لگیں جیسا کہ مذکورہ بالا الفاظ میں تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کس جز کو لاحقہ اور کس کو لفظ قرار دیا جائے۔ لیکن اگر ایک جز مختلف الفاظ میں ملے جیسے مذکورۂ بالا الفاظ میں ceive تو اسے لاحقہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایسے لاحقے اصطلاح میں "اصلی لاحقے" کہلاتے ہیں اور جو لاحقہ آزاد صرفیوں کے ساتھ آئے اسے "ثانوی لاحقہ" کہتے ہیں۔ مثلاً الفاظ دشوار اور سوار میں 'وار' اصلی لاحقہ، اور الفاظ بزگوار، امیدوار وغیرہ میں یہی 'ثانوی لاحقہ' کہلاتا ہے۔

قیاس کیا جاتا ہے کہ لاحقے بھی کسی زمانے میں آزاد صرفیے ہوں گے جو اب گھس گھسا کر اور ہماری زبان میں آتے آتے پابند صرفیے بن گئے ہوں گے اِن کی اصل کا سُراغ لگانا تاریخی لسانیات کا موضوع ہے لیکن خود تاریخی لسانیات بھی اِس معاملے میں بے بس نظر آتی ہے۔ بقول لیسپرسن:

> "یہ صحیح ہے کہ کچھ اشتقاقی اجزا ابتدا میں آزاد تھے پھر بھی اگر ہم اِن کی تعداد کا مقابلہ اُن تعلیقیوں سے کریں جن کی اصل کا یا تو سُراغ لگایا نہیں جا سکتا یا جن کے متعلق اس طرح کا کوئی قیاس تجویز نہیں ہوا ہے، تو ہمیں اوّل الذکر بہت بڑا کم تناسب

میں ملیں گے۔

اصل اور ثانوی لاحقوں کا سُراغ لگانا ہمارے موضوع سے خارج ہے، اس لیے یہاں اُردو کے صرف ثانوی لاحقوں اور دوسرے تعلیقیوں سے بحث کی جائے گی۔

7.5 اسم مجرد اور اشتقاق

اردو کے اکثر اسمائے مجرد میں مندرجہ ذیل لاحقے پائے جاتے ہیں۔ کچھ لاحقے فارسی اور ہندی الاصل الفاظ میں مشترک ہیں اور غالباً فارسی کے زیر اثر جدید ہندی آریائی زبانوں میں آئے ہیں:

1۔ (اول) ــِی

(الف) فارسی دخیل الفاظ میں

(ایک) اسم عام میں اضافہ کرکے ۔ دوست + ــِی = دوستی دشمنی

[نوٹ :۔ معرّب عربی اور فارسی دخیل الفاظ میں ــِی بطور حشو بھی آتا ہے جیسے غم ـ غمی ؛ انتظار ـ انتظاری ؛ انکسار ـ انکساری ؛ حیات ـ حیاتی ؛ بیہودہ بیہودگی]

(دو) صفت میں اضافہ کرکے ـ خوش سے خوشی، گرم سے گرمی۔

اُردو میں خوشی بمعنی خوش بھی استعمال ہوتا ہے ع

خوشی پھرتے ہیں باغباں کیسے کیسے

(ب) ہندی الاصل الفاظ میں:

( ) اسم عام میں اضافہ کرکے، چوری، ٹھگی، دیسی (اس کا اشتقاق بتایا جاتا ہے

[نوٹ، اگر کسی اسم عام یا صفت کے آخر میں ــا ہو تو اس میں ــِی کے اضافے سے ــا ــِی (آئی) بن جاتا ہے ـ آئی ہیں ــِی ہی لاحقہ ہے آئی نہیں جیسے:

(الف) فارسی دخیل الفاظ میں رسوا + ــِی = رسوائی

دانا + ــِی = دانائی

(ب) ہندی الاصل الفاظ میں سگا + ــِی = سگائی

برا + ــِی = بُرائی

اچھا + ــِی = اچھائی

اسم مجرد کی طرح اسم عام بھی ـ ی کے اضافے سے بنتا ہے جیسے: میٹھا > مٹھا + ــِی = مٹھائی]

(دوم) ے ا + ے ی (آئی)

صفت سے: گول + ے ا + ے ی = گولائی

ڈھیٹ > ڈھٹ + ے ا + ے ی = ڈھٹائی

اسمِ عام سے پنڈت + ے ا + ے ی = پنڈتائی

2- پا / پن : بڑھاپا، بہناپا، موٹاپا (مٹاپا)

فارسی لفظ بچہ سے بچ + پن = بچپن

لڑکا سے لڑک + پن = لڑکپن

فارسی دخیل الفاظ میں بھی یہ لاحقہ استعمال کرتے ہیں

دیوانہ = دیوانہ پن؛

3- ہٹ۔ صفت سے چکنا + ہٹ = چکناہٹ

کڑوا + ہٹ = کڑواہٹ

4- ک ٹھنڈا > ٹھنڈ + ک؛ ٹھنڈک؛ کالا > کال + ک = کالک

5- س میٹھا > مٹھا + س = مٹھاس، کھٹا > کھٹا + س = کھٹاس

6- تی کم + تی = کمتی

7- پت کنوار > کنوار + پت = کنوارپت

سیانا > سیان + پت = سیانپت

8- یت / ے ایت اپنا + یت = اپنایت (اپناپن، عزیزداری)؛ پنچ > پنچایت

حاصلِ مصدر

اُردو کے اکثر اسمائے مجرد فعل سے بھی مشتق ہوتے ہیں جنہیں اصطلاح میں حاصلِ مصدر کہا جاتا ہے۔ اُردو میں 'امر' کی وہی شکل ہے جو فعلی مادے کی۔ لیکن فارسی میں مصدر کا 'امر' فعلی مادہ ہوتا ہے۔ اس لیے مندرجہ ذیل فارسی دخیل الفاظ کے سلسلے میں فعلی مادے کی جگہ امر لکھا گیا ہے۔ اُردو میں مندرجۂ ذیل حاصل مصدر جو اسمائے مجرد کی حیثیت سے مستعمل ہیں عام ہیں۔

(الف) ہندی الاصل

(1) فعلی مادہ + صفر صرفیہ رگڑ، بگاڑ، کاٹ، ناپ

(2) وسطیے کے ساتھ اتر > ات + ے ا + ر = اُتار

چل > چ + ے ا + ل = چال

مل > م + ے + ل = میل

(3) فعلی مادے میں مندرجۂ ذیل لاحقے بڑھا کر:

(ایک) ے اپ	ملاپ
(دو) ے اپا	جلاپا
(تین) ے اس	پی > پیاس
(چار) ے او	چھڑکاؤ، تناؤ، جھکاؤ
(پانچ) ے اوا	دیکھ > دِکھ + ے اوا = دکھاوا
	پہن + ے اوا = پہناوا
(چھ) ے ا ے ی	چڑھ + ے ا + ے ی = چڑھائی
	لڑ + ے ا ے ی = لڑائی
(سات) ے ان	اُڑان، اٹھان، لگان
(آٹھ) ے اوٹ	بن + ے اوٹ = بناوٹ
	لکھ + ے اوٹ = لکھاوٹ
	سج + ے اوٹ = سجاوٹ
(نو) ت	کھپت، بچت، چلت پھرت
	لگ > لاگ + ت = لاگت
(دس) تی	بھرتی، چڑھتی، بڑھتی، گنتی
(گیارہ) ن	سوجن، جلن، پھسلن، تھکن، چبھن
(بارہ) واس	بک + واس = بکواس
(تیرہ) ہٹ /	آ + ہٹ = آہٹ
	گھبراہٹ، مسکراہٹ، کسمساہٹ

(ب) فارسی دخیل الفاظ

(ایک) امر + صفر مرفیہ	سوز، جوش، پسند
(دو) ش / ے ائش	رنجش، کوشش، کشش، بارش

آرائش، گنجائش، پیمائش

(تین) علامت مصدر کو حذف کر کے ساختن > ساخت، نشستن > نشست

امدن > آمد؛ برداشتن > برداشت

یافتن > یافت

(چار) علامت مصدر میں ~ی کے اضافے سے آمدن > آمدنی (اردو تلفظ آمدنی)

(پانچ) ~اک خوراک، پوشاک

(چھ) بطور حالیہ باریدن > باراں، فرمودن > فرمان

پیمودن > پیمان

(سات) ماضی واحد میں ~ار کے اضافے سے گفت + ~ار = گفتار، رفتار، کردار، دیدار

(ج) مفرس عربی

اگرچہ عربی زبان میں ان معنوں میں لاحقے نہیں ہوتے جن معنوں میں ہندیورپی زبانوں میں پائے جاتے ہیں لیکن بعض الفاظ کے کچھ انتہایے اردو میں آکر لاحقے کے مماثل ہوجاتے ہیں:

(ایک) ~ی + یت - انسان > انسانیت (اردو تلفظ انسانیت)

مِلک > ملکیت (اردو تلفظ ملکیت)

کیف > کیفیت (" کیفیت)

اصل تلفظ نظم میں برقرار ہے

(دو) ~وت جبروت، ملکوت

7.6 اسم مکان

اگر کسی اسم میں اس کی ہئیت کی وجہ سے جگہ کا اظہار ہو ایسے مشتق لفظ کو اسم مکان کہتے ہیں. مرکب الفاظ بھی اسم مکان ہوتے ہیں (ان کا ذکر مرکبات کے تحت دیکھیے) اردو میں ہندی الاصل اور فارسی دخیل الفاظ میں مندرجۂ ذیل اشتقاقی لاحقے پائے جاتے ہیں:

(الف) ہندی الاصل

(ایک) ~ال سسرال، ننہال، ددھیال (دادھیال بھی)

(دو) ے انا — سمدھیانا ، (سمدھیانہ) سر + و + ے انا = سرانہ ۔ راجپوتانا (راجپوتانہ)

(تین) سال — ٹکا > ٹک + سال = ٹکسال
گھوڑا > گھوڑ > گھڑ + سال = گھڑسال

(چار) نا — رمنا ، جھرنا

(ب) فارسی

(ایک) بار — جوئبار ، رودبار

(دو) دان / دانی — قلمدان ، عطردان
دیسی الفاظ کے ساتھ ، پاندان ، پیک دان
معرّب عربی فارسی دخیل الفاظ کے ساتھ لیکن جو فارسی میں مستعمل نہیں } خاصدان ، روشندان ، سُرمہ دانی ، مچھردانی

(تین) زار — گلزار ، مرغزار ، لالہ زار ، سبزہ زار ، کہسار ۔ شاخسار ، رخسار

(پانچ) ستان — گلستان ، بوستان ، قبرستان ، گورستان
پرستان (فارسی میں مستعمل نہیں)

(چھ) سرا (ے) — مہمان سرا (ے) ، کارواں سرا (اسی سے سرائے بنا جو آزاد صرفیہ ہے)

(سات) شن — گلشن

(آٹھ) گاہ — چراگاہ ، درگاہ ، شکارگاہ ، عیدگاہ

(نو) لاخ — سنگلاخ (اردو میں صرف بطور صفت مستعمل ہے)

(دس) نا (ے) — تنگنائے ، خاکنائے

(ج) معرّب عربی :-

مجلس ، محفل ، مدرسہ ، مدفن ، مرکز ، مزار (ملنے کی جگہ = قبر) ، مسجد ، مسکن ، مطلع (طلوع آفتاب کی جگہ ۔ غزل کا پہلا شعر) ، مقبرہ ، مکتب ، مغرب (غروب آفتاب کی جگہ)

مذکورۂ بالا الفاظ /م/ سے شروع ہوتے ہیں۔ عربی میں اسے میم مکان کہتے ہیں

7.7 اسم زمان

اگر کسی اسم میں ہیئت کی وجہ سے وقت کا اظہار ہو تو اسے اسم زمان کہتے ہیں:

ہندی الاصل:

س : سویرا (س + ویلا)

مفرس عربی:

(م) مغرب (غروب آفتاب کا وقت، جیسے مغرب ہوگئی)

[نوٹ: اگرچہ اسما صبح، شام، دن، رات وغیرہ سے وقت کا مفہوم نکلتا ہے لیکن چونکہ ان کی ہیئت سے یہ مفہوم نہیں نکلتا۔ اس لیے انھیں صرف معنوی بنیاد پر اسم زمان کہنا قواعدی نقطۂ نظر سے غیر ضروری ہے۔ یہ اسم جامد ہیں، اسی طرح گھر، میدان وغیرہ کو بھی اسم مکان کہنا غیر ضروری ہے]

مذکورہ بالا عربی لفظ کے میم کو میم زماں کہتے ہیں۔

7.8 اسم آلہ

اگر کسی اسم کی ہیئت سے یہ ظاہر ہو کہ وہ اوزار ہے یا ایسی چیز جس سے کوئی کام لیا جائے تو اسے اسم آلہ کہتے ہیں:

(الف) ہندی الاصل الفاظ

1 ـــ فعلی مادے میں مندرجۂ لاحقوں کے اضافے سے

(ایک) ـَـا گھیر + ـَـا = گھیرا؛ جھُول + ـَـا = جھولا

(دو) ـَـا + ـِـی کڑھائی

(تین) ـَـن بیل + ن = بیلن

لٹک + ن = لٹکن

(چار) ـُـو جھاڑ + ـُـو = جھاڑو

(یہ اصل میں اسم فاعل کا لاحقہ ہے)

(پانچ) ـِـی پھانس + ـِـی = پھانسی

(پھانس حاصل مصدر بھی ہے)

(چھ) نا — پال + نا = پالنا

(سات) نی — دھونکنی، کترنی، پھنکنی، اوڑھنی

(آٹھ) نی [ر/ن/ڑے/ل/ میں بدلنے کے بعد — چھان > چھن > چھل + چھلنی (دکنی میں چھننی کہتے ہیں)

2 ۔ اسم میں لاحقے کے اضافے سے

(ایک) ے ا — پنکھ + ے ا = پنکھا

(دو) یے ل — ناک > نک + یے ل = نکیل

(تین) ے وڑا — ہاتھ > ہتھ + ے وڑا = ہتھوڑا

(چار) نی — نہرنی (= بمعنی ناخن[1])

(پانچ) وَن — دَنت > دانت > دت + وَن = دتون

(ب) فارسی دخیل الفاظ

(1) ہ + یے (ہائے مختفی جو اُردو میں ے ا بن جاتا ہے) — دستہ، چشمہ (بمعنی عینک)

(2) ے ا نہ (نا) — دستانہ، انگشتانہ

(3) ک (جو فارسی میں اسم تصغیر کا لاحقہ ہے) — عین (عربی لفظ = آنکھ) + ک = عینک

(ج) مفرس عربی دخیل الفاظ:

میزان، مشعل، مضراب، مقراض، منقل (ان الفاظ کے م کو میم آلت کہتے ہیں)

7.9 اسم تصغیر

اگر کسی اسم کی ہیئت سے اس کا اصل سے چھوٹا، حقیر، یا معمولی ہونا ظاہر ہو یا لاڈ پیار کے اظہار کے لیے اس میں ہیئتی تبدیلی کی جائے تو اسے اسم تصغیر کہتے ہیں۔

(الف) ہندی الاصل الفاظ

(1) ے و لیا — سرپ > سانپ > سنپ + ے لیا = سنپولیا

1۔ قواعد اردو ص 25۔

(2) ڑا — چرم > چام > چم + ڑا = چمڑا

جیو > جی > جیو + ڑا = جیوڑا

دکھ + ڑا = دکھڑا، مکھڑا

(3) ڑی — دام > دم + ڑی = دمڑی

آنت > انت + ڑی = انتڑی

آنکھ > انکھ + ڑی = انکھڑی

ٹانگ > ٹنگ + ڑی = ٹنگڑی، لنگڑی، پنکھڑی

(4) یا (جو تانیث کا لاحقہ بھی ہے) — بھیّا، بٹیا، ڈبیا

(5) وا — مرد > مردوا، جورو > جوروا

(ب) فارسی دخیل الفاظ

(اول) سابقے:

(ایک) خر/خرَ — خرگاہ، خرمن، خرمہرہ، خرگوش

(دو) شاہ/شہ — شہپر، شہتیر، شاہکار، شاہراہ

(دوم) لاحقے:

(ایک) ــہ کی زا — مشک > مشکیزہ

(دو) چہ — کتابچہ، کوچہ، دیگچہ (اردو میں دیگچی بھی)

(تین) ک (ہندی الاصل لفظ ڈھول کے ساتھ ڈھول + ک = ڈھولک

نوٹ: کبھی چھوٹی چیز کو بڑا چڑھا کر دکھانے کے لیے بھی اسم میں ہئیتی تغیر کرتے ہیں، جیسے پگڑی سے پگڑ یا بات سے بتنگڑ۔ اسے اسم مکبّر کہتے ہیں۔

7.10 اسم فاعل

اگر کسی اسم کا اس کی ہیئت سے فاعل ہونا ظاہر ہو تو اسے فاعل کہتے ہیں۔ اردو میں ہر فاعل اسم فاعل نہیں ہوتا۔

اسم فاعل کی بناوٹ میں مندرجۂ ذیل لاحقے استعمال ہوتے ہیں:

(الف) ہندی الاصل الفاظ:

(ایک) ے ار	لوہار (تلفظ لُہار) سُنار، چمار (سُنار اصل میں سورن کار اور چمار چرم کار تھا)
(دو) ے اری	پوجا > پج + ے اری = پجاری۔
	بھیک > بھک + ے اری = بھکاری
(تین) ے اڑی	کھیل > کھل + اڑی = کھلاڑی
(چار) یے ے را	لوٹ > لُٹ + یے ے را = لٹیرا
	سانپ > سنپ + یے ے را = سنپیرا
(پانچ) یے ی	دھوبی، تیلی، نائی
	عربی الفاظ کے ساتھ: جوہری، حلوائی
(چھ) ے و	ڈاکو، بھیدو کھاؤ (بطور صفت بھی)
(سات) ے رو	پچھیرو
(آٹھ) ری	جوا + ری = جواری
(نو) ک	پیراک، تیراک
(دس) کڑ	بھول > بھل > بھلک + کڑ = بھلکڑ
	کود > کد > کدک + کڑ = کدکڑ
(گیارہ) وا	لے + وا = لیوا (نام لیوا)
	دے + وا = دلیا (پانی دلوا)[1]
(بارہ) وی + یا	گا > گ + وی + یا = گویا
	لڑ + وی + یا = لڑویا
(تیرہ) والا	رکشا > رکھ + والا = رکھوالا
(چودہ) وان	گاڑی وان (گاڑی بان بھی)
	انگریزی لفظ کے ساتھ کوچ + وان = کوچوان
(پندرہ) یا	گڈریا، بنیا
	فارسی لفظ کے ساتھ

---

1) باغ و بہار

سرودیا، کباڑیا

(سولہ) یارا — گھاس > گھس + یارا = گھسیارا

(سترہ) والا — چرواہا

(اٹھارہ) ہار — ہونہار

(انیس) ہارا — پنہارا، لکڑ ہارا
پانی > پن + ہارا = پنہارا

(ب) فارسی دخیل الفاظ :-

(ایک) ے ار — خریدار

(دو) ے ندہ (اِندا) — پرندہ، گزندہ، درندہ، کنندہ

(تین) ے ور — مزدور، دستور (دست بمعنی طاقت - فارسی میں وزیر، لیکن اردو میں آئین اور رواج کے معنوں میں مستعمل ہے)

(چار) بان — باغبان، دربان، گریبان (گردن کی حفاظت کرنے والا)، پاسبان۔

(پانچ) گار، کار — دستکار، کار بمعنی کام فارسی میں آگے چل کر آزاد مرفیے کے طور پر استعمال ہونے لگا)
خدمتگار، ستمگار، پروردگار، پرہیزگار

(چھ) گر (گار کا مخفف) — آہنگر، زرگر، ستمگر

(سات) یار — ہوشیار، شہریار
دیار بمعنی دوست، فارسی میں آزاد مرفیے کی طرح بھی مستعمل ہے)

(آٹھ) ور — جانور، سخنور

(نو) وار — اُمیدوار، بزرگوار

(ج) مفرس عربی دخیل الفاظ

(اوّل)

(ایک) ـــ ی (عربی اختتامیہ) قاضی (قاض سے قاضی) ہادی
(دوم) مفرس عربی اسمائے فاعل مندرجۂ ذیل اوزان پر بنتے ہیں:

(ایک)	فاعل	حاکم، عالم، فاضل، ظالم
(دو)	فعّال	بقّال، صرّاف (اُردو میں صراف بھی کہتے ہیں) بزّاز
(تین)	فعیل	حکیم
(چار)	مفاعل	مخاطب
(پانچ)	مُفتَعِل	منتظِر، مُرتکِب
(چھ)	مُستَفعِل	مستعفی
(سات)	مُفعِل	مُحسن، مُرشد (اُردو مرشد)
(آٹھ)	مُفعِّل	مقرِّر، مصوِّر
(نو)	مُتَفعِّل	مُترجِم

7.11 اسمِ مفعول

اگر اسم کی ہیئت سے اس کا مفعول ہونا ظاہر ہو تو اسے اسمِ مفعول کہتے ہیں ورنہ صرف مفعول۔ یہ دراصل حالیہ مجہول ہوتے ہیں۔

(الف) اُردو میں فارسی کے حالیہ مجہول اسم مفعول بن جاتے ہیں اور اُردو میں صفت کا کام دیتے ہیں جیسے،

افسردہ، رنجیدہ، سوختہ، ساختہ پرداختہ۔

(ب) عربی قواعد کی رُو سے اسم فاعل کے آخری رکن میں پائے جانے والے خفیف مصوتے / ـِ / کو / ـَ / میں بدل دینے سے اسم مفعول بنتا ہے

	اسمِ فاعل	اسمِ مفعول
(1)	منتظِر (انتظار کرنے والا)	منتظَر (جس کا انتظار کیا جائے)
		کبھی اے حقیقتِ منتظَر نظر آ لباسِ مجاز میں
(2)	مخاطِب (خطاب کرنے والا)	مخاطَب (جس سے خطاب کیا جائے)
(3)	منتخِب (انتخاب کرنے والا)	منتخَب (چیدہ)

7.12 مشتق صفات

اُردو کی اکثر صفات معنوی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ صفات کی وہ معنوی قسمیں جو اپنا قواعدی کردار ادا کرتی ہیں، بیان کی جا چکی ہیں (دیکھیے 3 و 2) لیکن اُردو کی اکثر صفات مشتق اور مرکب بھی ہوتی ہیں۔ یہاں اشتقاق کے پیشِ نظر صفت کی قسمیں بیان کی جائیں گی۔

(1) صفت مثبت (2) صفت منفی (3) صفت نسبتی (4) صفت عددی

[نوٹ :۔ مشتق صفات مثلاً صفت مثبت، صفت منفی اور صفت نسبتی میں صفت ذاتی کی مثالیں بھی ملیں گی، کیونکہ صفت ذاتی معنوی قسم ہے]

1۔ سابقے :۔

صفت مثبت میں مندرجہ ذیل سابقے پائے جاتے ہیں

(الف) ہندی الاصل :

(ایک) س/سُ سے — سپوت ، سلونا ، سُڈول (اُردو میں سَڈول)، سُگھڑ،

(دو) ک سے — کڈھب ، کپوت

(ب) فارسی دخیل الفاظ :

(ایک) با — باحیا ، باخدا ، بامروّت ، باادب

(دو) ہم — ہم عمر ، ہمعصر ، ہم نشیں

[نوٹ :۔ اگرچہ 'با' فارسی میں حرف جار ہے لیکن اُردو میں یہ صرف پابند صرفیے کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے باحیا وغیرہ کو مرکب کے بجائے مشتق قرار دینا زیادہ مناسب ہے]

(ج) عربی دخیل الفاظ :

(ایک) ذی (عربی زبان میں حرف زائد) — ذی اقتدار ، ذی ہوش ، ذوالجلال

2۔ صفت منفی میں مندرجۂ ذیل سابقے مستعمل ہیں :

(الف) ہندی الاصل

(الف) َ۔ ا — اَمر، اَمٹ
(دو) َ۔ ن — اَنجان، اَن پڑھ، اَنمیل
(تین) بِن — بِن جتی
(چار) نِ — نِڈر، نِکما، نِہتا
(پانچ) نِر — نِرمل

(ب) فارسی دخیل الفاظ:۔

(ایک) بے — بے ایمان، بے نیاز، بے سروسامان
(فارسی میں) بی — ہندی لفظ کے ساتھ: بے جوڑ
(دو) نا — نالایق، ناپاک، نادان
ہندی لفظ کے ساتھ نا سمجھ

(ج) مغرب عربی دخیل الفاظ:

(ایک) لا (عربی میں حرف جار) — لاحاصل، لاعلاج، لافانی
فارسی لفظ کے ساتھ: لاچار (ناچار بھی کہتے ہیں، لیکن اُردو میں لاچار بطور صفت اور ناچار بطور متعلق فعل مستعمل ہے۔
ہندی لفظ کے ساتھ: لاپتہ

(دو) غیر — غیر ضروری، غیر اہم
صفت مثبت و منفی میں لاحقے استعمال نہیں ہوتے

3۔ اُردو میں بناوٹ کے اعتبار سے صفت نسبتی کی دو قسمیں ہیں:
(1) اگر کسی تعلیقیے کی و․ سے صفت کی نسبت اسم سے ظاہر ہو تو اُسے بھی صفتِ نسبتی کہتے ہیں، اس تم کے صفتِ نسبتی میں بالعموم صفتِ ذاتی کا استعمال ہوتا ہے۔
(2) اگر صفت میں اس کی ہیئت کے ذریعے کسی مقام، قوم، یا شخص سے نسبت ہو تو اسے بھی صفتِ نسبتی کہتے ہیں۔

4۔ صفت نسبتی (1) میں مندرجۂ ذیل لاحقے مستعمل ہیں

(الف) ہندی الاصل:

(ایک) ــے را / ــے ری — خلیرا، ممیرا، چچیرا
اگر موصوف مؤنث ہو تو ــے ا ــی میں منصرف ہو جاتا ہے، جیسے خلیری بہن۔

(دو) ــی لا / ــی لی — پتھریلا، رسیلا
فارسی الفاظ کے ساتھ نشیلا، رنگیلا، زہریلا
اگر موصوف مؤنث ہو تو ــے ا ــی بن جاتا ہے، جیسے پتھریلی زمین نشیلی آنکھیں۔

(تین) ــے لا / ــے لی — ایک > اک + ــے لا = اکیلا > اکیلا
سَوت + ــے + لا = سَوتیلا اگر موصوف مؤنث ہو تو ــے ا ــی بن جاتا ہے۔ سوتیلی بہن، اکیلی جان

(چار) ــے ل — دودھیل

(پانچ) ہِ/را — سونا سے سنہری۔ سنہرا بھی

(چھ) ل — بوجھ + ل = بوجھل

(سات) لا — روپا سے روپہلا / روپہلی

(آٹھ) واں — گیہوں > گیہواں
استثنا:- پھسلواں (پھسل اسم نہیں ہے)

(نو) یالا — مٹیالا، کوڑیالا

(ب) فارسی دخیل الفاظ

(ایک) ــے انہ (نا) — سالانہ، مردانہ، ماہانہ
اگر موصوف مؤنث ہو تو مردانہ مردانی اور زنانہ کو زنانی بنا دیتے ہیں۔

(دو) ــی ن — نمکین، رنگین

(تین) فام — سفید فام، سیاہ فام

(گلفام بطور اسم بھی مستعمل ہے)

(چار) گوں — گلگوں

(پانچ) گیں/گین — غمگین

(چھ) مند — ہوشمند، صحت مند

(سات) ناک — غمناک، اندوہناک، دہشتناک

(ج) مفرس عربی

(ایک) ـــی (عربی میں اختتامیہ) — شمسی، قمری، انسانی، علمی

(دو) عربی تائے تانیث حذف کر کے ـــی کے اضافے کے ساتھ — حقیقت > حقیقی، طبیعت > طبیعی

(تین) ـــانی — جسمانی، روحانی، نورانی

نوٹ :۔ اردو میں بعض اسمائے فاعل بطور صفت اور بعض صفات بطور اسم فاعل مستعمل ہیں :

(الف) اسم فاعل بطور صفت — جھوٹا، میلا، بھوکا، اگر موصوف مؤنث ہو

(ایک) اسم فاعل کا لاحقہ ـــا استعمال کر کے — تو ـــا ـــی بن جاتا ہے

اردو میں جھوٹا اور بھوکا اسم فاعل کے طور پر بھی مستعمل ہیں۔

جھوٹے کو منہ لگاؤ

بھوکے کو کھانا کھلاؤ

(ب) اردو میں مندرجۂ ذیل صفات بطور اسم مستعمل ہیں۔

(ایک) ـــل/ـــیل — پائل (پا + ـــل = پائل، پایل بھی)

(دو) جا — بھتیجا (بھراتر + جا) لفظی معنی برادرزادہ

بھانجا (بھان (بہن + جا) لفظی معنی خواہرزادہ

مؤنث ہو تو بھتیجی، بھانجی

(تین) وا — پُروا۔ پچھوا (ہواؤں کے نام)

[پُروا کو پُروائی بھی کہتے ہیں]

2۔ اس صفت نسبتی میں جس سے کسی مقام، قوم یا شخص سے نسبت ظاہر ہو مندرجۂ ذیل لاحقے استعمال ہوتے ہیں۔

(الف) ہندی الاصل الفاظ

لاحقہ	مثالیں
(ایک) ۔ِی [یہ دراصل فارسی لاحقہ ہے]۔	دیہاتی، شہری، جنگلی، بہاری، مدراسی، پنجابی ـــ اگر اسم کے آخر میں ہ یا ۔ِی ہو تو بجائے ۔ِی کے وی لاتے ہیں، دہلوی، پونوی، کلکتوی۔
(دو) وال	دلی وال، اگروال، جیسوال
(تین) والا	دلّی والا، بمبئی والا بطور اسم بھی مستعمل ہیں
(چار) یا	بمبئی سے بمبیا
(پانچ) ۔ِی یا	پُوربیا (یہ اصل میں تھا پھر پوربیہ بنا۔ اُردو میں پوربیا اور اس سے پوربھیّا اور پھر صرف بھیّا (جیسے دودھ والا بھیّا) اہلِ پورب کے لیے مخصوص ہوگیا)

(ب) عربی دخیل الفاظ میں

لاحقہ	مثالیں
(ایک) ۔ِی	فاروقی، نعمانی، صدیقی اگر اسم کے آخر میں ہ یا ۔ِی تو ۔ِی کی کی جگہ وی استعمال ہوتا ہے: علیؔ > علوی، مصطفیٰ > مصطفوی، عیسیٰ > عیسوی، موسیٰ > موسوی۔ اُردو تلفظ میں علَوی = علُوی بن جاتا ہے

[نوٹ: لاحقہ ہ ا ۔ِی اسم بنانے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے:
عیسیٰ > عیسائی۔ مصطفیٰ > مصطفائی]

۱ـ (۱) صفت معنوی قسم ہے لیکن اپنی مخصوص بناوٹ بھی رکھتا ہے۔ معنوی قسم کا ذکر ہو چکا ہے (دیکھیے 263)

کچھ اردو ہندسے مرکب ہیں اور کچھ میں صرفیے پائے جاتے ہیں۔ اس لیے یہاں ان ہندسوں کا ذکر کیا جائے گا جو مشتق ہیں۔

اُردو کے اعداد معین پراکرت سے ماخوذ ہیں۔ دس کے بعد اعداد میں مندرجۂ ذیل تعلیقیے ملتے ہیں:۔

(الف) لاحقے :۔

(ایک) / ہ / چودہ، سولہ

(دو) / رہ / گیارہ، بارہ، تیرہ، پندرہ، سترہ، اٹھارہ

[نوٹ : اِن اِعداد میں صرفیہ / ہ / کی آواز خفیف ہے اور یہ گیارا، بارا.... کی طرح بھی ادا کیے جاتے ہیں]

(ب) سابقے :

ـُن (یہ اصل میں وسطیہ تھا)

اُنیس[19] (جو اصل میں ایک ـُن + بیس یعنی ایک کم بیس تھا)

اننتیس[29] (ایک + ـُن + تیس = ایک کم تیس)

اُنتالیس، انچاس (اُنچاس)، اُنسٹھ، اُنہتر، اُناسی۔

۴ـ (2) صفت عددی کی ایک قسم صفت ترتیبی ہے۔ جو موصوف کی ترتیب کا اظہار کرتی ہے جیسے پہلا دوسرا وغیرہ

اس میں مندرجۂ ذیل لاحقے پائے جاتے ہیں :

(الف) ہندی الاصل :

(ایک) ـا پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا، چھٹا

(موصوف مؤنث ہو تو ـا ـی بن جاتی ہے)

(دو) واں (بقیہ اعداد میں۔ بعض لوگ چھٹا کی جگہ

چھٹواں بھی کہتے ہیں)

[نوٹ : اگرچہ مندرجہ بالا اعداد ترتیبی میں ے ا اور واں اشتقاقی لاحقے ہیں
لیکن وہ تصریفی لاحقوں کی طرح منصرف بھی ہوتے ہیں، جیسے
پانچواں آدمی ، پانچویں آدمی نے پانچویں عورت، پانچویں عورت نے]

(تین) (اول) نوں — دو ، دونوں ۔ تین ے تینوں انہیں
اعدادِ استغراقی کہتے ہیں۔

(دوم) ے وں — چار سے لیکر دس تک اعدادِ استغراقی میں
ے وں استعمال کرتے ہیں۔
جیسے چاروں .... دسوں
اس کے بعد یہ لاحقہ استعمال نہیں ہوتا

(ب) فارسی دخیل الفاظ میں ؛

(ایک) ے م — یکم ، دوم ، سوم ، چہارم ، چہلم

4۔ (3) وہ اعداد جن میں کوئی مادہ مشترک ہو ان سے اعدادِ اضافی کہتے ہیں۔ ان میں مندرجہ
ذیل لاحقے استعمال ہوتے ہیں۔

(الف) ہندی الاصل الفاظ

(ایک) گنا — دگنا ، تگنا ، چوگنا
گنا آزاد صرفیے کے طور پر بھی مستعمل ہے)

(دو) ہرا — اکہرا ، دہرا ، تہرا

(ب) فارسی دخیل الفاظ

(ایک) چند — دوچند ، سہ چند ، دہ چند

4۔ (4) ایک سے کم عدد ہو تو اسے ظاہر کرنے والا عدد کسری کہلاتا ہے ۔ اس میں

(ایک) ے ا ے ی — تہائی ($\frac{3}{4}$) ، چوتھائی ($\frac{1}{4}$)

7.13 تانیث کے اشتقاقی صرفیے

اردو میں جنس اور مقدار دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے اردو میں تعداد کے
صرفیے تصریفی اور تانیث کے اشتقاقی ہیں۔ اردو کے اکثر اسما اپنی ساخت سے اپنی جنس کا اظہار

کرتے ہیں۔ ہم جنس مذکر کو اساس سمجھ کر مؤنث کو اشتقاق کے عمل سے گزرا ہوا فرض کرتے ہیں
ذیل میں تانیث کے اشتقاقی لاحقے درج کر رہے ہیں۔

(الف) ہندی الاصل

(ایک) ے ا، ے ی : اگر مذکر اسما کے آخر میں ے ا ہو تو اسے حذف کر کے اس کی جگہ ے ی
لاحقہ استعمال کرنے سے مؤنث اسما مشتق ہوتے ہیں لڑکا، لڑکی؛
گھوڑا، گھوڑی۔

چونکہ اُردو میں مکتوبی ہائے مختفی کا تلفظ /ے ا/ ہے
اس لیے مندرجۂ ذیل فارسی اسما بھی تانیث کے لیے
اسی اشتقاقی عمل سے گزرتے ہیں جیسے: بندہ، بندی؛
شہزادہ، شہزادی؛ حرام زادہ، حرام زادی

فارسی دخیل الفاظ میں:

(دو) ے انی — مہتر، مہترانی؛ شیخ، شیخانی

(تین) ے ا ے ن — چودھری، چودھر + ے ائن، چودھرائن
عربی لفظ میں: منشیائن

(چار) ے ی — ہرن، ہرنی؛ برہمن، برہمنی۔

(پانچ) ے ن — ناگ، ناگن (اردو تلفظ ناگن)
بنیا، بنیا + ے ن = بنیائن

(چھ) ن — آخری مصوتہ حذف کر کے ن کے اضافے سے
کنجڑا، کنجڑن؛ دھوبی، دھوبن
جوگی، جوگن؛ بھنگی، بھنگن

(سات) نی — اونٹ، اونٹنی۔
عربی فارسی الفاظ کے ساتھ: شیرنی، فقیرنی، ملانی

(آٹھ) یا — بندریا، چوہیا (چھوٹے چوہے کو بھی بطور اسم تصغیر کہتے ہیں

(نو) یا — لفظ میں صوتی تغیر کے بعد لاحقے کے اضافے سے
(دیکھ) طویل مصوتہ خفیف ہو جاتا ہے

دولہا ، دُلہن ؛ ہاتھی ، ہتھنی ۔

(دوم) کُتّا ، کُتیا ، سیّد ، سیدانی

(سوم) مصوتوں میں تقلیب کا عمل ہوتا ہے ماموں ، موما+نی = ممانی

(چہارم) آخری مصوتہ حذف کر کے استاد ، استا+نی

(ب) فارسی لاحقے :

(ایک) م (یہ اصل میں ترکی لاحقۂ تانیث ہے جو فارسی سے ہوتا ہوا اُردو میں آیا ہے ۔ بیگ ، بیگم (اُردو تلفظ بیگم)
خان ، خانم (اُردو تلفظ خانم)

(ج) عربی کا اختتامیۂ تانیث ۃ اُردو میں ہ بن جاتا ہے اسے تائے موقوف سے لکھتے ہیں :

صاحب ، صاحبہ ، ملک ، ملکہ

مصنّف ، مصنفہ

خال (اُردو خالو) خالہ

اسی قیاس پر فارسی الفاظ کے ساتھ بھی یہ اختتامیۂ تانیث بڑھا دیتے ہیں :

اداکار ، اداکارہ

اُردو میں بعض اسمائے خاص بھی اپنی بناوٹ سے تانیث کا اظہار کرتے ہیں ان میں مندرجۂ ذیل لاحقے استعمال ہوتے ہیں :

(ایک) ــی محمد ، محمدی (بیگم) ؛ احمد ، احمدی بیگم

(دو) ــن رحیمن ، نصیبن ، کریمن ، نورن ، امامن ۔

(تین) ــو و کو ــے و میں تبدیل کرنے سے رامُو (وائے معروف) مرد کا نام
رامو (وائے مجہول) عورت کا نام

7.14 اسم و صفت سے فعل کا اشتقاق

اُردو میں چند اسما و صفات میں فعلی لاحقوں کے اضافے سے فعل بنا لیے جاتے

(۱) اگر کسی لفظ میں ایک مصمتہ متصل شکل میں آئے تو تحریر میں اُسے علامتِ تشدید (ّ) سے ظاہر کرتے ہیں اور لفظ کہلاتا ہے اگر ایک مصمتہ کم ہو جائے تو اسے تسہیل کہتے ہیں ۔

ہیں، یہ اصطلاح میں ٥ افعال مسمّی کہلاتے ہیں۔

(1) تسہیل کے بعد پتھر سے پتھرا (نا)، پکڑ سے؛ پکڑا (نا)

(2) اسم یا صفت کے رکن اوّل میں طویل مصوتہ ہو تو اس کی جگہ خفیف مصوتہ استعمال کر کے

لالچ سے للچا (نا)، ٹھوکر سے ٹھکرا (نا) ہاتھ ہتھیا (نا)

ساٹھ سے سٹھیا (نا)، جوتہ سے جُتیا (نا)

(3) مفرس عربی حاصل مصدر کو فعلی مادہ قرار دے کر اس میں فعلی لاحقے جوڑنے سے

بدل سے (بدل (نا)؛ قبول سے قبول (نا) بحث سے بحث (نا)

(4) سے ا کے اضافے سے

کفن، کفنا (نا) دفن، دفنا (نا)

(5) چند فارسی اسماء و صفات کے ساتھ فعلی لاحقے جوڑنے سے

داغ، داغ (نا)؛ گرم، گرما (نا)

شرم، شرما (نا)

فارسی حاصل مصدر خرید سے خرید (نا)

فارسی امر 'آزما' (آزمودن) سے آزما (نا)

" تراش (تراشیدن) سے تراش (نا)

5: تعدیہ

اردو کے اکثر فعل متعدی فعل لازم سے مشتق ہوتے ہیں، اشتقاق کا وہ عمل جس کے ذریعے فعل لازم فعل متعدی میں تبدیل ہوتے ہیں یا فعل متعدی سے مزید فعل متعدی بنایا جائے تو اُسے 'تعدیہ' کہتے ہیں۔ اگر فعل لازم سے متعدی بنے تو اسے متعدی بالواسطہ کہتے ہیں۔

متعدی بالواسطہ کے لیے اردو میں مندرجۂ ذیل لاحقے کام میں لائے جاتے ہیں:

(1) فعلی مادے میں سے ا کے اضافے سے — گر، — گرا؛ — چل، — چلا — اُٹھ، — اُٹھا

(2) دو رکنی فعلی مادے میں — پگھل، — پگھلا؛ — پکڑ، — پکڑا

ـے اکے اضافے سے — سمجھ > سمجھا۔

[نوٹ : اس عمل میں آخری رُکن کا خفیف مصوتہ /ـِ/ حذف ہوجاتا ہے]

(3) یک رکنی فعلی مادّے میں طویل مصوتہ — جیت > ـ جتا
ہو تو ـے اکے اضافے سے یہ طویل مصوتہ — جاگ > ـ جگا
خفیف ہوجاتا ہے۔ — بیٹھ > ـ بٹھا

(4) اگر فعلی مادّے میں خفیف مصوتہ — مر > مار
ہو تو اُسے طویل کر کے۔ اس عمل — ٹل > ٹال
کو 'اشباع' کہتے ہیں۔ — چر > ـ چیر
— کھنچ > ـ کھینچ

استثنا : بعض الفاظ میں خفیف /ـُ/ ـے و اور /ـِ/ ـے /میں تبدیل ہوتے ہیں جیسے :

ـ کھُل > ـ کھول ، مڑ > ـ موڑ ـ پھر > ـ پھیر

(5) اگر فعلی مادّے میں آخری مصمتہ ( ) ـے اکے اضافے سے ـ پھٹ > پھاڑ
/ٹ/ ہو تو /ڑ/ میں بدلتا ہے ( ) ـُ و کے ـے و میں بدلنے سے۔
ـ پھوٹ > ـ پھوڑ
( ) ابتدائی ٹ کے ت میں بدلنے اور
ـُ و کے ـے و میں بدلنے سے
ـ ٹوٹ > ـ توڑ

(6) اگر فعلی مادے کے آخر میں طویل — رو > ـ رُلا
مصوتہ ہو تو یہ خفیف ہوجاتا ہے اور — جی > ـ جلا
ـے اکی جگہ 'لا' استعمال کرتے ہیں۔ استثنا : ـ بیٹھ > ـ بٹھلا یا ـ بٹھا

اگر فعل متعدی سے بذریعہ اشتقاق مزید متعدی فعل بنے تو ایسے افعال 'متعدی المتعدی' یا 'متعدی بیک واسطہ' کہلاتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے فعلی مادّے میں 'ـے ا' یا 'لا' استعمال ہوتے ہیں۔

(1) ـے ا کے اضافے سے : — کر > ـ کرا ـ سن > ـ سُنا

اگر فعلی مادّے میں آخری مصمتے سے قبل طویل مصوتہ ہو تو
اس کی جگہ خفیف مصوتہ استعمال کرتے ہیں۔

ــ دیکھ > ــ دکھا

ــ کھیل > ــ کھلا

(2) لا کے اضافے سے
اگر فعلی مادّے کے آخر میں طویل مصوتہ ہو
تو اس کی جگہ خفیف مصوتہ استعمال ہوتا ہے۔

ــ دے > دِلا ؛ ــ دھو > دُھلا

استثنا : کھا > ــ کِھلا (بجائے کھُلا)

اُردو میں کچھ متعدی افعال ایسے ہیں جو ایسے عمل کی نمائندگی کرتے ہیں جو اپنے وقوع کے لیے متکلم نہیں بلکہ کسی اور (عامل) کا محتاج ہو۔ اگر متعدی فعل سے اس طرح کے افعال مشتق کیے جائیں تو انھیں 'متعدی بالواسطہ' یا متعدی بہ دو واسطہ' کہتے ہیں۔ اس عمل میں متعدی فعل کے مادے میں لاحقہ 'وا' استعمال کرتے ہیں اور اگر فعلی مادّے میں آخری مصمتے سے قبل طویل مصوتہ ہو تو اس کی جگہ خفیف مصوتہ استعمال ہوتا ہے، جیسے :

ــ اُٹھا > ــ اُٹھوا ــ تول > ــ تُلوا ــ دلا > دِلوا

اُردو میں اکثر متعدی المتعدی افعال کی دو دو شکلیں مستعمل ہیں۔ ان کا انتخاب اختیاری ہے، جیسے :

(1) ــ سِکھا / ــ سِکھلا

(2) ــ بٹھا / ــ بٹھلا

( ) ــ دکھا / ــ دکھلا

لیکن بعض افعال میں یہ متبادل شکلیں مخصوص سیاق و سباق ہی میں استعمال ہوتی ہیں جیسے تُڑ(نا) کا متبادل تُڑا(نا) ہے لیکن یہ صرف رسی تُڑانا (نا) تک ہی محدود ہے۔

7.16 (ب) مرکبات

مرکب مشتق اور ترکیب کا باہمی فرق

اِس باب میں اب تک ایسے الفاظ کا تجزیہ کیا گیا ہے جو داخلی یا خارجی اشتقاق کے ذریعے نئے نئے الفاظ میں ڈھلتے ہیں۔ ان میں یا تو فعلی مادّے کے اندر مخصوص صرفیوں

کی وجہ سے تبدیلیاں ہوتی ہیں یا کسی آزاد صرفیے میں تعلیقیے کے استعمال سے نئے نئے الفاظ بنتے ہیں یا الفاظ دیگر مشتق ہوتے ہیں۔

لیکن لفظ سازی کا ایک اور طریقہ بھی ہے جو ہند یورپی خاندان السنہ کی خصوصیت ہے۔ اس طریقے میں دو یا دو سے زائد آزاد صرفیوں کی مدد سے نئے نئے الفاظ بنتے ہیں انھیں اصطلاح میں 'مرکب' کہتے ہیں۔ مرکب دو یا دو سے زائد آزاد صرفیوں پر مشتمل ہوتا ہے جن میں ہر آزاد صرفیہ اس مرکب کا 'عضو' کہلاتا ہے، مثلاً 'ڈاک گھر'، 'بیل گاڑی'، 'ہاتھی دانت' 'جل پری'، وغیرہ۔ یہ مرکبات ہیں اور ہر مرکب میں دو دو 'اعضا' ہیں۔

یہ الفاظ مشتقات سے مختلف ہیں جن میں پابند صرفیوں کا استعمال ہوتا ہے مشتق اور مرکب میں وہی فرق ہے جو پیچیدہ جملے میں ایک فقرہ خاص اور دوسرے فقرے اس کے تابع ہوتے ہیں۔ اسی طرح مشتق میں ایک آزاد صرفیے کے ساتھ ایک یا ایک سے زائد پابند صرفیے متصل ہوتے ہیں اور اپنا آزادانہ اور مستقل وجود نہیں رکھتے اور جس طرح مرکب جملے میں دو یا دو سے زائد فقرے ایک دوسرے سے معنوی سطح پر مربوط ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے آزاد بھی ہوتے ہیں اور آزادانہ ماحول میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہیں اسی طرح 'مرکب' کے اعضا بھی ایک دوسرے سے آزاد ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں جیم میم کا رشتہ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ اعضا مل کر ایک ہی خیال، تصور یا چیز کی نمائندگی کرتے ہیں۔

جہاں تک مشتقات کا تعلق ہے وہ پابند صرفیوں کے باعث بآسانی شناخت کیے جاسکتے ہیں اور انھیں مرکبات سے ممتاز کیا جا سکتا ہے، لیکن مرکب اور 'ترکیب' میں امتیاز کرنا اسی قدر آسان نہیں کیونکہ دونوں ایک سے زائد آزاد صرفیوں پر مشتمل ہوتے ہیں اور دونوں جیم میم ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ مجموعۂ الفاظ دیکھیے:

(1) اچھا آدمی، بُری بات

(2) ڈاک گھر، ہاتھی دانت

الفاظ کے اِن مجموعوں میں دو الفاظ پہلو بہ پہلو استعمال ہوئے ہیں دونوں ایک خیال یا چیز کی نمائندگی کرتے ہیں۔ لیکن ہم پہلے قسم کے مجموعہ الفاظ کو ترکیب اور دوسرے قسم کے مجموعۂ الفاظ کو مرکب اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ اول الذکر میں صفت اور اسم ایک ساتھ آئے ہیں اور ثانی الذکر میں دونوں اسم ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اُردو میں بالعموم اسمی ترکیب

میں دو اسم پہلو بہ پہلو نہیں آتے بلکہ اکثر اوقات اسم سے قبل صفت کا استعمال ہوتا ہے اس لیے ہم 'اچھا آدمی' اور 'ڈاک گھر' میں فوراً تمیز کرلیں گے کہ 'اچھا آدمی' ترکیب ہے اور 'ڈاک گھر' مرکب۔

لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ ہر وقت اسمی ترکیب میں لازمی طور پر اسم سے قبل صفت آئے؟ نہیں۔ اردو کچھ اسم + اسم کی ترکیبیں بھی ملتی ہیں جن میں پہلا اسم صفت کا کام دیتا ہے جیسے "مسلم لیڈر" خاتون افسانہ نگار، انگریز دوست۔ اب سوال یہ ہے کہ انہیں ترکیب سمجھا جائے یا مرکب؟ سوال بڑا ٹیڑھا ہے اور اس کے جواب میں اختلاف رائے کی گنجائش نکلتی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ طے کرنے سے پہلے کہ 'مسلم لیڈر' اور 'خاتون افسانہ نگار' جیسے مجموعہ الفاظ کو ترکیب یا مرکب قرار دینے سے پہلے یہ طے کرنا ہوگا کہ ان الفاظ کا باہمی رشتہ کیا ہے؟ اگر پہلا اسم صفت کا وظیفہ انجام دے رہا ہے تو اسے ترکیب سمجھنا ہی مناسب ہوگا۔ ہم جانتے ہیں کہ اردو میں صفت دو طرح سے استعمال ہوتی ہے ایک تو موصوف کے ساتھ اور دوسرے خبر کے طور پر جسے صفت ذاتی اور صفت خبری کہہ کر ممتاز کیا جاتا ہے، جس طرح صفتِ ذاتی کو صفت خبری میں منتقل کیا جا سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی 'اسم' خبر کے طور پر بھی استعمال ہو سکے تو ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں اسم صفت کا وظیفہ انجام دے رہا ہے، ہم مجموعۂ الفاظ مسلم لیڈر، خاتون افسانہ نگار اور ہندو شاعر کو جملے میں خبر کی جگہ لا سکتے ہیں۔

مسلم لیڈر > فلاں لیڈر مسلم ہے۔

خاتون افسانہ نگار > عصمت چغتائی خاتون افسانہ نگار ہیں۔

انگریز دوست > میرا دوست انگریز ہے

لیکن بیل گاڑی، ڈاک گھر، جل پری کو ہم جملے میں اس طرح استعمال نہیں کر سکتے۔

* گاڑی بیل ہے۔ * گھر ڈاک ہے۔ * پری جل ہے۔ اردو میں بے معنی جملے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ اسمی ترکیب یا ایسپرسن کی اصطلاح میں 'اتصالیہ'، معنوی اکائی ہے اور مرکب بھی انہی معنوں میں 'اتصالیہ' ہے لیکن اسمی ترکیب مربوطیہ میں ڈھل سکتی ہے لیکن ہر مرکب مربوطیہ میں ڈھل نہیں سکتا۔ کیونکہ مرکب میں بالعموم جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ان کے درمیان مرکب بننے سے پہلے کوئی گہرا معنوی رشتہ نہیں ہوتا جتنا ترکیب میں

ہوتا ہے، اس لیے بیل گاڑی، ہاتھی دانت، جل پری، ڈاک گھر وغیرہ تو مرکبات ہیں لیکن ہندو شاعر، انگریز دوست، فلسفی نقاد وغیرہ ترکیبیں ہیں۔

لیکن اُردو مرکبات صرف اسم + اسم پر مشتمل نہیں ہوتے بلکہ ان کا پہلا عضو اسی طرح صفت ہوتا ہے جیسے اسمی ترکیب میں۔ وہاں بظاہر ترکیب اور مرکب میں امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے، جیسے 'کالا پانی'، سفید ہاتھی، کالا بازار۔ اِن کا مقابلہ 'نیلا پانی'، 'بڑا ہاتھی' اور 'اچھا آدمی' سے کیجیے۔ لیکن جب ہم غور سے ان مجموعۂ الفاظ کا تجزیہ کریں تو ہم کو ترکیب اور مرکب میں فرق نظر آئے گا۔ جب ہم کہتے ہیں 'اچھا آدمی' 'بڑا آدمی'، چھوٹا آدمی'، برا آدمی تو ہم جانتے ہیں کہ یہ ترکیبیں ہیں۔ 'اچھا' ایک ایسی صفت ہے جس کی جگہ کوئی اور صفت بھی آسکتی ہے لیکن 'کالا بازار' میں بازار کے ساتھ 'سفید'، سبز، سُرخ جیسی صفات نہیں آسکتیں، کیونکہ 'کالا بازار' مخصوص سیاق وسباق میں استعمال ہوتا ہے اور مخصوص معنی کا حامل ہے۔ یہ صحیح ہے کہ 'کالا پانی' ترکیب بھی ہوسکتا ہے اور مرکب بھی۔ کالا صفت ہے اور پانی موصوف، پانی مختلف رنگ کا ہوسکتا ہے کالا، لال، ہرا، پیلا اس لیے کالا پانی کو اسمی ترکیب سمجھا جاسکتا ہے جس میں 'پانی، راس ہے'، پانی کے رنگ کے حوالے سے کسی مخصوص سیاق وسباق میں پانی کیسا ہے؟ کا جواب دیا جاسکتا ہے، کہ پانی کالا ہے لیکن 'کالا پانی' اُردو میں ایک مخصوص معنی کا حامل بھی ہے، جیسے 'سزا بعبور دریائے شور' بھی کہتے ہیں اور عمر قید کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا تھا۔ اِس لیے ان معنوں میں یہ ترکیب نہیں بلکہ مرکب ہے۔ اسی طرح سیہ مرچ، 'کالا آدمی (صرف اِن معنوں میں جن میں انگریز ہندوستانیوں کے لیے یہ مجموعہ الفاظ استعمال کرتے تھے) کالا بازار سبھی مرکبات ہیں ترکیبیں نہیں۔ لیکن بعض صورتوں میں ترکیب اور مرکب میں ہئیتی فرق بھی پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں اِن دونوں میں امتیاز کرنا آسان ہے۔ اُردو میں ایسے مرکبات بھی مستعمل ہیں جن کے کسی ایک عضو میں صوتی تغیر بھی واقع ہوتا ہے، دونوں کے درمیان اِدغام کا عمل ہوتا ہے، مثلاً پن چکی، ہتھکڑی، تھڑدِلا، وغیرہ انہیں ترکیب سے با آسانی ممتاز کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ترکیب میں حرفِ اضافی کا — کی — کے، کا استعمال ہوسکتا ہے لیکن مرکب میں نہیں، اگر ہم مرکب 'بیل گاڑی' کو 'بیل کی گاڑی' کہیں تو یہ ترکیب بن جائے گی البتہ مرکب کسی کلاں تر اسمی ترکیب میں شمولی حیثیت سے آسکتا ہے جیسے 'بیل گاڑی کا ...

رکالے پانی کی سزا، اِن ترکیبوں میں حرف اضافی مرکب کے بعد استعمال ہوا ہے اس کے درمیان نہیں۔

17 • 7 اُردو مرکبات کی قسمیں

اردو مرکباب کا تجزیہ مختلف زاویوں سے کیا جا سکتا ہے۔ اُردو مرکبات کی قسمیں اُردو نحو کے پیش نظر بھی کی جا سکتی ہیں، مثلاً اُردو اسمی ترکیب میں صفت اسم سے قبل آتی ہے۔ یہ اُردو کی نحوی خصوصیت ہے، اس لیے ہم اچھا آدمی، لمبا آدمی، کو نحوی اسمی ترکیب کہہ سکتے ہیں، اسی طرح اُردو مرکبات کو ۵ نحوی اور ۵ خلاف نحوی مرکبات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، وہ تمام مرکبات جن میں صفت پہلے اور اسم بعد میں آئے یا ان میں صفت اور موصوف کا رشتہ ہو نحوی مرکبات کہلائیں گے۔ مثلاً کالا پانی، لال جھنڈی، سفید ہاتھی وغیرہ نحوی مرکبات ہیں لیکن بیل گاڑی، ہاتھی دانت، جل پری، ڈاک گھر وغیرہ خلاف نحوی مرکبات ہیں، کیونکہ اسمی ترکیب میں کوئی بھی دو اسم ساتھ نہیں آتے اور جب بھی آتے ہیں تو پہلا اسم صفت اور دوسرا موصوف ہوتا ہے۔ بعض مرتبہ اسمی ترکیبوں سے ملتے جلتے مرکبات میں کوئی صرفیہ بھی شامل ہو جاتا ہے یا ان میں سے کسی عضو میں صوتی تغیر واقع ہوتا ہے تو ایسے نیم نحوی مرکبات کہلاتے ہیں مثلاً لم ٹنگو، کیوں کہ اس کی متوازی ترکیب 'لمبی ٹانگ'، میں مل جاتی ہے۔

اُردو مرکبات کی تقسیم بناوٹ کے اعتبار سے بھی ہو سکتی ہے۔ جس طرح اگر کوئی ترکیب ایک ہی نوعیت کے اجزائے کلام پر مشتمل ہوتی ہے تو ہم اسے داخل مرکزی کہتے ہیں، اسی طرح کالا پانی، جو اسم اور صفت پر مشتمل ہے داخل مرکزی مرکب کہلائے گا۔ لیکن آنکھوں دیکھا کانوں سنا، ایسی ترکیبیں ہیں جن میں آنکھوں اور کانوں اسم ہیں اور دیکھا اور سنا فعل۔ اس لیے یہ ترکیبیں بیرون مرکزی کہلاتی ہیں۔ بالکل اسی طرح 'دل پھینک'، 'قلم تراش'، دل لگی، جان توڑ، کمر توڑ، گردن توڑ وغیرہ بیرون مرکزی مرکبات ہیں۔

سنسکرت قواعد نویسوں نے مرکبات میں اعضا کے باہمی رشتوں کی بنیاد پر مرکبات کو تقسیم کیا ہے۔ اگر ان اعضا میں اضافت کا رشتہ ہو تو ایسے مرکبات 'تت پرش' کہلاتے ہیں مثلاً ہاتھی دانت، بجلی گھر، جل پری وغیرہ میں اضافت کا رشتہ ہے اور ان کی متوازی ترکیبیں ہیں 'ہاتھی کا دانت'، 'بجلی کا گھر'، 'جل پری' وغیرہ۔ اِن ترکیبوں میں اور ان ترکیبوں کی طرح

مذکورہ بالا مرکبات میں عضو ثانی مضاف کی حیثیت سے معنوی طور پر اسم ہیں۔ اردو میں انھیں 'مرکبات، اضافی' کہا جا سکتا ہے۔ چونکہ اس نمونے کے مرکبات میں عضو ثانی معنوی اعتبار سے افضل ہوتا ہے اس لیے انھیں 'عضو ثانی افضل مرکبات' بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ خلاف نحوی مرکبات ہیں۔ چونکہ یہ مرکبات اسم + اسم = اسم ہیں اس لیے انہیں اسمی مرکبات بھی کہتے ہیں۔

لیکن تمام اسمی مرکبات مرکب اضافی نہیں ہوتے اور نہ ان کے اعضائے ثانی معنوی اعتبار سے افضل ہوتے ہیں کیونکہ اردو میں ایسے اسمی مرکبات بھی مستعمل ہیں جن کے اعضا معنوی اعتبار سے متجانس ہوتے ہیں خواہ ان کے درمیان تضاد کا رشتہ ہی کیوں نہ ہو سنسکرت قواعد نویس انھیں دوندو سماس کہتے ہیں۔ ان کے درمیان صرف عطف کا رشتہ ہوتا ہے۔ اُردو میں ہم انھیں مرکبات عطفی یا ہم پایہ مرکبات، کہہ سکتے ہیں ان کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

(1) وہ مرکبات جن کے اعضا متجانس اشیا پر دلالت کرتے ہیں اور ان کے درمیان مضاف۔ مضاف الیہ کا رشتہ نہیں ہوتا جیسے مرہم پٹی، دانہ پانی، دال، روٹی ماں باپ، میاں بیوی، تانا بانا، دن رات، رات دن [ان کی متوازی ترکیبیں ہیں دانہ اور پانی ماں اور باپ وغیرہ]

(2) وہ مرکبات جن کے دونوں اعضا مترادف ہوتے ہیں جیسے:

(ایک) دوست آشنا، سیر تماشا، کپڑا لتا، رانڈ، بیوہ، گلی کوچہ، پیار محبت۔

(دو) اس نمونے کے بعض مرکبات کے دوسرے عضو میں پہلے عضو کی عربی جمع مکسر ہوتی ہے جیسے:

خیر خیرات، امیر امرا، غریب غربا، خط خطوط، حال احوال۔

(تین) اس نمونے کے مرکبات ہم معنی حاصل مصدر پر بھی مشتمل ہوتے ہیں، جیسے دیکھ بھال، بول چال، چھان بین، جوڑ، توڑ، مول تول۔ کہا سُنا۔

(چار) کبھی عضو اول تابع مہمل ہوتا ہے، کبھی عضو ثانی۔

عضو اوّل: اڑوس پڑوس، ادل، بدل، اَن بن۔

عضو ثانی: چہرہ مہرہ، بچے کچے، کونا کھدرا، بات چیت

(3) شہروں کے نام بھی دو ہم مرتبہ اعضا پر مشتمل ہوتے ہیں، لیکن یہ مرکبات عطفی نہیں ہیں: سری نگر، اورنگ آباد، علی گڑھ۔

چونکہ ان مرکبات سے جگہ کا اظہار ہوتا ہے اس لیے انھیں مرکب ظرفی بھی کہتے ہیں۔ ایسے مرکبات اسمائے مکان کی ذیل میں آتے ہیں (مشتق اسمائے مکان کا ذکر ملاحظہ کیجیے (6، 7)

وہ تمام مرکبات جن کے آخر میں 'خانہ' ہو جیسے کتب خانہ، پاگل خانہ، باورچی خانہ وغیرہ بھی ہم رتبہ یا امتزاجی مرکبات ہیں لیکن انھیں مرکب عطفی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اُردو میں ایسے فارسی مرکبات کثرت سے استعمال ہوتے ہیں جن کا پہلا عضو اسم اور دوسرا امر ہوتا ہے اور پورا مرکب اسم فاعل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ امر کو وحیدالدین سلیم نے وضع اصطلاحات میں غلطی سے لاحقہ کہا ہے[1] حالانکہ لاحقہ پابند صرفیہ ہوتا ہے جو اکثر صورتوں میں مجہول الاصل بھی ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف ان مرکبات کے اعضائے ثانی 'امر' ہوتے ہیں جو فعل کی ہیئت میں گردانے جاتے ہیں۔ لاحقے اور امر کا لطیف فرق سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل جوڑے ملاحظہ ہوں:

(1) گلدان — ریاضی دان (2) رودبار — گہر بار

'گلدان' اور 'رودبار' میں 'دان' اور 'بار' لاحقے ہیں۔ ان کی اصل کا ہمیں علم نہیں، یہ آزاد صرفیوں کے طور پر استعمال نہیں ہوتے۔ ہمیں ان کے لغوی معنی بھی معلوم نہیں، ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ ان سے ظرفیت کا مفہوم نکلتا ہے۔ اس کے برخلاف ریاضی دان اور گہر بار میں 'دان' اور 'بار' کے معنی ہمیں معلوم ہیں۔ دان دانستن کا اور بار باریدن کا امر ہے۔ یہ فعل کی حیثیت سے مضارع اور حال میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس لیے انھیں لاحقہ قرار دینا کسی طرح مناسب نہیں۔ ریاضی داں اور گہر بار اسم فاعل ہیں اور ایسے مرکبات جن میں مزید صرفیے بڑھا کر ان سے نئے الفاظ مشتق کر سکتے ہیں جیسے ریاضی دانی، گہر باری۔ لیکن گلدان اور رودبار مشتقات ہیں اور اسم کی حیثیت سے مستعمل ہیں اور ان میں مزید اشتقاقی صرفیہ جوڑا نہیں جاتا۔ اردو میں اسم + امر = اسم فاعل جیسے صدہا مرکبات مستعمل ہیں۔ یہ مرکبات بیرون مرکزی ہیں کیونکہ یہ غیر متجانس اجزائے کلام پر مشتمل

---

(1) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مضمون 'وضع اصطلاحات کی چند نادرست لسانی اصطلاحیں' ...

ہیں اور ان سے جو اسم بنتا ہے وہ اسم فاعل ہے جبکہ ہر اسم اسم فاعل نہیں ہوتا۔ یہاں ہم صرف ایک ایک امر پر مشتمل مرکبات کی مثالیں درج کرتے ہیں :

کبوتر باز، نور باف، بھالا بردار، بت پرست، سنگتراش، قصہ خواں، حلال خور، ٹھیکے دار، فلسفہ داں، جہازراں، سبزی فروش، کاشت کار، کندلاکش، کارکن، گورکن، سوانح نگار، نقل نویس، مُردہ شو وغیرہ۔

ہندی الاصل اعضا پر مشتمل اس طرح کے اسم فاعل کی کچھ مثالیں مل جاتی ہیں۔

چڑی مار، بٹ مار، گھاس کھودو، جیب کترا، قبر کھودو وغیرہ۔

7.18 اصولی طور پر مرکب میں دونوں اعضا آزاد صرفیے ہوتے ہیں، لیکن بعض اردو مرکبات کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سے ایک عضو صوتی تغیر سے گزرا ہوا ہوتا ہے اور اپنی اصل شکل قائم نہیں رکھتا۔ چونکہ یہ الفاظ بآسانی شناخت کیے جا سکتے ہیں اس لیے یہ آزاد صرفیے کا حکم رکھتے ہیں۔ اس نمونے کے مرکبات میں مندرجہ ذیل صوتی تغیرات پائے جاتے ہیں۔

(1) عضو اول کے آخری مصمتے سے قبل آنے والے طویل مصوتے کی جگہ خفیف مصوتہ ہوتا ہے، جیسے :

ہاتھ سے : ہتھکڑی ؛ کاٹھ سے کٹھ پتلی ؛ گال سے : گل تکیہ

(2) اگر عضو اول کے آخر میں طویل مصوتہ ہو تو اس کی جگہ خفیف مصوتہ آتا ہے جیسے:

دُوپٹہ : دُپٹہ (املا دوپٹہ) یا یہ طویل مصوتہ گر جاتا ہے، جیسے کالی سے : کال کوٹھری۔

(3) اگر عضو اول کا آخری مصوتہ گر جائے تو اس کے رکن اول میں پایا جانے والا طویل مصوتہ خفیف مصوتہ بن جاتا ہے جیسے :

پانی ، پان ، پن + چکی = پن چکی

گھوڑا ، گھوڑ ، گھڑ + دوڑ = گھڑ دوڑ

لاٹھی ، لاٹھ ، لٹھ + مار = لٹھ مار

آدھا ، آدھ ، ادھ + آنا = ادھنا

(4) بعض مرکبات میں عضو اول کے آخری مصمتے سے قبل والا طویل مصوتہ بدل کر خفیف مصوتہ ہو جاتا ہے اور عضو ثانی میں اسم فاعل کا صرفیہ ا بڑھا دیا جاتا ہے۔

کل منہا ، کل جیبھا ، ٹھوڑ ڈلا ، نک توڑا ، بڑ بھا ، کن میلیا ، چر کٹا۔

(5) کچھ مرکبات میں دونوں اعضا کے درمیان وسطیہ دم / یا =ا آتا ہے، جیسے ،
مُجو تم پیزار ، گتھم گتھا ، ٹال مٹول (جو اصل میں ٹالم ٹول تھا) پورم پور۔
لبالب (لب + =ا + لب) ! ۔ برابر، سراسر، غٹاغٹ ، رنگارنگ ، جوانامرگ
استاخیز ، گرماگرم۔

(6) بعض مرکبات میں عضو ثانی کا پہلا مصمتہ یا رکن گر جاتا ہے اور عضو اول کا آخری مصمتہ عضو ثانی کے مصمتے میں مدغم ہو جاتا ہے، جیسے :

رس + چاول ، رس + =اول = رساول
گڑ + تمباکو ، گڑ + =اکو = گڑاکو
پشت + پارہ ، پشت + =ارہ = پشتارہ
انگ پوچھا ، انگ + = وچھا = انگوچھا

(7) کبھی عضو اول کے آخری مصمتے سے قبل والا طویل مصوتہ خفیف مصوتہ بن جاتا ہے اور عضو ثانی کا پہلا رکن گر جاتا ہے، جیسے :

گال + پھیپھڑا ، گل + پھڑا = گلپھڑا
پھول + تیل ، پُھل + = ےل = پھلیل
نیب + گولی ، نب + = ولی = نبولی

(8) اگر عضو اوّل میں ہکار مصمتہ ہو تو اس میں تقلیب کا عمل ہوتا ہے یعنی ہکار غیر ہکار اور غیر ہکار ہکار ہو جاتا ہے اور پھر نمبر ( ) کا تغیر ہوتا ہے۔
کاٹھ + پاؤں ، کٹھ پاؤں ، کھٹ پاؤں ، کھڑپاؤں ، کھڑ + = اؤں = کھڑاؤں

(9) جب کسی مرکب کے دونوں اعضا میں عضو اول کا آخری مصمتہ وہی ہو جو عضو ثانی کا پہلا مصمتہ ہے تو ایک مصمتہ گر جاتا ہے تسہیل کا یہ عمل حذف صورت مکرر کہلاتا ہے۔ جیسے
ناک + کٹا ، نک + کٹا ، نکٹا

(10) جب نئی نئی اصطلاحیں وضع کی جاتی ہیں تو عموماً عضو اول کا آخری رکن حذف کر دیتے ہیں
افریقہ + ایشیا = افری + ایشیا = افریشیا

7.19 اُردو مرکبات کا تجزیہ اجزائے کلام کی روشنی میں بھی کیا جاتا ہے یعنی یہ دیکھا جاتا

ہے کہ مرکب کے اعضا ان اجزائے کلام پر مشتمل ہیں اور مرکب کی حیثیت سے وہ کس جزو کلام کا وظیفہ انجام دیتے ہیں۔

۱۔ اسمی مرکب

اسم + اسم = اسم = اسے اسمی مرکب کہتے ہیں۔

(ایک) (الف) بن گائے، باؤگولہ، دھوبی گھاٹ، جیب خرچ، ہاتھی دانت، بجلی گھر

(یہ مرکبات تت پرش یا مرکب اضافی بھی کہلاتے ہیں)

(ب) کچھ اسم + اسم = اسم مرکبات، مرکب عطفی ہوتے ہیں جیسے: دانہ پانی، مرہم پٹی وغیرہ۔

(دو) کچھ اسم + اسم = اسم فاعل بنتے ہیں جیسے کفن چور، کام چور

(تین) اسم + امر = اسم فاعل

چڑی مار، قلم تراش، گھڑی ساز وغیرہ ان کا ذکر ہو چکا ہے

چار) صفت + اسم = اسم

کالا پانی۔ اُجلا خرچ دومنزلہ۔ چولہا اسے سنسکرت میں ▮ سماس کہتے ہیں

پانچ) حاصل مصدر + حاصل مصدر = اسم

اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) ایک ہی فعل کے دو حاصلِ مصدر: جیسے، چال چلن

(ب) دو قریب المعنی افعال کے حاصل مصدر: الٹ پھیر، چھان بین، بول چال۔

ایسے مرکبات سنسکرت میں ▮ سماس کہلاتے ہیں۔

ان کا ذکر مرکب عطفی کی حیثیت سے کیا جا چکا ہے۔

چھ) کبھی اسمی مرکب میں دوسرے اجزائے کلام ہوتے ہیں، چونکہ یہ مرکب اسم بن جاتا ہے جو اس کے اعضا پر مشتمل اجزائے کلام سے مختلف ہے، اس لیے یہ تمام مرکبات بیرون مرکزی، ہیں۔

(۱) اسم + حالیہ تمام = اسم

شاہ + زادہ

(2) امر + نہی = اسم

کشمکش، گومگو

(3) (الف) عضو اول ماضی اور عضوِ ثانی امر ہوتا ہے۔ جیسے :

گفتگو، جستجو

(ب) عضوِ ثانی متجانس فعل کا امر ہوتا ہے، جیسے :

زد و کوب، رستخیز

(4) عضوِ اوّل ایک فعل کا اور عضوِ ثانی دوسرے فعل کا ماضی ہوتا ہے :

نشست و برخاست، گفت وشنید

7.20 مرکب توصیفی

اسم + اسم = صفت۔ اسے مرکب توصیفی کہتے ہیں :

(ایک) اردو میں کچھ ایسے مرکبات بھی ہیں جن کے دونوں اعضا اسم ہوتے ہیں اور یہ مرکب صفت بن جاتا ہے، جیسے :

دریا دل

کبھی اسم کی تکرار کے ساتھ آتا ہے : رنگا رنگ، گونا گوں

(یہ مرکبات عطفی بھی کہلاتے ہیں)

(دو) اسم + صفت = صفت

گلے دراز، گیسو دراز، دست دراز

(تین) صفت + اسم = صفت

مرکب کا پہلا عضو صفت اور دوسرا اسم ہو اور مرکب صفت کے طور پر استعمال ہو جیسے

نیک مزاج، خوش طبع، نیک دل، بدتمیز۔ پیر مرد

اس میں صفت عددی کا بھی استعمال ہوتا ہے جیسے

دو منزلہ (عمارت)، سہ ماہی (رسالہ)، پنج سالہ (منصوبہ)

(چار) صفت + صفت = صفت

یعنی اس مرکب کے دونوں اعضا صفت ہوتے ہیں، جیسے

اچھا خاصا، موٹا تازہ، سانولا سلونا

(یہ مرکبات عطفی بھی ہیں)

(پانچ) اسم + امر = صفت

یہ بتایا جا چکا ہے کہ اسم + امر پر مشتمل مرکبات اسم فاعل کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، جیسے: ٹھیکیدار، کتب فروش، کاشتکار، چٹھی رساں وغیرہ۔

لیکن اِس طرز کے اکثر مرکبات صفت بھی ہوتے ہیں، جیسے دلفریب، دلکش، فرحت بخش تکلیف دہ، فلک بوس، خداترس، تفرقہ پرداز، دغاباز، وغیرہ۔

کچھ دیسی مرکبات بھی اسی طرز کے ہوتے ہیں جیسے:

جان توڑ کوشش، کمر توڑ (بکار)، دل پھینک (عاشق)

کبھی آخری عضو میں لاحقہ ے و بھی بڑھا دیتے ہیں، ہاتھی ڈباؤ (پانی)

(ج) اس طرح کے مرکبات اسم مفعول بن کر بطور صفت استعمال ہوتے ہیں جیسے،

ہتھیار بند (پولس)، جامہ زیب (آدمی)

(2) اسم اور حالیہ تمام سے بنے ہوئے مرکبات بھی اسم مفعول ہوتے ہیں اور بطور صفت استعمال ہوتے ہیں۔

(فارسی):۔ دلدادہ (عاشق)، ستم رسیدہ (عورت)؛ غم دیدہ (شاعر)؛ دل گرفتہ (انسان)، جگر سوختہ (عاشق)؛ زرخرید (لونڈی)

(دیسی):۔ سرپھرا (عاشق)، دل جلا (آدمی)، منچلا (ہیرو)

(3) کبھی دونوں اعضا ماضی پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان سے جو اسم مفعول بنتا ہے وہ بھی صفت کے طور پر استعمال ہوتا ہے جیسے: گیا گزرا، تھکا ماندہ، پڑھا لکھا۔

7.21 متعلق فعلی مرکبات

اُردو میں کچھ متعلقات فعل مرکبات کی شکل میں مستعمل ہیں ان کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

(1) ان کے دونوں اعضا اسم ہوتے ہیں: اسم + اسم = متعلق

(الف) ایک ہی اسم کی تکرار سے جیسے:

بال بال ۔ وہ بال بال بچ گیا

پھول پھول ۔ وہ پھول پھول اُڑتے ہوئے بھونرے

اسی طرح: گھر گھر، گلی گلی، نگر نگر، شہر شہر، فوج فوج موج موج

دریا دریا، صحرا صحرا، گھڑی گھڑی دم بدم، کوبہ کو

(ب) دو متجانس اسما کے ساتھ: صبح شام، دن رات، سانجھ سویرے

(ج) دونوں اعضا کے درمیان واسطے کے ساتھ جیسے — شبانہ روز، دمادم

(د) پہلا عضو، تابع مہمل اور دوسرا اسم ہوتا ہے جیسے — اِردگرد، آس پاس

(ہ) عضو اوّل صفت اور عضو ثانی اسم ہوتا ہے

صفت + اسم = متعلق فعلی مرکب جیسے

7.22 فارسی مرکبات

اردو میں فارسی کے ایسے مرکبات بھی مستعمل ہیں جن کی تنظیمیہ ترتیب عام اُردو مرکبات سے مختلف ہوتی ہے۔ عام طور پر اُردو مرکبات اضافی میں عضو اوّل مضاف الیہ اور عضوِ ثانی مضاف ہوتا ہے اور یہ اُردو ترکیبوں کی عین مطابقت میں ہے جیسے: "ڈاک گھر" = "ڈاک کا گھر"۔ لیکن فارسی مرکبات اضافی میں یہ ترتیب الٹ جاتی ہے، یعنی عضو اوّل مضاف اور عضو ثانی مضاف الیہ ہوتا ہے اور یہ دونوں اعضا خفیف مصوتہ /ـِ/ سے جڑے ہوتے ہیں، جیسے فارسی میں کسرۂ اضافت کہا جاتا ہے۔ ہم اسے صرفیہ اضافت کہیں گے جو دراصل صوتیہ ہے مثلاً:۔

دریائے لطافت، جذبۂ دل، آلۂ کار، دانائے راز، بوئے گل، خلفائے اسلام وغیرہ

یہ تمام مرکبات اضافی اسمی مرکبات ہیں اور داخل مرکزی بناوٹ کے حامل۔

اُردو میں کچھ ہندی الاصل الفاظ کے ساتھ بھی یہ صرفیۂ اضافت استعمال ہوتا ہے جیسے

ساحلِ سمندر، لبِ سڑک، بہ واپسیِ ڈاک

اُردو میں صرفیہ اضافت کا تلفظ فارسی تلفظ /ـِ/ کی جگہ ـِ ـے ہوتا ہے،

چند فارسی مرکباتِ اضافی میں صرفیہ اضافت کا استعمال نہیں کرتے لیکن ان میں فارسی نحو کی مطابقت میں فکِ اضافت کہتے ہیں، مثلاً

شاہ عالم، شاہجہاں، نورجہاں، صاحب دل، نور محمد، فیض احمد

لیکن فارسی میں کچھ مرکبات ایسے بھی ہیں جن میں اردو مرکبات کی طرح عضوِ اول مضاف الیہ اور عضو ثانی مضاف ہوتا ہے، چونکہ یہ ترتیب فارسی نحو کے اعتبار سے الٹ ہوتی ہے اس لیے فارسی میں انھیں مرکباتِ مقلوبی کہا جاتا ہے۔ اس عمل تقلیب میں فکِ اضافت کا عمل ہوتا ہے اور اگر عضوِ ثانی کی ابتدا میں کوئی مصوتہ ہو تو عضو اول کا آخری مصمتہ اس میں ضم ہوجاتا ہے، جیسے:

آبِ گل ، گل + آب ، گلاب

آبِ سیم ، سیم + آب ، سیماب

بچۂ مرغ ، مرغ بچہ

فارسی کا صرفیہ اضافت جہاں مضاف اور مضاف الیہ میں ملکیت، خاندان کا رشتہ، ظرف و مظروف وغیرہ کا تعلق ظاہر کرتا ہے وہیں اس سے تشبیہ یا استعارے کا تعلق بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً:

اضافت تشبیہی ۔ تیرِ مژگاں درِ دندان

اضافت استعارہ ۔ مرغِ تخیل، تخمِ عمل، نورِ نبوت[1]

فارسی میں اُردو کے برعکس صفت موصوف کے بعد آتی ہے اور ان دونوں کے درمیان صرفیہ توصیفی کا استعمال ہوتا ہے۔ فارسی قواعد میں انہیں مرکبات توصیفی کہا جاتا ہے لیکن صحیح معنوں میں یہ اسمی ترکیبیں ہیں جیسے:

ماہِ نو، غمزۂ دلربا، جانِ ناتواں، دلِ دردمند، شبِ تار، سازِ کہن وغیرہ

البتہ اُردو میں ہم انھیں اسمی مرکبات کہہ سکتے ہیں۔ صرفیہ توصیفی، صرفیہ اضافت کی طرح اضافت کا رشتہ نہیں بتاتا، اسی لیے ان مرکبات کے اُردو ترجمے میں حرف اضافت کا، کی، کے نہیں آتا، مثلاً خانۂ خدا کا ترجمہ خدا کا گھر تو ہو سکتا ہے لیکن خانۂ ویراں کا ترجمہ* ویراں کا گھر نہیں ہوگا۔

[نوٹ: فارسی کے نام نہاد مرکبات توصیفی، اسمی مرکبات اس لیے ہیں کہ ان میں اسم راس کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب اُردو میں یہ مرکبات بطور فاعل استعمال ہوتے ہیں تو فعل موصوف کی جنس و تعداد کی مطابقت میں ہوتا ہے جیسے:

جانِ ناتواں نکلی لیکن ماہِ نو نکلا۔]

---

(1) اضافت تشبیہی اور اضافت استعارہ میں وہی فرق ہے جو تشبیہ اور استعارے میں ہے اضافت تشبیہی میں مضاف مشبہ بہ اور مضاف الیہ مشبہ ہوتا ہے، مثلاً تیرِ مژگاں یعنی تیر مثلِ مژگاں۔ اس کے برعکس اضافت استعارہ میں مستعار لہ، اور مستعار منہ میں تشبیہ کا رشتہ نہیں ہوتا مثلاً:۔ مرغِ تخیل کو ہم مرغ مثلِ تخیل نہیں کہہ سکتے بلکہ ہم کہیں گے تخیل جو مرغ ہے۔

اسی طرح مرکباتِ اضافی میں جو اسمی مرکبات ہیں، فعل، مضاف کی جنس و تعداد کا پابند ہوتا ہے، جیسے :

بوئے گل آئی ۔ خلفائے اسلام کہتے ہیں

7.23 مرکب صفاتِ عددی

اُردو کی اکثر صفات عددی مشتق ہوتی ہیں جن کا ذکر مشتقات کے تحت کیا گیا ہے (دیکھیے 12، 7 — 4 2) لیکن کچھ اور اعداد معین ایسے ہیں جن میں صوتی تغیر کے باوجود اعضائے ثانی اپنی اصل شکل یاد دلاتے ہیں اس لیے انھیں پابند صرفیہ قرار دینے میں تکلف ہوتا ہے۔ اس لیے ایسے اعداد معین مرکب ہی کہے جائیں گے یا زیادہ سے زیادہ انھیں مشتق و مرکب کی درمیانی منزل میں رکھا جا سکتا ہے۔

اُردو ہندسہ بیس پراکرت ■■■ سے ماخوذ ہے۔ اُردو میں و کی جگہ ب صوتیہ استعمال ہوتا ہے اور و کا ب میں صوتی تغیر اردو کی عام خصوصیت ہے لیکن اکیس اور اس کے بعد کے ہندسوں میں یہ /و/ سے ی میں تبدیل ہو جاتا ہے :

اکیس ← ایک + ویس > ایک + ایس اکیس

بائیس میں /با/ سنسکرت ■ کا متبادل صوتیہ ہے جو ہندسہ بارہ میں بھی موجود ہے۔ البتہ اڑتیس میں آٹھ (■■) کا /ٹ/ /ڑ/ میں تبدیل ہو گیا ہے، یہی حال اڑتالیس اور اڑسٹھ کا ہے، لیکن اٹھائیس، اٹھاون، اٹھتر، اٹھاسی اور اٹھانوے میں /اٹھ/ برقرار ہے۔

چالیس کے بعد ہندسوں میں چالیس کا /چ/ بعض ہندسوں میں :

(1) ت میں تبدیل ہوتا ہے جیسے :

اکتالیس، تینتالیس، پینتالیس، سینتالیس

(2) بعض میں ی میں بدل جاتا ہے، جیسے : بیالیس، چھیالیس

(3) لیکن بعض ہندسوں میں /و/ بن جاتا ہے، جیسے : چوالیس

پچاس کے بعد کے ہندسوں میں 'پچاس' کی شکل مفقود ہو جاتی ہے اس لیے اکاون، باون، چون، ستاون اور اٹھاون میں 'ون' کو لاحقہ قرار دینا ہوگا۔ اسی طرح ترپن، پچپن، اور چھپن میں 'پن' بھی لاحقہ ہے۔ اس لیے ہیئتِ موجودیہ ہندسے مرکبات نہیں بلکہ مشتقات ہیں۔

ساٹھ کے بعد ہندسوں میں "سٹھ"، باقاعدگی سے ملتا ہے، ستر کے بعد کے ہندسوں میں ستر کا /س/،/ا/، ہ/ میں تبدیل ہوگیا ہے۔

اسّی کے بعد کے ہندسوں میں اسّی، یاسی اور ئ اسی کی شکلوں میں پایا جاتا ہے۔ نوّے کے بعد کے ہندسوں میں "یا نوے اور ئ انوے کی شکلوں میں تبدیل ہوجاتا ہے۔

7.24 سہ اعضائی مرکبات

اردو مرکبات بالعموم دو اعضائی ہوتے ہیں لیکن چند اردو مرکبات ایسے بھی ہیں جن میں تین تین اعضا ہوتے ہیں۔ انھیں "سہ اعضائی مرکبات" کہتے ہیں، جیسے:

توصیفی: دل خوش کن۔ ہر دلعزیز۔ دل لگی باز

ع ہنگامہ گرم کن جو دل ناصبور تھا

7.25 ثانوی مشتقات و مرکبات مزید فیہ

جب کسی مشتق لفظ کے لاحقے میں ایک اور لاحقے کا اضافہ کرکے ایک اور لفظ بنایا جائے تو اصطلاح میں اسے ثانوی مشتق کہتے ہیں۔ اس عمل سے ثانوی مشتق دوسرا جزوِ کلام بن جاتا ہے، مثلاً:۔

پرہیزگار (مشتق ۔ صفت) + ـی > پرہیزگاری (اسم مجرد) اسی طرح عقلمندی کاریگری وغیرہ "ثانوی مشتقات" ہیں۔

اسی طرح جب کسی مرکب کے عضو ثانی میں لاحقہ بڑھا کر ایک نیا لفظ بنایا جائے تو اصطلاح میں اسے "مرکب مزید فیہ" کہتے ہیں۔ مرکب مزید فیہ اصل مرکب سے قواعدی وظیفے کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، مثلاً

خوبصورت ۔ صفت مرکب: خوبصورت + ـی = خوبصورتی۔ اسم مرکب مزید فیہ

بزدل ۔ صفت مرکب: بزدل + ـی = بزدلی۔ اسم مجرد مرکب مزید فیہ

لیکن صحیح معنوں میں مرکب مزید فیہ کی اصطلاح غیر ضروری ہے۔ کیونکہ مزید فیے کے اضافے سے مرکب مشتق بن جاتے ہیں۔ اس لیے ایسے مرکبات کو بھی ثانوی مشتقات کہنا چاہیے۔

[نوٹ: کبھی کبھی ایک مشتق میں سابقہ اور لاحقہ دونوں استعمال ہوتے ہیں جیسے: نادانی، بے سروسامانی وغیرہ]

7.26 اردو میں مرکب سازی کا رجحان

اردو نے مرکب سازی کا رجحان ہند یورپی خاندان سے ورثے میں پایا ہے کیونکہ مرکب

سازی اس خاندان کی امتیازی صفت ہے۔ لیکن ہند یورپی خاندان کی تمام زبانیں مرکب سازی
کی یکساں صلاحیت نہیں رکھتیں۔ مثلاً یہ استعداد جرمانوی خاندان میں رومانس خاندان کے
مقابلے میں زیادہ ہے۔ جرمن زبان میں مرکب سازی کی صلاحیت حیرت انگیز ہے۔ انگریزی میں بھی
جس کا تعلق جرمانوی زبانوں سے ہے یہ صلاحیت کافی ہے لیکن جرمن سے کم۔ فرانسیسی میں جس کا تعلق
رومانس زبانوں سے ہے یہ صلاحیت اور بھی کم ہے۔ انگریزی میں دو اسم پہلو بہ پہلو رکھ کر بہت سے
مرکبات بنا لیے گئے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ انگریزی میں کوئی سے دو اسم ساتھ ساتھ
رکھ دینے سے مرکب تیار ہو جاتا ہے، مثلاً انگریزی میں Child Play کوئی مرکب نہیں اس
کی جگہ Child's Play کہتے ہیں اسی طرح Air Drome کی جگہ Aerodrome کہنا ضروری ہے۔

اگر کوئی زبان کوئی مرکب نہیں بن سکتی تو اس کی جگہ 'ترکیب' سے کام نکالا جاتا ہے،
مثلاً انگریزی مرکب College Girl اور آفس بوائے اردو میں 'کالج کی لڑکی' اور 'دفتر کا ملازم'
بن جاتے ہیں، ہندی اور دوسری جدید ہند آریائی زبانیں جو سنسکرت کے زیر اثر ہیں اور سنسکرت
ذخیرۂ الفاظ کے سہارے نئی نئی جدید اصطلاحیں وضع کرتی ہیں مرکب سازی میں اردو سے بہت
آگے ہیں۔ مثلاً ہندی کے یہ مرکبات دیکھیے: जीवन दीप ، सीमा विवाद اور
जन समूह ان کا اردو ترجمہ سرحد کا جھگڑا (یا زیادہ سے زیادہ سرحدی جھگڑا)
زندگی کا چراغ اور لوگوں کا مجمع، ہوگا جو فقرے ہیں مرکبات نہیں۔ مرکبات کے سلسلے میں اردو
کے اس مخصوص رویے کی غالباً یہ وجہ ہے کہ اس کا علمی ذخیرۂ الفاظ مفرس عربی اور فارسی کا مرہونِ
منت ہے اور ان زبانوں میں اُردو کے برخلاف مضاف اور موصوف پہلے اور مضاف الیہ اور
صفت بعد میں آتے ہیں اور پھر عربی آپ کو مشتقات تو دے سکتی ہے، مرکبات نہیں۔ اصطلاح
سازی کے سلسلے میں اردو مفرس عربی اور فارسی ہی کا سہارا لیتی ہے اس لیے اس میں 'تنازعۂ سرحد'
'چراغِ زندگی'، 'ازدحامِ مردم' جیسے مرکبات استعمال ہوتے ہیں لیکن جہاں تک بول چال کا تعلق
ہے اردو میں اکثر امتزاجی مرکبات جیسے جل پری، دھوبی گھاٹ، ڈاک گھر، ڈاک بنگلہ اڑن
طشتری، گھر داماد، عمر قید، چور بازار، چور دروازہ، ڈاک منشی، سبزی منڈی اور سانڈنی
سوار جیسے کئی مرکبات بے تکلفی سے استعمال ہوتے ہیں۔ پھر بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ فارسی اور عربی
کے زیر اثر اردو میں علمی سطح پر مرکب سازی کا یہ رجحان بڑی حد تک متاثر ہوا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ

یہ فارسی کے مرکبات اضافی و توصیفی استعمال کرکے اردو نحو کو حرف اضافت کا ، کی ، کے کی ناگوار تکرار سے نجات دلائی ہے۔ بقول محمد حسین آزاد "بھاشا (مراد ہندی) میں کہنا ہو تو کہیں گے "راج کنور کے دل کے کنول کی کھلاہٹ دربار کے لوگوں سے نہ دیکھی گئی۔ اردو میں کہیں گے "شہزادے کے غنچۂ دل کی کھلاہٹ اہل دربار سے نہ دیکھی گئی۔"[1]

(*) قوسین کی عبارت اضافۂ ناقل۔

[1] آب حیات کلکتہ ایڈیشن 1967ء ص 46۔

فہرست اصطلاحات

اُردو۔ انگریزی

آ

اردو	انگریزی
آزاد روپ	دیکھیے روپ
آزاد صرفیہ	دیکھیے صرفیہ
اتصالیہ	Junction
اجزائے کلام	Parts of Speech
اختتامیہ	Termination
اختیاری	Optional
ارتعاشی مصمتہ	دیکھیے مصمتہ
استفہامی جملہ	دیکھیے جملہ
اسم	Noun
—تصغیر	—Diminutive
—جامد	—Primitive
—جمع پذیر	—Pluralizer
—غیر جمع پذیر	—Non-Pluralizer
—غیر جنس	—Of Neuter Gender
—غیر شماری	—Uncountable

۔ فاعل		—Agent
۔ مجرد		—Abstract
۔ مفعول		—Passive Participle
۔ مکبّر		—Augmentative
اسمی ترکیب	دیکھیے ترکیب	
اسمی فقرہ	دیکھیے فقرہ	
اشتقاق		Derivation
اشتقاقی صرفیہ	دیکھیے صرفیہ	
اشتقاقی لاحقہ	دیکھیے لاحقہ	
اصلی جملہ	دیکھیے جملہ	
اصلی لاحقہ	دیکھیے لاحقہ	
اضافی ترکیب	دیکھیے ترکیب	
اضافی حالت	دیکھیے حالت	
اطلاقی منطق		Applied Logic
اعضائے نطق		Speech Organs
افعال مسمّٰی ۔	دیکھیے فعل	
اقل جوڑا		Minimal Pair
امتناعی		Proscriptive
امدادی فعل	دیکھیے فعل	
امدادی فعل زمانی	دیکھیے فعل	
انفرادی خیال		Idea
انفی مصمتہ	دیکھیے مصمتہ	

ب

باز تحریری قاعدے		Re-Write Rules
باہمی فعل ،	دیکھیے فعل	

باہمیت	Reciprocality
بالاسطحی قواعد	دیکھیے قواعد
بدل	Apposition
بعید از تصور	a-priori
بل	Stress
[illegible]	Loudness
بناوٹ	Construction
بند بناوٹ	Closed Construction
بندشی مصمتہ	دیکھیے مصمتہ
بنیادی مصوتہ	دیکھیے مصوتہ
بولی	Dialect
بیانات	Statements
بیانیہ جملہ	دیکھیے جملہ
بین بین نوعیت کے	Border-Line Cases
بین الاقوامی صوتی تہجی	International Phonetic Alphabets
بے عطفی فقرہ بندی	Parataxis

پ

پابند روپ	دیکھیے روپ
پابند صرفیہ	دیکھیے صرفیہ
پُرمغز (جملہ)	دیکھیے جملہ
پیچیدہ جملہ	دیکھیے جملہ
پہلوئی مصمتہ	دیکھیے مصمتہ

ت

تابع کنندہ حرف	دیکھیے حرف
تابع فقرہ	دیکھیے فقرہ

تاریخی لسانیات	دیکھیے لسانیات
تاکید	Emphasis
تابع جملہ	دیکھیے جملہ
تبادلی قواعد	دیکھیے قواعد
تبادل	Transformation
تثنیہ	Dual Number
تحریریہ	Grapheme
تحلیل	Analysis
تحلیلی زبان	دیکھیے زبان
تخالفی قواعد	دیکھیے قواعد
ترکیب	Phrase
— اسمی	—Nominal
— اضافی	—Genitive
— فعلی	—Verbal
— متعلق فعلی	—Adverbial
ترکیبی ساخت	Phrase Structure
ترکیبی ساخت کے قاعدے	Phrase Structure Rules
ترکیب نشان	Phrase Marker
تشکیل الفاظ	Word-Formation
تصریف	Inflection
تصریفی تبدیلی	Inflectional Variation
تصریفی صرفیہ	دیکھیے صرفیہ
تصریفی لاحقہ	دیکھیے لاحقہ
تصور	Concept
تعلیقیہ	Affix

تعمیر	Construction
تعمیمات	Generalisations
تفاعل	Function
تفاعلی الفاظ	Function Words
تقابلی قواعد	دیکھیے قواعد
تقابلی لسانیات	دیکھیے لسانیات
تقلیب	Metathesis
تکملۂ خبر	Complement
تنظیمیہ	Taxeme
۔ انتخاب	—Of Selection
۔ ترتیب	—Of Order
۔ لہجہ	—Of Modulation
توافق	Concord
۔ اسمی	—Nominal
۔ فعلی	—Verbal
تہہ نشین قواعد	دیکھیے قواعد
تہرا مصوتہ	دیکھیے مصوتہ

ٹھ

ٹھپک دار مصمتہ	دیکھیے مصمتہ

ث

ثانوی صوتیہ	دیکھیے صوتیہ
ثانوی لاحقہ	دیکھیے لاحقہ
ثانوی مشتق	دیکھیے مشتق

ج

جامد اسم	دیکھیے اسم ۔

Part of Speech	جزوِ کلام
دیکھیے فاعل	جعلی فاعل
دیکھیے اسم	جمع پذیر (اسم)
Sentence	جملہ
—Basic	ـ اصلی
—Declarative	ـ بیانیہ
—Kernel	ـ پُر مغز
—Complex	ـ پیچیدہ
—Full	ـ تام
—Minor	ـ چھوٹا
—Elliptic	ـ حذف دار
—Impersonal	ـ غیر شخصی
—Mixed	ـ مخلوط
—Compound	ـ مرکب
—Simple	ـ مفرد
—Simple Declarative Affirmative	ـ مفرد بیانیہ ایجابی
Sentence Formation	جملہ سازی
Sentence Subject	جملوی فاعل
Sentence Pattern	جملوی نمونہ
Common Gender	جنس مشترک
Pair	جوڑا
Binary Pair	جوڑے دار اکائی
Atom	جوہر
IC (Immediate Constituent)	جیم میم
Janus	جینس (رومیوں کا دو مکھی دیوتا جس کے

نام پر گریگورین کیلنڈر کے پہلے مہینے کا
نام جنوری کیا گیا۔)

چ

چھوٹا جملہ — دیکھیے جملہ

ح

حاصلِ مصدر — Verbal Noun

حالت — Case

— اضافی — Genitive

— فاصلی — Ablative

— فاعلی — Nominative

— قائم — Straight

— محرف — Oblique

— مفعولی — Accusative

— نصبی — Dative

حالیہ — Participle

— تمام — Past

— ناتمام — Present

— مجہول — Passive

حذف دار جملہ — دیکھیے جملہ

حذفِ صوت مکرر — Hapology

حرف — Particle. Article

— تخصیص — Definite Article

— عطف — Conjunction

— تابع کنندہ — Subordinating

— [illegible] — Co-ordinating

اردو		English
حرف شناس		Literate
حشو		Pleonasm
حلقہ در حلقہ سازی		Back Looping

خ

اردو		English
خاص فقرہ	دیکھیے فقرہ	
خبریہ		Predicative
ختمہ		Full Stop
خفیف مصوتہ	دیکھیے مصوتہ	
خلاف نحوی مرکب	دیکھیے مرکب	
خود اختیاری		Arbitrary
خود کلامی		Soliloquy

د

اردو		English
داخل تصریفی زبان	دیکھیے زبان	
داخل مرکزی		Endocentric
داخلی حوالہ		Cross Reference
دخیل الفاظ		Loan Words
درجہ		Degree
درجہ بندی		Classification
دوجزوی		Bi-Partite
دو رکنی		Dissyllable
دو زبانی قواعد	دیکھیے قواعد	
دوہرا مصوتہ	دیکھیے مصوتہ	
دہنی گزرگاہ		Oral Passage

ذ

اردو		English
[illegible]		[illegible]

ذی روح — Animate

ر

راس — Head

رکن — Syllable

رکن کی سرحد — Syllabic Boundary

رمز بندی — Codification

رمز کشائی — Decodification

روایتی قواعد — دیکھیے قواعد

روپ — Form

— آزاد — —Free

— پابند — - Bound

ز

زبان — Language

— تحلیلی — - Analytical

— داخلی تصریفی — - Internally-Inflected

— نیم تحلیلی — —Semi Analytical

— زمانی — —Temporal

زمرہ (جمع زمرات) — Category

— معنوی — Notional

— نحوی — —Syntactic

زنجیرہ — String

زور — Emphasis

س

سابقہ — Prefix

ساخت — Structure

Structure Marker	ساخت نشان
دیکھیے قواعد	ساختی قواعد
دیکھیے لسانیات	ساختی لسانیات
Molecule	سالمہ
Asterisk	ستارہ
Pitch	سُر
—Final	ـ اختتامی
—Rising	ـ چڑھتا
—Exclamatory	ـ فجائی
—Falling	ـ گرتا
—Pause	ـ وقفی
—Level	ـ ہموار
Intonation	سُر لہر
Audio-Lingual	سمعی لسانی (مواد)

ش

Tree of Derivation	شجرۂ اشتقاق
Included Position	شمولی موقف

ص

Morpho Phoneme	صرف صوتیہ
Morpheme	صرفیہ
—Free	ـ آزاد
—Derivational	ـ اشتقاقی
—Bound	ـ پابند
—Inflectional	ـ تصریفی
—Verbal	ـ فعلی

—Variable	متناسب
—Constant	مستقل
Predicative Adjective	صفت خبری
دیکھیے مصمتہ	صفیری مصمتہ
Vocal Cords	صوت تانت
Phoneme	صوتیہ
—Secondary	ثانوی
—Supra Segmental	۔فوق قطعی

ض

Pronoun	ضمیر
—Conjunctive	منفصل
—Reflexive	۔معکوس

ط

Mood	طور
—Subjunctive	۔انشائی
—Indicative	۔بیانی
Modal	طوریہ

ع

Actor	عامل
Member (of a Compound)	عضو (مرکب)
Gesture	عضوی اشارہ
Symbolism	علامتیت
Action	عمل
Idea	عین
Visual	عینی (مواد)

— مشتق	—Denominative
— ناقص	—Of Incomplete Predication
فعلی ترکیب	دیکھیے ترکیب
فعلی صفت (حاصل مصدر)	Verbal Noun
فعلی مادہ	Verbal Root
فقرہ	Clause
— اسمی	— Noun
— تابع	—Subordinate
— خاص	— Principal
— معاون	—Co-ordinative
— معترضہ	—Parenthesis
فنش	Finnish
فوق قطعی صوتیہ	دیکھیے صوتیہ

ق

قائم حالت	دیکھیے حالت
قواعد	Grammar
— بالاسطحی	—Surface
— تبادلی	—Transformational
— تخالفی	—Contrastive
— تقابلی	—Comparative
— تہہ نشین	—Deep
— دو زبانی	—Bilingual
— روایتی	—Conventional
— ساختی	—Structural
— کیہانی	—Universal

English	اردو
Grammatical Arrangement	قواعدی انتظام
Grammaticality	قواعدیت

ک

English	اردو
Polyglot	کثیر زبان
Speech, Utterance	کلام
Speech Sound	کلامی آواز
Universals	کلیات
دیکھیے قواعد	کلیاتی قواعد

ل

English	اردو
Suffix	لاحقہ
-Derivational	- اشتقاقی
—Primary	- اصلی
- Inflectional	- تصریفی
—Secondary	- ثانوی
Linguistics	لسانیات
-Historical	- تاریخی
—Comparative	- تقابلی
-Structural	- ساختی
Lexical Meaning	لغوی معنی
Verbal Behaviour	لفظی طرزِ عمل

م

English	اردو
Government	متابعت
Alternative	متبادل
Cognate	متجانس
دیکھیے جنس	جنس کی [illegible]

اصطلاح	حوالہ	English
متعلق فعلی ترکیب	دیکھیے ترکیب	
متعلق فعلی مرکب	دیکھیے مرکب	
متکلم		Speaker
مثبت برقیہ		Proton
مجروری		Post Positional
محرف (حالت)	دیکھیے حالت	
مخلوط جملہ	دیکھیے جملہ	
مداخلی مصوتہ	دیکھیے مصوتہ	
مدلول		Referent
مربوطیہ		Nexus
مرکب		Compound
— امتزاجی		—Juxtaposed
— خلاف نحوی		—Asyntactic
— سہ اعضائی		—Three Member
— متعلق فعلی		—Adverbial
— مزیدفیہ		—Decompound
— نحوی		—Syntactic
— نیم نحوی		—Semi Syntactic
مرکب جملہ	دیکھیے جملہ	
مرکب فعل	دیکھیے فعل	
مرکز		Nucleus
مستزاد لسانی تدبیر		Extra Lingual Device
مستقل صرفیہ	دیکھیے صرفیہ	
مشتق		Derivative
[illegible]		Secondary

Consonant	مصمتہ
—Trill	— ارتعاشی
—Nasal	— انفی
—Plosive	— بندشی
—Lateral	— پہلونی
—Flapped	— تھپکدار
—Fricative	— صفیری
— Affricate	— نیم بندشیہ
—Aspirate	— ہکار
—Aspirated Stops	— ہکار بندشیہ
—Homorganic	— ہم مخرج
Consonantal Cluster	مصمتی خوشہ
Vowel	مصوتہ
—Cardinal	— بنیادی
—Triphthong	— تہرا
—Short	— خفیف
—Diphthong	— دوہرا
—Intrusive	— مداخلی
—Semi	— نیم
Agreement	مطابقت
Absolute Position	مطلق موقف
دیکھیے حرف عطف، معاون	معاون حرف عطف
دیکھیے فقرہ	معاون فقرہ
Acted-upon	معمول
دیکھیے زمرہ	معنوی زمرہ

و

وسطیہ		[illegible]
وظیفہ		Function
وقفہ		Semi Colon
وقفی سُر	دیکھیے سُر	
وگوتس		Vygotsky
وینکوور		Vancouver

ہ

ہدایتی		Prescripted
ہکار	دیکھیے مصمت	
ہکار بندشیہ	دیکھیے مصمت	
ہم مخرج (مصمتہ)	دیکھیے مصمتہ	
ہموار سُر	دیکھیے سُر	
ہم وقتی		Simultaneous
ہم وقتیت		Simultaneity
ہوپی		Hopi
ہیئت		Form
—نیم مطلق		Semi Absolute
ہیئتی اکائی		Unit of Form
ہیئتی اقسام		Form Classes

ی

یک زمانی مطالعہ		Synchronic Study
یک لفظی جملہ		One Word Sentence

C

English	Urdu
Case :-	
— Ablative	۔فاعلی
—Accusative	۔مفعولی
—Dative	۔نصبی
— Genitive	۔اضافی
— Nominative	۔فاعلی
— Oblique	۔محرف
— Straight	۔قائم
Category	زمرہ
—Notional	۔معنوی
—Syntactic	۔نحوی
Class Cleavage	نوع بدل
Clause	فقرہ
—Cordinate	۔معاون
—Noun	۔اسمی
—Principal	۔خاص
—Subordinate	۔تابع
Closed Construction	بند بناوٹ
Codification	رمز بندی
Cognate	متجانس
Comma	نیم وقفہ
Common Gender	جنس مشترک
Complement	تکملۂ خبر
Compound	مرکب

اور ریاست کے تعلقات کا مطالعہ کرتاہے اور معاشیات انسانی کردار کے معاشی پہلو کا

--Adverbial	ـ متعلق فعلی
—Asyntactic	ـ خلافِ نحوی
De-Compound	ـ مرکب مزیدفیہ
—Juxtaposed	ـ امتزاجی
—Semi-Syntactic	ـ نیم نحوی
—Three Member	ـ اضافی
Concept	تصور
Concord	توافق
—Nominal	ـ اسمی
—Verbal	ـ فعلی
Conjunction	عطف
-Co-ordinating	معاون
.Sub-ordinating	تابع کنندہ
Consonant	مصمتہ
—Affricate	نیم بندشیہ
Aspirate	ـ ہکار
--Aspirated Stop	ـ ہکار بندشیہ
—Flapped	ـ تھپک دار
.Fricative	ـ صفیری
--Homorganic	ـ ہم مخرج
-Lateral	ـ پہلوئی
—Nasal	انفی
--Plosive	ـ بندشی
Consonantal Cluster	مصمتی خوشہ
Construction	بناوٹ، تعمیر

Cross reference	داخلی حوالہ
D	
Decodification	رمز کشائی
Degree	درجہ
Derivation	اشتقاق
Derivative	مشتق
—Secondary	— ثانوی
Dialect	بولی
Dissylable	دو رکنی
Dual Number	تثنیہ
E	
Electron	منفی برقیہ
Emphasis	زور، تاکید
Endocentric	داخل مرکزی
Endophasy	ناگفتہ کلام
Extra Lingual Device	مستزاد لسانی تدبیر
F	
Finnish	فِنّش
Form	ہیئت، روپ
-Bound	— پابند
—Free	— آزاد
-Semi Absolute	— نیم مطلق
Form Class	ہئیتی قسم
Full Stop	ختمہ
Function	وظیفہ [illegible]

Function Words	تفاعلی الفاظ
G	
Generalisations	تعمیمات
Gesture	عضوی اشارہ
Government	متابعت
Grammar	قواعد:
—Bi-lingual	— دوزبانی
—Comparative	— تقابلی
—Contrastive	— تخالفی
—Deep	— تہہ نشین
—Surface	— بالاسطحی
—Transformational	— تبادلی
—Universal	— کلیاتی
Grammatical Arrangement	قواعدی انتظام
Grammaticality	قواعدیت
Grapheme	تحریریہ
H	
Haplology	حذف صوت مکرر
Head	راس
Hopi	ہوپی
I	
IC (Immediate Constituent)	جیم میم (جزوِ متصل)
Idea	انفرادی خیال، تخیّن
Implied	مقدر
Inanimate	غیر ذی روح

Included Position	شمولی موقف
Infix	وسطیہ
Inflection	تصریف
Inflectional Variation	تصریفی تبدیلی
International Phonetic Alphabets	بین الاقوامی صوتی رسم الخط
Intonation	سُر لہر
J	
Janus	جنس
Junction	اتصالیہ
L	
Language	زبان
—Analytical	ـ تحلیلی
—Internally inflected	ـ داخلی تصریفی
—Semi Analytical	ـ نیم تحلیلی
Lexical Meaning	لغوی معنی
Linguistics :-	لسانیات
—Comparative	ـ تقابلی
—Historical	ـ تاریخی
—Structural	ـ ساختی
Literate	حرف شناس
Loan Words	دخیل الفاظ
Loudness	(صدائی) بلندی
M	
Magyar	مگیار
Marker	نشان گر

Member (of a Compound)	عضو (مرکب)
Metathesis	تقلیب
Minimal Pair	اقلی جوڑا
Molecule	سالمہ
Mood	طور
—Indicative	ـبیانی
—Subjunctive	ـانشائی
Morpheme	صرفیہ
—Bound	ـپابند
—Constant	ـمستقل
—Derivational	ـاشتقاقی
—Free	ـآزاد
—Inflectional	ـتصریفی
—Variable	ـمتناسب
—Verbal	ـفعلی
Morpho Phoneme	صرف صوتیہ
N	
Neutron	غیرجانبدار برقیہ
Nexus	مربوطیہ
Non-inflectional	غیرتصریفی
Non-linguistic Symbol	غیرلسانی علامت
Non-postpositional	غیرمجروری
Noetika	نوشکا
Noun	اسم
—Abstract	ـ مجرد

.Agent	۔ فاعل
— Augmentative	۔ مکبر
— Diminutive	۔ تصغیر
—Of Neuter Gender	۔ غیر جنس
—Pluralizer	۔ جمع پذیر
—Primitive	جامد
—Non-Pluralizer	۔ غیر جمع پذیر
—Uncountable	۔ غیر شماری

O

Object	مفعول
—Direct	۔ اول
—Indirect	۔ ثانی
—Optional	۔ اختیاری
One Word Sentence	یک لفظی جملہ
Oral Passage	دہنی گزرگاہ

P

Pair	جوڑا
Parataxis	بے عطفی فقرہ بندی
Participia	حالیہ
—Past	۔ تمام
—Present	۔ ناتمام
—Passive	۔ مجہول
Particle	حرف
Part of Speech	جزوِ کلام
Parts of Speech	اجزائے کلام

Pattern	نمونہ
Perso Arabic	مفرس عربی
Phoneme	صوتیہ
—Secondary	ـ ثانوی
—Supra-Segmental	ـ فوق قطعی
Phrase	ترکیب
—Adverbial	ـ متعلق فعلی
—Genitive	ـ اضافی
—Nominal	ـ اسمی
—Verbal	ـ فعلی
Phrase Marker	ترکیب نشان
Phrase Structure	ترکیبی ساخت
Pitch	سُر
—Exclamatory	ـ فجائیہ
—Falling	ـ گرتا
—Final	ـ اختتامی
—Level	ـ ہموار
—Pause	ـ وقفی
—Rising	ـ چڑھتا
Pleonasm	حشو
Polyglot	کثیر زبان
Post Positional	مجروری
Predicative	خبریہ
Prefix	سابقہ
Prescriptive	ہدایتی

Pronoun :-	ضمیر
—Conjunctive	ـ متصل
—Reflexive	ـ معکوس
Prescriptive	امتناعی
Proton	مثبت برقیہ
Pseudo-Subject	جعلی فاعل
R	
Reciprocality	باہمیت
Referent	مدلول
Re-write Rules	باز تحریری قاعدے
Root	مادہ
S	
Semi Colon	وقفہ
Sentence	جملہ
—Affirmative	ـ ایجابی
—Basic	ـ اصلی
Complex	ـ پیچیدہ
—Compound	ـ مرکب
—Declarative	ـ بیانیہ
—Elliptic	ـ حذف دار
—Full	ـ تام
—Impersonal	ـ غیر شخصی
—Kernel (Same as basic)	ـ پُر مغز (اصلی)
—Minor	ـ چھوٹا
—Mixed	ـ مخلوط
Sentence Formation	جملہ سازی

Sentence Subject	جملوی فاعل
Sentence Pattern	جملوی نمونہ
Simultaneity	ہم وقتیت
Simultaneous	ہم وقتی
Soliloquy	خود کلام
Speaker	متکلم
Speech	کلام
Speech Organs	اعضائے نطق
Speech Sound	کلامی آواز
Statements	بیانات
String	زنجیرہ
Structure	ساخت
Structure Marker	ساخت نشان
Suffix	لاحقہ
—Derivational	۔ اشتقاقی
—Inflectional	۔ تصریفی
—Primary	۔ اصلی
—Secondary	۔ ثانوی
Syllable	رکن
Syllable Boundary	رکن کی سرحد
Symbolism	علامتیت
Synchronic Study	یک زمانی مطالعہ
T	
Taxeme	تنظیمیہ :
—Of Modulation	۔ لہجہ

—Of Order	۔ترتیب
—Of Selection	۔انتخاب
Temporal	زمانی
Termination	اختتامیہ
Transformation	تبادل
Tree of Derivation	شجرۂ اشتقاق
U	
Unit of Form	ہیئتی اکائی
Universals	کلیات
Unvoiced	غیر مسموع
Utterance	کلام
V	
Vancouver	وینکوور
Verb	فعل
—Auxilary	۔ امدادی
—Causative	۔متعدی بالواسطہ
—Compound	۔ مرکب
(i)—Auxilary Emphatic	۔(1) امدادی تاکیدی
(ii)—Non-Auxilary Simple-like	۔(2) غیر امدادی مفرد اثر
(iii)—Non-Auxilary Pseudo Compound	۔(3) غیر امدادی مرکب نما
Denominative	۔مشتق
—Desiderative	۔تمنائی
Verbal Behaviour	فعلی طرز عمل
Verbal Noun	فعلی صفت (حاصل مصدر)
Verbal root	فعلی مادہ

Vigostxy	وگوتسی
Visual	عینی
Vocabulary	ذخیرۂ الفاظ
Vocal Cords	صوت تانت
Voiced	مسموع
Vowel	مصوتہ
—Cardinal	—بنیادی
—Diphthong	—دوہرا
—Intrusive	—مداخلی
—Semi	—نیم
—Short	—خفیف
—Triphthong	—تہرا

W

Word Formation	تشکیلِ الفاظ

نئی اردو قواعد

عصمت جاوید

قواعد وہ علم ہے جس کے ذریعہ کسی زبان کے اندرونی ڈھانچے، اس کی لسانی اکائیوں کی باہمی تنظیم اور اس کی ساختی خصوصیات کا سراغ لگایا جاتا ہے۔ ان خصوصیات کا احساس غیر شعوری سطح پر ہر اس شخص کو ہوتا ہے جو اس زبان کو بچپن سے استعمال کرتا چلا آیا ہے۔ قواعد کی اہمیت کے پیش نظر ''نئی اردو قواعد'' کے مصنف عصمت جاوید نے قواعد سے متعلق نئے مباحث پر روشنی ڈالی ہے۔ کسی زبان کی قواعد اس زبان کے استعمال کرنے والوں کے لیے بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی غیر زبان والوں کے لیے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ غیر زبان والوں کے لیے جو قواعد لکھی جاتی ہے جسے تقابلی قواعد، تخالفی قواعد، اس کا انداز اہل زبان کے لیے لکھی جانے والی قواعد سے مختلف ہوتا ہے۔ یہ ''نئی اردو قواعد'' کی کتاب اہل زبان کے لیے لکھی گئی ہے۔ جدید قواعد صرف اصول دریافت کرتی ہے اور کسی اصول سے انحراف کو۔ اگر اسے وسیع تر جماعت کی تائید حاصل ہو تو تسلیم بھی کرتی ہے۔ وہ قوانین نہیں بناتی بلکہ اصول دریافت کرتی ہے۔ عصمت جاوید نے لسانی اصطلاحات کے اردو ترجمے کے سلسلے میں اصطلاحات کی اردو انگریزی اور انگریزی اردو فرہنگ بھی مرتب کر کے کتاب کے آخر میں شامل کر دی ہیں۔

ڈاکٹر عصمت جاوید مترجم، تنقید نگار، قواعد داں اور ماہر لسانیات ہیں۔ ان کی پیدائش 2/اگست 1922 کو پونا میں ہوئی۔ انھوں نے میٹرک کا امتحان اینگلو اردو ہائی اسکول پونا سے اول درجہ سے پاس کیا نیز اعلیٰ تعلیم ممبئی میں حاصل کی۔ ڈاکٹر عصمت نے ممبئی اور اورنگ آباد میں تدریس کا فریضہ انجام دیا۔ ان کو قواعد اور لسانیات سے گہری دلچسپی ہے۔ اپنی تحریروں میں وسعت معنی پیدا کرنے کے لیے انھوں نے بصارت اور بصیرت دونوں سے کام لیا۔ ان کی تحریریں شاہ کلید کا درجہ رکھتی ہیں۔ انھوں نے پی ایچ ڈی کا مقالہ ''اردو میں فارسی کے دخیل الفاظ میں تصرف کا عمل'' کے موضوع پر لکھا۔ ان کی 24 کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں فکر پیما، لسانیاتی جائزے، ادبی تنقید، اردو پر فارسی کے لسانی اثرات اور تلفظ نما اردو لغت خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ عصمت جاوید نے ادب کے ہر موضوع پر لکھا۔ شعبۂ ادب کو اپنا خون جگر دیا اور گراں قدر تحریری سرمایہ چھوڑا ہے۔ ان کی یہ کتاب ''نئی اردو قواعد'' بھی اہمیت کی حامل ہے۔ امید ہے کہ قواعد اور لسانیات سے تعلق رکھنے والے اور خصوصاً طلبہ کے لیے یہ کتاب مفید ثابت ہوگی۔

₹ 140/-

₹ 140/-

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون، ایف سی، 33/9،
انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولا، نئی دہلی ـ 110025